

# مکتوبات

خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

مشتمل بر سبیلۃ السعادة و درۃ التاج اور مکتوبات معصومیہ

تلخیص و ترجمہ

نسیم احمد فریدی فاروقی

تقدیم و تصحیح

حافظ محمد افضل فقیر

اسلامک بک فاؤنڈیشن

۲۴۹- این سمن آباد- لاہور

واحد تقسیم کار: "المعارف"، گنج بخش روڈ، لاہور



# مکتوبات

خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

مشتمل بر وسیلۃ السعادة، درۃ التاج اور مکتوبات معصومیہ

تلخیص و ترجمہ

نسیم احمد فریدی فاروقی

تقدیم و تصحیح

حافظ محمد افضل فقیر

انسلاک بک فاؤنڈیشن

۲۴۹ - این - سمن آباد - لاہور



# DATA ENTERED

سلسلہ مطبوعات نمبرہ ام ۲۹۷۰

۲۰۹۴  
۵۳۹  
۳۱۳۹

جلد حقوق بحق اسلامک بک فاؤنڈیشن محفوظ ہیں

ناشر: — اسلامک بک فاؤنڈیشن - لاہور

طابع: — معارف پرنٹنگ پریس - لاہور

تقسیم کار: — المعارف - گنج بخش روڈ - لاہور

سال اشاعت: — ۱۳۹۴ھ — ۱۹۷۷ء

تعداد: — ایک ہزار

قیمت: — ۲۱/- روپے



بسی واہتمام:

محمد ارشد قریشی

ایم اے (اقتصادیات) ایم اے (علوم اسلامیہ)

اعزازی ڈائریکٹر: اسلامک بک فاؤنڈیشن

۲۲۹-۱ این سمن آباد - لاہور ۰ فون ۲۱۵۲۲۶

واحد تقسیم کار: المعارف، گنج بخش روڈ لاہور

DATA ENTERED

ترتیب

پیش لفظ	مقدمہ
حافظ محمد افضل فقیر	تذکرہ خواجہ محمد معصوم
نسیم احمد فاروقی	مکتوبات جلد اول
نسیم احمد فاروقی	"وسیلہ السعادة"
میر سید شرف الدین حسین	مکتوبات جلد دوم
خواجہ محمد عبداللہ بن خواجہ محمد معصوم	"درة التاج"
حاجی محمد عاشور بخاری	مکتوبات جلد سوم
نسیم احمد فاروقی	"مکتوبات معصوم"
	تذکرہ اورنگ زیب عالمگیر

دینو سہل

20/3/28

# مکتوب الہم

جن کا حواشی میں تفصیلی یا اجمالی تذکرہ کیا گیا

۳۵	۳۵	۳۵	شمشیر خاں
۳۳	۳۳	۳۳	مولانا محمد حنیف
۳۶	۳۶	۳۶	حاجی محمد عاشور بخاری
۳۶	۳۶	۳۶	ملا عبد الرزاق
۳۸	۳۸	۳۸	میر غضنفر
۴۰	۴۰	۴۰	حاجی شریف
۴۰	۴۰	۴۰	حافظ ابوالقاسم
۴۳	۴۳	۴۳	حاجی مصطفیٰ
۴۳	۴۳	۴۳	شیخ عرب
۴۴	۴۴	۴۴	حافظ محمد محسن دہلوی
۴۵	۴۵	۴۵	محمد باقر فتح آبادی
۴۸	۴۸	۴۸	شیخ بازید سہارنپوری
۵۰	۵۰	۵۰	میرک معین الدین
۵۵	۵۵	۵۵	سید علی (بارہہ)
۵۵	۵۵	۵۵	سید نور بکر (د)
۴۶	۴۶	۴۶	مولانا محمد امین لاہوری
۴۸	۴۸	۴۸	خواجہ شیخ عبداللہ ابن خواجہ
۴۸	۴۸	۴۸	محمد سعید سرہندی
۴۱	۴۱	۴۱	ہمت خاں
۴۳	۴۳	۴۳	صاحبزادہ گرامی شیخ محمد اشرف سرہندی
۴۴	۴۴	۴۴	قلج اللہ
۹۸	۹۸	۹۸	جاناں بیگم رنبت عبدالرحیم خان خاناں
۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	مولانا حسن علی
۱۰۴	۱۰۴	۱۰۴	ملا محمد فضل سرہندی
۱۰۶	۱۰۶	۱۰۶	شاہ نعمت اللہ قادری
۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	خواجہ عبدالصمد کابلی
۱۱۲	۱۱۲	۱۱۲	شیخ طاہر بدخشی
۱۱۴	۱۱۴	۱۱۴	میر محمد نعمان اکبر آبادی
۱۲۳	۱۲۳	۱۲۳	مولانا خواجہ محمد صدیق پشاوروی
۱۲۴	۱۲۴	۱۲۴	شیخ محمد شریف کابلی

۱۹۰	ملا قاسم روپڑی	۱۲۹	حافظ عبدالغفور شیاوری مجددی
۱۹۱	خواجہ محمد صادق بخاری مدنی	۱۳۱	شیخ عبدالعلیم جلال آبادی
۱۹۲	محمد سعید سارنگ پوری	۱۳۲	خواجہ محمد کاشف کاشغری
۱۹۵	رعایت خاں	۱۴۵	ثمینت خاں
۱۹۶	خواجہ محمد صدیق بدخشی	۱۴۶	میرضیاء الدین حسین بدخشی
۱۹۹	شیخ امام الدین پنجابی	۱۵۲	صاحبزادہ گرامی خواجہ عبید اللہ سرمندی
۲۰۳	خواجہ بکی	۱۵۴	ملا محمد فضل
۲۱۲	شیخ ابوالمنظور میرپانپوری	۱۵۵	ملا سجاد
۲۱۳	خواجہ احمد بخاری	۱۵۹	میرکعباد اللہ (ابن قاضی میرزا)
۲۱۶	شیخ شرف الدین سلطانپوری	۱۶۰	حاجی محمد عارف
۲۲۱	شیخ محمد یوسف گردیزی	۱۶۲	خواجہ عبید اللہ (معروف بہ خواجہ خرد)
۲۲۴	میر محمد ابراہیم اکبر آبادی	۱۶۳	شیخ عبدالہادی بدایونی
۲۲۸	میر محمد یعقوب	۱۶۶	خواجہ شیخ محمد سعید سرمندی
۲۳۴	[ صاحبزادہ گرامی خواجہ سیف الدین ]	۱۶۸	شیخ محمد خلیل اللہ سرمندی
		۱۶۲	میرضیاء الدین حسین بدخشی
۲۴۵	[ صاحبزادہ گرامی شیخ صبغۃ اللہ ]	۱۶۹	مرزا ابوالعالی
		۱۸۳	ملا مشتاق برکی
۲۴۹	خلد مکان اورنگ زبیر عالمگیر	۱۸۶	خواجہ عبداللہ کولابی

شراب کہینہ مالذت دیگر دارد



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
مُحَمَّدٌ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی صُحْبِهِ الْکَرِیْمِ اَفْضَلُ التَّحِيَّاتِ وَالْمَلُ التَّسْلِيْمَاتِ

## پیش لفظ

صدرِ اسلام کے بعد جب اکابر امت نے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے اہم فریضہ کو انجام دینا شروع کیا، تو فطرتِ الہی نے ان کی رہنمائی نہایت ارفع و اعلیٰ خطوط پر کی اور دینِ حق کی ترویج کے مختلف اسباب و ذرائع ان کے حاشیہٴ قلب پر کھلتے چلے گئے۔ چنانچہ علمائے امت نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ تفسیر، حدیث اور فقہ کے مقامات و ابواب اہل اسلام پر واضح فرمائے۔ یہ بھی ایک اہم خدمتِ اسلام ہے جس کی حیثیت تبلیغ دین کے سلسلہ میں بنیادی ہے۔ اس کے ساتھ صوفیائے سلف کی ایک پاکیزہ جماعت بھی ہمیں نظر آتی ہے۔ جن کی خدمات ہمیشہ بہا اور گراں مایہ ہیں۔ ان کا طریق کار قدرے مختلف تھا۔ یہ نفوسِ قدسیہ علومِ معقول و منقول سے فراغت ناکر انہیں اپنے سینوں میں جذب کر لیتے تھے۔ پھر ان علوم کے حقائق و سرانہ ان پر نہاں خانہٴ غیب سے وارد ہوتے تھے۔ طالبانِ معرفت ان صوفیائے کرام کے چشمہٴ فیض سے سیراب ہوتے تھے۔ چونکہ یہ پاکیزانِ طریقت سیرتِ رسول کے آئینہ دار ہوتے تھے۔ لہذا ان کے ارشادات اور کردار کی تاثیر ضربتِ شمشیر کی طرح فسق و فجور کی ظلمتوں کو کاٹ دیتی تھی۔ ان حضرات کے پاس اس قدر سرمایہٴ وقت نہ ہوتا تھا کہ تصنیف و تالیف سے مافی الضمیر کا ابداع کر سکتے ہر چیز کہ بعض اکابر اولیا صاحب تصانیف بھی ہوئے ہیں مگر اکثر ایسے تھے کہ ان کے افکار و خیالات اور احوال و واردات ان کے عقیدت مندوں ہی نے منضبط کئے ہیں۔ لہذا اولیاء اللہ کی ایک کثیر جماعت نے وابستگانِ طریقت کی باطنی تربیت اور تزکیہ نفس کے لیے ارسالِ مکتوبات ہی کو ذریعہٴ ابلاغ بنایا۔ یہ صورت نہایت مفید اور عملی اشکال کے لیے موثر ثابت ہوئی۔ اس بنا پر کہ جو مشکلات اور دشواریاں سالکِ طریقت کو اٹھانے سے سوں پیش آئیں، ان کا حل اسے نہایت مختصر مدت میں مختلف کتبِ تصوف کی ورق گردانی کے بغیر میر

آجاتا تھا۔ پھر مشائخ کرام کو بھی ان دشواریوں کی نشاندہی اور گرہ کشائی میں زیادہ وقت صرف نہ کرنا پڑتا تھا۔ اس طرح قلیل فرصت میں ہمیشہ بہا فزائد سلوک حاصل ہو جاتے تھے۔ ارسال مکتوبات کی اہمیت و افادیت کا جائزہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک مکتوب کا ذکر ہے جو مکہ بلقیس کے نام ہے۔ یہ مکتوب دعوتِ حق کی ایک زندہ مثال ہے۔ قرآنی آیات قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوْاِیْنِ اِنِّیْ اَنْزَلْتُ لَکُمْ کِتٰبًا کَرِیْمًا ؕ اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پھر سید المنجرات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعوتِ حق کے سلسلہ میں مختلف شاہانِ وقت کو مکتوبات ارسال کئے۔ اس سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ دعوتِ توحید اور اظہارِ مقصود کے لیے ارسال مکتوبات ایک مؤثر ذریعہ ابلاغ ہے کہ اسے حضور ختمی مرتبتؐ نے اختیار فرمایا۔ یہاں یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتِ ارسال مکتوبات بھی حضراتِ نقشبندیہ مجددیہ رحمہم اللہ کے مقدر میں آئی جو فدائیانِ سنتِ مصطفویہ ہیں۔

مکتوبات کی تاریخ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ہر سر دفتر مکتوبات جنہیں بقائے دوام نصیب ہوئی، معارفِ الہیہ کا ایک بحرِ ناپیدا کنار ہیں۔ ان میں اسرارِ طریقت، مقاماتِ ولایت، اصطلاحاتِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی توضیح، شیخ اکبرؒ کے بعض احوال و موجد کی تصریحات، ادا و شرعیہ کے نفاذ کی ترغیب، اچھائے سنت و امانتِ بدعت شرح و بسط سے مندرج ہیں۔ سلوکِ مجددیہ میں ان مکتوبات کا مقام اس قدر بلند ہے کہ مشائخ سلسلہ ان کے مندرجات سے خوشہ چینی کرتے رہے اور مستقبل میں طریقت کے تازہ واردان بساطِ ہوائے دل، ان رشحاتِ پاکیزہ سے اپنا جیب و داماں بھرتے رہیں گے۔ ایسے حضرات کا وجود بیتِ کم ہے جنہیں ان مکتوبات کے مفہم و مطالب پر کما حقہ عبور حاصل ہوا ہے۔ ان مکتوبات کے علاوہ صوفیائے متقدمین کے وہ مکتوبات جو مقاماتِ طریقت کی توضیح و تیسیر میں امتیازی مقام کے حامل ہیں اور جن کی وساطت سے اہل سلوک پر فکر و نظر کی شاہراہیں کشادہ ہوئیں۔ ایک سرسری جائزہ کے ساتھ درج ذیل ہیں :-

مکتوباتِ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ فیضی (۶۶۱ - ۶۸۲) آپ تفسیر، فقہ، حدیث اور تصوف میں سربرآوردہ روزگار تھے۔ مولدِ مبارک بمقامِ منیر ضلع پٹنہ ہے۔ صوفیائے متقدمین میں آپ کی عظمت مسلم ہے۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محبوب الہی اور حضرت بوعلی قلندر رحمہما اللہ کے ہم عصر تھے۔ آپ کے مکتوبات عرفان و حکمت سے لبریز ہیں۔ جو مکتوباتِ صدی، مکتوباتِ دو صدی اور مکتوباتِ بست و ہشت سے موسوم ہیں، ان میں تقویٰ، طہارت، عبادت، تہذیبِ اخلاق، تزکیۂ باطن اور دیگر متصوفانہ مضامین وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں۔ متاخرین میں تمام سلاسلِ ولایت کے اکابر نے آپ کے ارشادات سے استفادہ کیا ہے۔ مکتوباتِ صدی قاضی شمس الدین حاکم چوسہ کے نام ہیں۔ جب کہ مکتوباتِ دو صدی مختلف مریدوں کے نام ہیں۔ موخر الذکر مجموعہ کو زین بدر عربی نے مرتب کیا ہے۔ مکتوباتِ بست و ہشت حضرت کے مریدِ خاص مولانا مظفر بلخی قدس سرہ کے نام ہیں۔ منقول ہے کہ یہ مکتوباتِ دوسو سے متجاوز تھے۔ چونکہ ان مکتوبات میں وہ اسرار و غوامض مرقوم تھے کہ عامۃ الناس کے دل و دماغ ان کے متحمل نہ ہو سکتے تھے۔ لہذا آپ نے انہیں اپنے ہمراہ قبر میں مدفون کرنے کی وصیت فرمادی تھی۔ حسن اتفاق کہ یہ اٹھائیس مکتوبات دفن ہونے سے رہ گئے۔

آپ کی سترہ کے قریب تصنیفات میں سے شرحِ آداب المریدین، لطائف المعانی خلاصہ معدن المعانی، ارشاد الطالبین، فوائد المریدین اور ملفوظات کے دیگر مجموعے خاصے معروف ہیں۔ مکتوباتِ حضرت سید محمد گیسو دراز:۔ آپ حضرت نصیر الدین شاہ چراغ دہلوی علیہ الرحمہ کے خلفائے اجلہ میں سے تھے۔ ہندوستان میں چشتیہ سلسلہ کے فیوض و برکات آپ کے دم قدم سے پھیلے۔ نویں صدی ہجری کے آغاز میں یورشِ تیمور سے پہلے آپ دہلی سے دکن چلے گئے۔ جہاں آپ کی تشریف آوری پر علماء و مشائخ اور لشکر شاہی کے ساتھ آپ کی پذیرائی ہوئی۔ گلزارِ ابرار میں لکھا ہے کہ سلطان احمد بہمن شاہی نے بہت کچھ تعظیم کر کے آپ کو منہ سلطنت

شہ فیضی۔ بضم المیم وفتح النون و سکون الیاء برؤن ڈبیر ہے۔ اس مقام کی نسبت سے آپ فیضی کہلائے۔

پر بھایا۔ تخت، چتر اور علم پیش کئے۔ متعدد پرگنے اور باغات آپ کی خانقاہ کے نام وقف کئے۔

آپ کے مکتوبات کی تعداد چھیا سٹھ ہے۔ مکتوب الیہم میں آپ کے خلفاء شیخ ابوالفتح قریشی، قاضی محمد سلیمان اور دیگر وابستگان سلسلہ شامل ہیں۔ دو مکتوب حضرت شیخ منور اور حضرت شیخ سعد الدین کے نام ہیں جو بنیرگان حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ایک مکتوب سلطان گلبرگہ کے نام ہے۔ آپ کی تحریر نہایت دلنشین اور صوری و معنوی محاسن سے لبریز ہے۔ شیخ علاؤ الدین اور ابوالفتح کالپوی کے لیے دو علیحدہ خلافت نامے اور ایک عام خلافت نامہ بھی تحریر فرمایا تھا۔ عرفان و ادب کے یہ شہ پارے مکتوبات کے آخر میں فصیح و بلیغ عربی زبان میں مرقوم ہیں۔

مکتوبات قدوسیہ :- یہ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی کے ۱۹۳۰ مکتوبات کا مجموعہ ہے چھ زائد مکتوبات جو آپ کے صاحبزادے شیخ حمید الدین کے کتب خانے سے دستیاب ہوئے، وہ بھی اس مجموعے کے ساتھ ملحق ہیں۔ حضرت امام ربانی کے والد بزرگوار حضرت عبدالاحد اور حضرت عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمہ سے سلسلہ کبرویہ میں مجاز طریقت تھے۔

مکتوب الیہم میں عبدالکریم سہارن پوری، شیخ فرید ہانسوی، شیخ ابراہیم تھانیسری، شیخ جلال تھانیسری رحمہم اللہ اور دیگر علماء و مشائخ عصر ہیں۔ سلطان سکندر لودھی بادشاہ دہلی کے نام ایک مکتوب ہے جس میں ائمہ و صلحاء پر شفقت، رعایا کی فارغ البالی اور خلق خدا میں عدل گستری کی ترغیب ہے۔ اس مکتوب کی یہ عبارت شایان ہزار تحسین ہے۔

عدل یک ساعت بہتر و فاضل تر از عبادت شصت سال دیگر است۔

مکتوبات حضرت خواجہ باقی باللہ :- اس مجموعہ مکتوبات کی تعداد ۸۳ ہے۔ مکتوب الیہم میں آپ کے خلیفہ اعظم اور بانی سلسلہ عالیہ مجددیہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، مولینا تاج الدین اور دیگر مریدان سلسلہ ہیں۔ حضرت امام ربانی کی طرف جو مکتوبات ہیں ان میں حضرت مجدد کے استفسارات کا جواب دیا ہے اور آپ کو دیگر مریدوں کی طرف توجہات مبذول کرنے کے لیے کہا ہے۔ بعض مکتوبات میں حضرت باقی باللہ نے اپنے وابستگان طریقت

کو حضرت امام ربانی کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب بھی دلائی ہے۔ مجموعے کے آغاز میں قرآن حکیم کی مختلف سورتوں کے خواص اور مقامات کا بیان ہے۔ فارسی مکتوبات کے بعد ان کا اردو ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے۔

اکابر متاخرین جن کے مکتوبات لوامع عرفان سے معمور ہیں، حیطہ تحریر سے باہر ہیں اور قلم ان کی عظمت و شان کے کما حقہ بیان سے عاجز ہے۔ بعض مشائخ کبار کے مکتوبات جنہیں خصوصی قبولیت نصیب ہوئی، درج ذیل ہیں :-

۱۔ مکتوبات حضرت سیخ کلیم اللہ شاہ بھمان آبادی۔

ب۔ مکتوبات سعیدیہ۔ حضرت امام ربانی کے صاحبزادے محمد سعید کے مکتوبات

ج۔ مکتوبات حضرت شاہ غلام علی دہلوی

د۔ مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد قندھاری۔ موسیٰ زئی شریف

مکتوبات معصومیہ کا یہ مجموعہ جو ہدیہ ناظرین ہے، اسرار الہیہ اور انوار قدسیہ کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ کے پاکیزہ ارشادات کا ایک لازوال شاہکار ہے۔ ان کی حیثیت و افادیت کا دائرہ مزید وسیع ہو جاتا ہے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ بیشتر تاریخی و ادبی شخصیات، اپنے دور کی مقتدر، مستیوں اور ان کی نیاز مند یوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ سالکین طریقت کی ایک کثیر جماعت کے علاوہ عمائد عصر اور اعیان سلطنت آپ کے حلقہ عقیدت میں شامل تھے۔ بعض آپ کے مریدوں کے زمرہ میں تھے اور بعض اصلاح باطن کی خاطر آپ سے منسلک تھے۔ یہ وہ دور تھا جس میں فارسی نظم و نثر اپنی بے مثال تابناکیوں کے ساتھ افق ادب پر جلوہ گر تھی۔ نظم و نثر کے جو اہر پارے اور وہ معرکہ الآرا تخلیقی ادب جس میں تخیل کی بلند پروازی ہے، اسی دور کا طرہ امتیاز ہے۔ مرصع اور مستحج عبارات آرائی فارسی نثر میں رواج پائی تھی۔ علم و فضل کا چرچا تھا اور زبان فارسی ہی ذریعہ ابلاغ تھی۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ علیہ نے اس کے اسلوب بیان کو اختیار کر فرمایا مگر اس کی دور از کار تکلف آرائی سے اجتناب کیا اور ایک رواں دواں، موجز اور لبریز معانی نثر کو پیرایہ اظہار بنایا۔

امت محمدیہ علیٰ صاحبہا التیمۃ والتسلیم کے افراد پر حضرت خواجہ معصوم رحمہ اللہ کا یہ احسان عظیم ہے کہ انھوں نے اپنے والد ماجد حضرت امام ربانی قدس سرہ کی اقتداء میں امت مسلمہ کو شریعت مقدسہ کی مرکزیت پر جمع فرمایا۔ اپنی عملی زندگی اور ارشادات عالیہ سے اس مرکزیت کو استحکام بخشا اور ایسا زندہ جاوید استحکام جو طالبانِ رشد و ہدایت کے لیے ابد الابد تک مشعلِ راہ بنا رہے گا۔

اس وقت حضرت خواجہ معصوم رحمہ اللہ کے سامنے دو عظیم امور کی انجام دہی تھی۔ سب سے مشکل اور اولین کام کفر و الحاد کی یورش کا مقابلہ اور اس فتنے کا استیصال تھا۔ جس کی تخم ریزی اکبری دور میں ہو چکی تھی اور جس کی شاخ بے ثمر دارا کی صورت میں نمودار ہوئی۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے اس حقیقت کے رُخ سے یوں نقاب کشائی فرمائی ہے:

تخم الحادے کہ اکبر پرورید

باز اند فطرت دارا دمید

دوسرا اہم کام تشنگانِ معرفت کی باطنی تربیت کے ساتھ، آرزوئے انوار و تجلیات کی بجائے انہیں اخلاصِ عمل کی ترغیب دینا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے ہر دو میدان سُر کیے اور نہایت خوش اسلوبی سے ان ہر دو مقامات میں سرفراز و کامران رہے۔ وہ زعمائے سلطنت جن کے قلب و نظر اکبری دور کے ملحدانہ نظریات سے مسموم ہو گئے تھے، ان کی تطہیر فرمائی اور انہیں بارگاہِ شریعتِ حقہ کی اتباع پر لے آئے۔ تمام رسومِ قبیحہ اور بدعاتِ فاسدہ کو یک قلم منسوخ کر دیا اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی مدابہنت کو گناہ سمجھا۔ آپ کی بارگاہِ اقدس سے فیض یاب ہونے والوں پر بھی اسی شان کا غلبہ تھا۔ مثال کے طور پر آپ نے اوزنگ زیب عالمگیرؑ کے اصرار پر اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ سیف الدینؒ کو بادشاہ کی باطنی تربیت پر مامور فرمایا۔ حضرت خواجہ سیف الدین علیہ الرحمہ کی قوتِ ایمانی اور شعائرِ اسلامی کے نفوذ کا جذبہ لائق ہزار ستائش ہے کہ آپ اس وقت تک شاہی محل میں داخل نہ ہوئے جب تک آپ نے شیروں کے ان جھمٹوں کو نہ اُتر دیا جو سو سال سے زیادہ عرصہ تک دروازوں پر نصب رہے۔ اس تاریخی واقعہ پر مزید غور کیا جائے تو

یہ حقیقت بجلی کی سرعت کے ساتھ گوشہ ذہن پر اُبھراتی ہے کہ حضرت خواجہ معصومؒ کے  
انفاسِ طیّبہ سے تربیت پانے والے اور آپ کے باطنی کمالات کے منظر و وارث حضرت  
سیف الدین رحمۃ اللہ کا فرانہ رسوم کے خلاف کس قدر مجاہدانہ عزم رکھتے تھے اور ان میں غیرتِ  
اسلامی کا وہ جذبہٴ کامل موجود تھا جو بدعت و کفر کی دیواروں کو یک لخت منہدم کر سکتا تھا۔  
ز تمکین جہاں وارستہ درویش خود آگاہ ہے

جلالِ پادشاہی رانسجد با پر کا ہے

یہاں یہ ذکر بے عمل نہ ہو گا کہ اگر دورِ حاضر کا کوئی مصلح ہوتا، تو وہ ان مجتہدوں کو نگاہِ غلط انداز  
سے دیکھتے ہوئے خراماں خراماں ایرانِ شاہی میں داخل ہو جاتا۔ انابت الی اللہ اور رعوت  
نفس سے اجتناب کے بارے میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ کا مکتوب بنام اوزنگ نیب  
عالمگیر کس قدر ایمان افروز ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں :-

مکن از کمالِ نادانی ذاتِ خود را فراموش ساخته است و از شرارت و نقص ذاتی  
خود چشم بستہ بہ کمالاتِ عاریتی خود را خیر و کمال خیال کردہ است و مبداءِ خیرات دانستہ و بنیادِ  
دراز بریں بے بنیاد نہادہ و ازین رنگزد دعویٰ ہمسری بہ مولائے خود جلّ شانہ پیدا کردہ و  
رعوت و انانیتِ آمارہ ازین جاناشی گشتہ و ظلّ کہ منشاے نقص و شرارت است خود را بہ  
تہمت بہ عنوانِ اصل ہویدا کردہ و بر نظار گیاں جلوہ داد، بیت

پری نہفتہ رخ و دیو در بر کشد و بناز بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوا لعجبی است

لہٰذا مکن نے کمالِ نادانی سے اپنی ذات کو فراموش کر دیا ہے۔ وجود کے نقص و شر سے آنکھیں بند  
کر کے عاریتی کمالات کے باعث خود کو اسرارِ خیر و کمال خیال کر رہا ہے۔ اپنے آپ کو خوبیوں کا منبع سمجھ کر  
اس بے اصل خیال پر وسیع بنیاد استوار کئے ہوئے ہے۔ وہ اس طریق سے اپنے مالکِ حقیقی کے سرفقا  
دعویٰ ہمسری کر رہا ہے۔ نفسِ آمارہ کی رعوت و انانیت اسی مقام سے پیدا ہوتی ہے۔ عجیب بات ہے  
کہ اصل جو خوبی و جمال سے آراستہ ہے مستور و مخفی ہے اور ظلّ جو نقص و شر کا مرکز ہے عنوانِ اصل  
کالبادہ اوڑھے اہلِ نظر پر جلوہ گر ہے۔ پری اپنے چہرے کو چھپائے ہوئے ہے اور دیو ناز و کرشمہ  
دکھار رہا ہے۔ عقل حیرت کے باعث جل گئی کہ یہ عجیب و غریب تماشہ ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے آخری لمحات تک ان کے ساتھ رہے پھر اہل سلوک کی تربیت کا انداز، شریعت مظہرہ کے رسوخ و نفاذ میں سعی بلیغ، نظام باطل سے تصادم، بدعات و رسوم بد کا استیصال۔ یہ سارا طریق کار جو امام ربانیؒ کی حیات مبارکہ کا شعار تھا کہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے سامنے ایک مثالی پیکر کی صورت میں موجود تھا۔ مزید برآں حضرت امام ربانیؒ نے انہیں غلوت ہائے خاص میں حروف مقطعات کے اسرار و غوامض اور معارف سلوک و عرفان سمجھائے تھے۔ اس تربیت و القاء کے بیش بہا اثرات اس وقت مترتب ہوئے جب والد ماجدؒ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے دورِ سجادہ نشینی میں نہ صرف اسی طرز و اسلوب تبلیغ کو اپنایا بلکہ اسے وسعت دے کر اوج کمال تک پہنچا دیا۔ آپ کی تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ الذہب پچاس سال تک پھیلا ہوا ہے۔ حسن اتفاق کہ عالمگیری کا دور حکومت بھی قریباً اتنے ہی سال ہے۔ آپ کے حلقہ ادب میں شاہجہانی و عالمگیری دور کے امراء و زعماء سے لے کر برصغیر میں بسنے والے عامۃ المسلمین شامل تھے۔ بلکہ فیضِ رسائی خلق کا دائرہ کابل، قندھار اور بلادِ اسلامیہ تک وسیع تھا۔ یہ تاجدارِ فقر ہے جسے تائید و نصرتِ الہی اور اتباعِ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پناہی نصیب ہے کہ شاہانِ وقت کی نگاہیں ایک درویشِ حق آگاہ کے آسانے کی طرف اٹھتی ہیں اور اس سے طلبگار دعا ہوتی ہیں مگر وہ عارفِ کامل اس تمام شان و شوکت سے بے نیاز ہے۔

بلے خود ہمتِ درویش چوں خورشیدی باید

کہ سامانش ہمہ شاہی و او فارغ ز سامانش

آپ کا سلسلہ بیعت و عقیدت ثقہ تذکرہ نگاروں کے قول کے مطابق ۹ لاکھ مریدوں اور ۷ ہزار خلفاء پر مشتمل تھا لہذا ان طالبانِ حق کو آسانے سلوک جو دشواریاں اور موانع پیش آتے رہے، آپ انہیں مراسلت و مکاتبت کے ذریعے حل فرماتے رہے۔ طریقت کے اسرار اور مسائل کی نوعیت اکثر و بیشتر وہی تھی جو حضرت امام ربانیؒ کے دور میں تھی مگر حل مطالب کے دوران ان کی حیرت انگیز صورتیں سامنے آئیں اور احوال و مقامات کے بشمار گوشے روشن سے روشن تر ہوتے چلے گئے۔ چنانچہ مکتوباتِ معصومیہ میں کہیں حضرت مجددؒ کے ارشادات کے حوالے



ہیں اور کہیں ان ارشادات مبارکہ کی توضیح و تشریح ہے۔ یہ توضیحات مکتوبات امام ربانیؒ کے مطالب کی تسہیل میں اس درجہ ممد و معاون ہیں کہ ان کا مطالعہ حضرت مجددؒ کے مکتوبات پر عبورِ کامل کے لیے ناگزیر ہے۔ اکثر اکابر مجددیہ کے ہاں یہ معمول تھا کہ فرقہٴ خلافت عطا کرنے کے بعد اپنے خلفاء کو مسائلِ طریقت کے حل کے لیے ہر سہ دفتر مکتوباتِ معصومیہ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جب شاہ غلام علی دہلویؒ کو خلافت سے نوازا تو مکتوباتِ معصومیہ کے ہر سہ دفتر بھی عطا کئے۔

مشتے نمونہ از فروارے کے مصداق انوار و تجلیاتِ باطن کے سلسلہ میں امام ربانیؒ کے ایک مکتوب سے بعض مندرجات پیش کئے جاتے ہیں۔ جن کی توضیح و تشریح ہمیں مکتوباتِ معصومیہ میں نظر آتی ہے۔ مکتوباتِ امام ربانیؒ کے دفتر سوم مکتوب ۱۴۸ میں حضرت مجددؒ نے تصادقِ کابلی کو یوں تحریر فرمایا ہے۔

مکتوبہ شاکفہ شدہ است کہ زہار بتوسطِ روحانیاتِ مشائخ و امداداتِ ایشاں مغرور نشوید کہ آن صورِ مشائخ فی الحقیقت لطائفِ شیخِ مقدما است کہ ہاں صورِ ظہور نمودہ است۔ قبلہ توجہ را وحدت شرط است۔ توجہ را پرانگندہ ساختن موجبِ خسراں است عیاذاً باللہ سبحانہ! اس پاکیزہ موضوع کی شرح و تفصیل مکتوباتِ معصومیہ کے مکتوب ۲۳ میں مرقوم ہے۔ یہ مکتوب خواجہ عبداللہ کولابیؒ کے نام ہے۔ اس میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے نہایت لطیف اور عظیم الشان معارف بیان فرماتے ہیں۔ تحریر کی سلسلہ جنابانی اس انداز پر ہے۔ نوشتہٴ بوند کہ اگر طالبے را ایں دید روئے دید کہ بہ چشمِ ظاہر ارواحِ طیلبہ مشاہدہ اومی شدہ باشد در بابِ اوچ حکم است۔ مخدوما! مشاہدہٴ ارواحِ خواہ بہ چشمِ سر بود خواہ بہ چشمِ سر

۱۔ تم سے کئی بار کہا گیا ہے کہ ارواحِ مشائخ کے توسط اور ان کی امداد پر معذور نہ ہو جاؤ کہ وہ مشاہداتی صورتیں حقیقت میں پیرِ طریقت کے لطائفِ باطن ہیں جو ان تجلیات میں ظہور پذیر ہیں۔ قبلہ توجہ کے لیے وحدت شرط ہے۔ توجہ کا انتشار موجبِ خسار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

۲۔ آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ اگر کسی طالبِ حق کو یہ معاملہ پیش آجائے کہ وہ ظاہری آنکھوں سے

داخل بیچ کمال نیست و منزلی از منازل قرب باں وابستہ نہ، کمال بائت کہ باطن از دید و  
دانش ماسوی وارہ و نامے و نشانی از غیر در دیدہ سر نماذک  
تو مباش اصل کمال این است و بس.....

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مشاہدہ ارواح طیبتہ کو شیخ کابل کے لطائف قرار  
دے کر طالب حق کو نسبت شیخ کے حصول تام کی طرف توجہ دلائی ہے اور فنا فی شیخ کی ترغیب  
دی ہے جو بلاشبہ ایک عظیم اور اہم کام ہے۔ مگر اس کی تشریح و توضیح حضرت خواجہ محمد معصوم  
نے ایک ایسے پاکیزہ انداز میں فرمائی کہ اصل موضوع کی لطافت کو باہم عروج تک پہنچا دیا۔  
جیسا کہ مکتوب سے نمایاں ہے آپ نے فرمایا کہ منازل عرفاں کی کوئی منزل ان مشاہدات و  
تجلیات سے وابستہ نہیں۔ اس کے بعد مزید رقم فرمایا ہے کہ ان مشاہدات کی حیثیت  
اصل کلام میں صنائع و بدائع سے بڑھ کر نہیں کہ ان سے ظاہر عبادت میں زیب و زینت کا  
اضافہ تو ضرور ہو جاتا ہے مگر انہیں بلاغت کلام میں کوئی دخل نہیں اور بسا اوقات یہ الوار و  
تجلیات سالک کو زعم کمال میں ڈال کر گوہر مقصود کے حصول میں رکاوٹ پیدا کر دیتے ہیں۔ اگر  
ان میں احتمال مضرت نہ ہو، تو ان کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اس شکل میں رونما ہوتا ہے کہ وہ  
اشنائے سلوک طالب حق کے مدد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ آپ کے حسب ارشاد اصل کمال  
یہ ہے کہ "باطن از دید و دانش ماسوی وارہ" (باطن ماسوی اللہ کی دید و دانش سے نجات پا  
جائے)۔ سبحان اللہ! حضرت قیوم زماں خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کا یہ ارشاد آب زر سے  
کھننے کے قابل ہے۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ مختصر سا جملہ سیر و سلوک اور جمیع مقامات

بزرگوں کی ارواح طیبتہ کا مشاہدہ کر رہا ہو تو اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ اے مخدوم!  
مشاہدہ ارواح خواہ ظاہری آنکھوں سے ہو یا نگاہ باطن سے وہ کسی کمال میں داخل نہیں اور نہ  
ہی منازل قرب کی کوئی منزل اس سے وابستہ ہے۔ کمال یہ ہے کہ باطن ماسوی اللہ کی دید و  
دانش سے نجات پا جائے اور چشم باطن میں غیر اللہ کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہے۔ بس کمال ہی  
ہے کہ تیری اپنی ہستی بھی باقی نہ رہے۔

عرفان کو محیط ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ تزکیہ باطن ہی اصل تصوف ہے اور وہی تمام معارف و حقائق کا منتہا ہے۔

مکتوباتِ معصومیہ کی زبان تعقید سے مبرا، واضح اور سہل ہے۔ اندازِ بیان نہایت پاکیزہ اور عینِ اسلامی ہے کہ ہر مکتوب کا آغاز حمد و صلوة اور اصحابِ کرامؓ کی توصیف سے ہے۔ اس کے بعد مکتوب الیہ کے مختلف مسائل کا اندراج اور ان کا جواب نہایت لطیف و دلنشین پیرائے میں رقم فرمایا ہے۔ آپ کے تمام مکتوبات شریعتِ مطہرہ کی پیروی، سنتِ نبویؐ کی اتباعِ کامل، اسرارِ طریقت، صلوة پنجگانہ پر مداومت، اس کے انوار و تجلیات، بدعات سے اجتناب، ذاتِ باری تعالیٰ میں فنا کے نام، دوامِ حضور اور دیگر لطائف و برکاتِ سلسلہ پر مشتمل ہیں۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے تسہیلِ بیان کے لیے بسا اوقات اثنائے تحریر آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویؐ سے بھی استدلال فرمایا ہے۔ جہاں کہیں مکتوب الیہ کے استفسار پر کسی آیتِ قرآنی کی تفسیر فرمائی ہے، وہاں آپ کی عظمت و توقیر ایک بلند پایہ مفسر و محقق کی حیثیت سے ہماری نگاہوں کے سامنے اُبھرتی ہے اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کی شانِ قیومیہ تابناک نظر آتی ہے۔ مکتوباتِ معصومیہ کے مکتوب نمبر ۲۴ میں، جو تلا مشاق برک کے نام سے آپ نے الخِ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ط کی حیرت انگیز تفسیر بیان کی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:-

”یہ حکم نوعِ انسان کی خلافت کا ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی خصوصیت نہیں۔ خوزری اور فساد انگیزی نوعِ انسان میں ہے۔ فطرتِ آدم میں نہیں۔ جس طرح کہ ملائکہ کا جواب اَتَجَعَلُ فِيهَا مَنْ يَفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ ج اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔“

بعض مقامات پر قاضی بیضاوی اور دیگر مفسرینِ کرام کی عبارات سے بے شمار لطیف نکات اور معارفِ عالیہ کا استنباط فرمایا ہے۔ ورع و تقویٰ نے اختیار کرنے اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی رعایت کے سلسلہ میں احادیثِ نبویہؐ بیان کرتے کے بعد ان کی تعمیل کو لوازمِ شریعت سے قرار دیا ہے۔ معانی و بیان، پند و مرعفت، ارشاد و تلقین اور ترغیب و تمہید کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جس کی جامع تفصیل مکتوباتِ معصومیہ کے مندرجات میں موجود نہ ہو۔

کوئی مریدِ خاص ہو یا عام عقیدت مند در دراز علاقوں میں بسنے والے نیاز مند درویش سے لے کر اوزنگ زریب غالب تک ہر مکتوب الیہ کے سٹا آپ کی نگارش کا یہی انداز ہے۔ یوں نظر آتا ہے کہ ایک ایسا آفتابِ درخشاں ہے جس کا مطلع اتباعِ سرورِ کائنات ہے جس کی شعاعیں چار دانگِ عالم کو منور کر رہی ہیں، جس کی ضیا پاشیاں خلقِ خدا کے چہروں کو روشن کرنے کے بعد ان کے قلب و سینہ اور رگ و پے کو گرم کر رہی ہیں۔ ایک ماہتاب ہے کہ کفر و الحاد کے گوشہ ہائے تیرہ و تار کو نور میں بدل رہا ہے اور ظلمتِ شب سے لرزاں نفوس کو وجودِ سحر کا پیغام دے رہا ہے۔ ایک گوہرِ آبدار ہے جس کی امواجِ نور و لطافت ہر اہل نظر کو تقدیس و تطہیر کی بشارت دے رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ بہ طفیلِ سیدِ خیر الانام مکتوباتِ معصومیہ کے چشمہ کرم سے ہر طالبِ حق کو فیض یاب فرمائے ۰

ضعفائے جانت اسرارِ ازل راتر جہاں باشد  
پشتِ گرز مکتوباتِ معصومِ ارمغانِ باشد

حافظ محمد قاضی فقیر

لاہور

۲ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

## مقدمہ

اما بعد — اہل اللہ کے ملفوظات اور ان کے اقوال و ارشادات آج بھی دلوں کی سرد بھری کو گرمی، عشق میں تبدیل کرنے کی تاثیر رکھتے ہیں۔ ان کلماتِ طیبات کو پڑھ کر اور سن کر خدا اور اس کے رسول کی محبت، ترقی پذیر ہوتی ہے۔ عملِ صالح کا جذبہ بیدار اور آخرت کا یقین تازہ ہوتا ہے۔ ان کے ذریعہ نہ صرف قرآن و حدیث کی عظمت دل میں جاگزیں ہوتی ہے بلکہ قرآن و حدیث کے بہت سے حقائق و معارف منکشف ہوتے ہیں۔

بزرگوں کے ارشادات و کلمات جب مکتوبات کی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں تو ان کے افادات میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان مکتوبات کے آئینے میں بزرگوں کی قلبی کیفیات اور اندرونی احساسات و واردات کا جلوہ انتہائی آب و تاب کے ساتھ پیش نظر ہو کر دعوتِ کیفیت و سرور دیتا ہے۔ ان متبرک تحریروں میں اللہ و رسول کے ارشادات کی ترجمانی، دینی دعوت، سلوک و احسان کی طرف رہنمائی، تزکیہ نفس اور ذکر اللہ کی تلقین، دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی پائیداری کا بیان، اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانات کی تذکیر اور اس پر اعتماد و توکل کی ترغیب، نوضکہ وہ تمام اعلیٰ مضامین ہوتے ہیں جن پر عمل پیرا ہونا دارین میں خصوصاً آخرت میں کامیاب زندگی اور ابدی فوز و فلاح کا ضامن ہے۔

بزرگوں کے ملفوظات کی طرح ان کے مکتوبات مرتب کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری بہاری کے مکتوبات اپنی خاص نوعیت اور تاثیر کے لحاظ سے غالباً سب سے پہلے باقاعدہ مرتب ہو کر شہرت اور بقائے دوام کے بلند مقام پر جلوہ گر ہوئے۔ بعد ازاں شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی برد اللہ مضجوع کے

کے مکتوبات، وادی سلوک کے سالکین اور علم معرفت کے طالبین کے لئے رشد و ہدایت کا خزانہ اور اخلاقِ حسنہ کا ذخیرہ اپنے پہلو میں لے کر افقِ ہند پر بصدِ شانِ دلربائی و رُوح پروری نمودار ہوئے۔ ہندوستان کی اس آخری سہ صد سالہ تاریخِ ملت میں جو مکتوبات بامِ اخلاص و ولایت اور مقامِ دعوت و عزیمت پر سب سے زیادہ نمایاں ہوئے۔ وہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نور اللہ مرقدہ کے مکتوبات ہیں۔ یہ مکتوبات تین جلدوں میں ہیں، اور شریعت و طریقت سے متعلق بلند پایہ حقائق و معارف کے علاوہ اپنے عہد کی مذہبی و سیاسی تاریخ پر بھی اچھی خاصی روشنی ڈالتے ہیں اور دورِ اکبری کے عظیم ترین دینی فتنہ کو فرو کرنے میں حضرت مجددؒ کی جو مساعیٰ جمیلہ بروئے کار آئیں، ان کا بھی ان سے بہت کچھ پتہ مل جاتا ہے۔ یہ مکتوبات ہر دور کے مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ، اور چراغِ ہدایت ہیں۔ اپنے دور کے امراء، حکام، علماء، مشائخ اور عوام و خواص کو دینی، اخلاقی، روحانی اور تبلیغی نقطہ نظر سے جو کچھ ارقام فرمایا ہے، وہ بلحاظِ افادہ آج بھی تمام طبقات کی صلاح و فلاح کا ضامن ہے۔ ان مبارک نوشتوں میں بڑی تابانی اور پوری رعنائی کے ساتھ افرادِ ملت بیضاء کے لیے دارین کی بہبودی کا سامان موجود ہے۔ ان کو پڑھ کر اللہ و رسولؐ کی محبت اور کتاب اللہ کی عظمت دل میں پیدا ہوتی ہے، ذکر اللہ، اتباعِ سنتِ رسول اللہؐ کا شوق بیدار ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی محبت دل میں موجزن ہوتی ہے اور طریقِ اہل سنت پر اطمینان و یقین کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ دُنیا ئے دنی کی حقیقت معلوم کر کے اس سے دل سرد ہو جاتا ہے اور آخرت کی فکر ساری فکروں پر غالب آجاتی ہے۔ تبلیغی جدوجہد کے منافع سامنے آتے ہیں اور اعلیٰ کلمۃ اللہ کی اُمنگ پیدا ہوتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بعد ان کے صاحبزادے عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصومؒ آپ کے وارث و جانشین ہوئے، انھوں نے بھی ایمان و عشق کی دولت سے مالا مال ہو کر اللہ کا پیغام بے شمار انسانوں تک پہنچایا، اور اس کے لاکھوں بندوں کو اس کی راہ پر لگایا۔ نبی عربیؐ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو رائج کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ شاہوں، امیروں، اپنے وقت کی اہم

شخصیتوں، عالموں اور عامیوں کو اپنے نفسِ گرم کی تاثیر سے متاثر کیا — وہ دراصل اپنے والد ماجد کی دولت کے وارث و امین اور ان کے علوم و معارف کے شارح تھے اور ان کے نقشِ قدم پر چل کر اُمتِ مسلمہ کے اندر اصلاحی جدوجہد میں تادمِ آخر مشغول رہے۔ انہوں نے اپنے پنجاہ سالہ دورِ اصلاح و تربیت میں جو مکتوبات تحریر فرمائے، وہ بھی تین جلدوں میں ہیں — ان میں بھی عقائد و کلام، عبادات و معاملات، مقامِ احسان و تقویٰ، تزکیہ نفس، تہذیبِ اخلاق اور اصلاحِ اعمال سے متعلق ارشادات و تفصیلات ہیں، کیفِ آفریں اور وجدانِ مضامین ہیں۔ ایمان افزا اور بصیرت افروز علوم ہیں۔

**مکتوباتِ معصومیہ کی جلدیں** | مکتوباتِ معصومیہ کی تین جلدیں ہیں ان میں پہلی جلد کے مرتب خواجہ محمد معصوم کے صاحبزادے خواجہ عبید اللہ سرہندی ہیں — ترجمہ کرتے وقت مطبعِ نظامی کی مطبوعہ، جلد اول میرے سامنے رہی — دوسری جلد "وسیلۃ السعادة" کے نام سے موسوم ہے، اس کے مرتب میر شرف الدین حسین بن میر عماد الدین محمد الحسینی الہروی ہیں — اس جلد کو انہوں نے صاحبزادہ محترم حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی کی فرمائش پر مرتب کیا ہے۔ اس جلد کی بعض داخل شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مجموعہ اگرچہ ترتیب کے لحاظ سے موخر ہے مگر تحریر کے لحاظ سے مقدم ہے۔ اس دیباچہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ: —

"حسب فرمائش صاحبزادہ مذکور مکتوباتِ متفرقہ کو قیدِ کتابت میں لا کر جلدِ ثانی کو ترتیب دیا گیا ہے۔"

یہ جلدِ ثانی جو لدھیانہ پریس کی مطبوعہ تھی، سب سے پہلے میرے مطالعہ میں آئی اور سب سے پہلے اسی کے ترجمہ اور تلخیص کا کام میں نے انجام دیا — تیسری جلد خواجہ محمد عاشور بخاری کی ترتیب دی ہوئی ہے۔ بروقت ترجمہ اس جلد کا نسخہ، مطبوعہ امرتسر میرے پیش نظر رہا —

**رجالِ مکتوبات** | یہ کام ایک مستقل کام تھا جس کے لیے بڑی جستجو اور تحقیق کی ضرورت تھی۔ جہانگیری، شاہجہانی دور کے ائمہ اور علماء و مشائخ کی مکمل و مفصل

تاریخ سامنے ہو اور پھر فرصت بھی ہو تو یہ کام کسی نہ کسی درجہ میں انجام پائے۔ مجھ بے بضاعت کے پاس نہ اتنا وقت نہ اتنی صلاحیت کہ اس عظیم کام کو پورا کر سکوں۔ پھر بھی جتنا کچھ ہو سکا ہے اس سلسلہ میں کام کیا۔

اس سلسلہ میں "نزہۃ الخواطر" مؤلف علامہ حکیم سید عبدالحمید حسنی رائے بریلوی نے میری بڑی رہنمائی کی۔ مگر نزہۃ الخواطر میں علماء و مشائخ کے علاوہ صرف ان امراء کا تذکرہ ہے جو صاحب علم و فن ہوئے ہیں۔ خالص امراء کا تذکرہ اس میں نہیں ہے۔ اس لیے دوسری کتابوں کی طرف مراجعت کرنا پڑی۔

• ناثر الامراء" مؤلف سید عبدالرزاق خوانی نے بہت سے ایسے امراء کا پتہ بتایا جو خواجہ محمد معصوم سے وابستہ تھے اور جن کو ان سے مکاتبت کا شرف حاصل ہے۔

ایک دشواری یہ پیش آئی کہ مکتوب کے سرنامہ پر مکتوب الیہ کا نام درج ہے اور تاریخ میں وہ کسی لقب سے مشہور ہے یا اس کا لقب مکتوب میں ہے تو تاریخ میں وہ نام سے مشہور ہے۔ پھر ایک ہی دور میں ایک ایک لقب کے کئی اشخاص ہیں۔ ایسی صورت میں یہ متعین کرنا کہ ان میں مکتوب الیہ کون ہے؛ بعض اوقات بہت مشکل ہو گیا۔ مثلاً شمشیر خاں جن کے نام اس مجموعہ میں سب سے پہلا مکتوب ہے۔ متعین نہ ہو سکے۔ اس لیے کہ حسب ذیل شمشیر خاں خواجہ محمد معصوم کے مکتوب الیہ بن سکتے ہیں:

۱۔ میر محمد یعقوب مخاطب شمشیر خاں بن شیخ میر، از امرائے عالمگیر شاہی۔

۲۔ شمشیر خاں بن علی خاں ترین از کبار علمائے شاہجہانی و عالمگیری۔

۳۔ شمشیر خاں بن شیر خاں از امرائے شاہجہانی۔

اسی طرح تین ہمت خاں تھے جو علیحدہ علیحدہ نام رکھتے تھے اور ہم عہد تھے۔ ان میں

ہمت خاں میر علیسی کو متعین کرنے میں کافی غور و خوض اور قرآن سے کام لینا پڑا۔

اسی طرح تربیت خان ایک مکتوب الیہ ہیں اور اس لقب کے کئی اشخاص تاریخ میں

ملتے ہیں اور ان میں کاہر ایک زبانہ کے لحاظ سے مکتوب الیہ بن سکتا ہے مگر مکتوب کسی ایک

ہی تربیت خاں کے نام ہے اس کو متعین کس طرح کیا جائے۔ حسب ذیل اشخاص اس



لقب کے تاریخ میں ملتے ہیں : —————

۱۔ فخر الدین احمد برلاس النخاطب بہ تربیت خاں از امرائے شاہجہانی -

(متوفی ۱۰۵۲ھ)

۲۔ تربیت خاں میر آتش جو آخر عہدِ خلد مکان (عالمگیری) میں عہدہ دار ہوئے۔

۳۔ تربیت خاں شفیق برلاس ————— (متوفی ۱۰۹۶ھ)

ممکن ہے آئندہ میں ان میں سے کسی ایک کی تعین تشخیص پر مطمئن ہو جاؤں یا کوئی صاحب جن کو سوانح و سیر سے دلچسپی ہو میری رہنمائی فرمادیں۔

بعض امراء وہ تھے جن کا ماثر الامراء میں بھی نام و نشان نہیں — ایسے اشخاص کی نشاندہی کے لیے مجھے رضالائبریری رام پور کے ایک اہم تاریخی مخطوطہ (تاریخ محمدی) سے مدد حاصل ہوئی۔ اس کتاب میں ہر ورق پر ایک سن قائم کر کے اس سن میں جتنے مشاہیر کی وفات ہوئی ہے ان کے نام مع ایک سطر ہی حال کے لکھ دیئے ہیں۔

مؤلف نے درجنوں تاریخ و تذکرہ کی کتابوں سے ثقہ لوگوں کی روایتوں سے اور مختلف ذرائع سے بارہویں صدی ہجری تک کے رجال کی اس عظیم الشان کتاب کو مرتب کیا۔ سید نورزگر (بارہہ) ایک مکتوب الیہ ہیں — ان کا نام چونکہ عجیب قسم کا تھا اس لیے خیال ہوتا تھا کہ شاید کاتب کی مہربانی سے کچھ کا کچھ نام لکھا گیا، مگر تاریخ محمدی دیکھ کر طمیان ہوا کہ اس نام کی ایک عظیم شخصیت سیف خاں کے لقب سے ساداتِ بارہہ میں بعہد عالمگیری ہوئی ہے۔

ایک مکتوب الیہ رعایت خاں ہیں — ان کا تاریخ محمدی میں ۱۰۶۳ھ کے ماتحت

ان لفظوں میں تعارف ملا : —————

”رعایت خاں از امرائے شاہجہانی و عالمگیری شاہی در فوجداری

سیستان فوت شد“ —————

دورِ عالمگیری کے متعدد عالی مرتبہ امراء حضرت خواجہ محمد معصوم سے روحانی تعلق رکھتے

ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ موجودہ تاریخیں ان کا صحیح صحیح مختصر سا حال بھی بتانے سے پہلو تہی کرتی ہیں۔۔۔۔۔ رجال مکتوبات امام ربانیؒ اور رجال مکتوبات معصومیہ کا کام کم از کم اب سے ڈیڑھ سو سال پیشتر ہو چکا ہوتا تو یہ دشواریاں پیش نہ آتیں جو آج پیش آئیں۔ بہر حال میں نے حتی الامکان ان رجال کا پتہ چلایا ہے۔۔۔۔۔ روضۃ القیومیہ سے بھی اس سلسلہ میں مدد لی گئی۔ اس میں غیر ضروری باتیں تو بہت کچھ ہیں اور رجال سے بھی بحث کی گئی ہے لیکن اہم شخصیات کی سوانح کا اہتمام نہیں کیا ہے۔ البتہ اس سے اتنا معلوم ہو گیا کہ یہ حضرات خلفاء میں سے ہیں اور یہ ارادتمندوں میں سے۔

میں نے میرک معین الدین احمد کا تذکرہ ذرا تفصیل سے کیا ہے۔ بدیں وجہ کہ ماثر الامراء میں ان کا تذکرہ بسط و تفصیل سے ہے۔ میں نے قریب قریب ان کے تمام اہم واقعات و سوانح کو ماثر الامراء سے اخذ کر لیا ہے۔ ان کا لقب امانت خاں تھا، لقب کے لحاظ سے پہلے جلد میں ان کا تذکرہ لکھا گیا ہے۔ نام کے لحاظ سے میم کی فہرست میں ان کا اندراج نہیں ہے۔ مکاتیب ایہم میں بعض پردہ نشین خواتین بھی ہیں۔ مثلاً جاناں بیگم بنت عبدالرحیم خانخاناں۔ ان کے حالات بھی جتنے بہم پہنچ سکے لکھے گئے ہیں۔ جاناں بیگم اس لحاظ سے ہندوستان کی مسلم مستورات و مخدرات میں اہمیت رکھتی ہیں کہ انہوں نے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی تھی۔

یہ امراء و حکام اور اعلیٰ منصب دار جن کے نام مکتوبات میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ سے بیعت کا تعلق رکھتے تھے یا نہیں؟۔ تاریخ و تذکرہ میں اس پہلو کو کہیں واضح نہیں کیا گیا مگر مکتوبات کے طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر حضرت موصوفؒ سے تربیت اور اصلاح باطن کے رشتے سے منسلک تھے۔ علاوہ ازیں وہ اوصاف حمیدہ و خلاق حسنہ جو ان کو دیگر امراء و حکام سے ممتاز کرتے ہیں وہ بھی صاف طور پر اعلان کر رہے ہیں کہ کسی درویش خدا پرست کے روحانی و اخلاقی اثرات سے یہ لوگ متاثر ہوئے ہیں۔ شروع میں خواجہ محمد معصومؒ کے مفصل حالات درج ہیں اور شروع ہی میں اس شاہ درویش دوست (عالمگیر اوزنگ زیبؒ) کے ضروری ضروری سوانح بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔

جو حضرت خواجہ محمد معصومؒ کا مکتوب الیہ ہے بلکہ اُن کا مرید و فیض یافتہ ہے۔ اُن کے صاحب زادے خواجہ سیف الدین سرہندیؒ سے جس نے روحانی کمالات حاصل کئے، جس کو اپنوں اور بیگانوں نے ظالم "شکر" اور خدا معلوم کیا کیا کہا مگر دراصل وہ ہمدردِ خلّاقِ خدا پرست اور انسانیت نواز مومنِ کامل تھا۔ اُس کے اخلاقِ عالیہ کی ہمہ گیری اور عالمگیری منصف مزاج موزنین کے نزدیک مستم و محقق ہے۔ وہ دیکھنے میں ایک تخت نشین تھا لیکن مزاج اُس کا درویشانہ تھا وہ نظر آتا تھا عمل شاہی میں لیکن اس کی رُوح پرواز کرتی تھی معرفت و یقین کی فضاؤں میں وہ صحیح المزاج اور عظیم الفطرت بادشاہ تھا۔ اُس نے سختی کے موقع پر سختی اور نرمی کے موقع پر نرمی اختیار کی۔ تاریخ کی سچی شہادتیں اُس کی اعلیٰ کرداری کے ثبوت کے لئے کافی اور میرے قول کی مؤید ہیں۔

ترجمہ کے متعلق چند گذارشات | میں نے یہ کوشش کی ہے کہ ترجمہ با محاورہ ہو۔

آیاتِ قرآنی، عربی عبارات اور عربی اشعار کا بھی ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ البتہ فارسی اشعار کا ترجمہ قصداً نہیں کیا اور اس لئے نہیں کیا کہ شاید وہ ناظرین جو فارسی سے واقف نہیں ہیں، ان فارسی اشعار کے مطالب معلوم کرنے کے لئے ہی فارسی کی طرف متوجہ ہو جائیں اور یہ ذوق رفتہ رفتہ ترقی کرتا رہے تا آنکہ وہ بزرگوں کے طفوظات و مکتوبات کو براہِ راست دیکھنے کی صلاحیت پیدا کر لیں۔ پھر عجب نہیں کہ یہی ذوق اُن کو عربی کی تحصیل پر آمادہ کر دے اور بالآخر وہ قرآن و حدیث سے بغیر واسطہ مستفیض ہو جائیں۔ میں نے بعض فارسی تراکیب کو بعینہً باقی رکھا ہے اور کوئے ("") لگا دیئے ہیں۔ یہاں بھی میرے ذوق نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ اُن الفاظ کو جو باقی رکھوں تاکہ ان کی تاثیر من و عن باقی رہے۔

میں نے اُن چند مکتوبات کے علاوہ جو حضرت مجددِ صاحبؒ کے بعض خلفاء کے نام ہیں یا کسی ایسی شخصیت کے نام ہیں جو بیعت نہیں اور شہرت و عزت کے مقام پر فائز ہیں، یا اوزنگ زیب عالمگیرؒ کے نام ہیں۔ باقی تمام مکتوبات میں مخاطب کے لئے بجائے آپ کے تم استعمال کیا ہے اور اس کے باوجود مخدوما کا لفظ برقرار رکھا ہے یہ بھی میرے ذوق کا تقرب ہے، ناظرین سے امید ہے کہ وہ اس چیز کو زیادہ محسوس نہ فرمائیں گے۔ علاوہ ازیں اور

بھی جو کوتاہیاں مجھ سے سہوا ہوئی ہوں ان کو دامنِ عفو میں چھپائیں گے۔ یا مجھ ہیچمان کو مطلع فرما دیں گے تاکہ آئندہ ان کا تدارک ہو جائے۔

اے اللہ! ہم کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، صحابہ کرام کی محبت، سلفِ صالحین اور ان کے طریقے پر چلنے والے علماء و صلحاء سے تعلق نصیب فرما۔ دنیا میں ایمان و ایقان کی دولت اور عقائدِ صحیحہ کے ساتھ اعمالِ حسنہ کی توفیق ارزانی فرما اور آخرت میں اپنے نیک بندوں کے ساتھ محشور فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

— واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین —

نسیم احمد فریدی فاروقی امرہی غفرلہ  
خادم مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امرہ

مورخہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ  
مطابق ۲۴ مئی ۱۹۶۰ء

## مختصر تذکرہ حضرت خواجہ محمد معصوم ہندسریؒ

آپ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزندِ ثالث تھے، ۱۱ شوال ۱۰۰۰ھ کو پیر کے دن پیدا ہوئے۔ حضرت امام ربانی فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم کی ولادت باسعادت میرے لئے نہایت ہی مسعود و مبارک ثابت ہوئی کہ ان کی ولادت سے چند مہینے بعد میں حضرت خواجہ باقی باشر کی خدمت اقدس میں پہنچ کر ان سے بیعت ہو اور بیعت سے مشرف ہو کر جو کچھ دولتِ روحانی حاصل ہوئی وہ ہوئی۔

آپ نے بعض کتبِ درسیہ اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادقؒ سے پڑھیں اور اکثر کتبِ درسیہ اپنے والد ماجد اور شیخ محمد طاہر لاہوریؒ سے صاحبِ زبدۃ المقامات (خواجہ محمد ہاشم کشمیری) تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضرت مجددؒ کو یہ فرماتے سنا کہ: "محمد معصومؒ کا ہماری نسبتوں کو یونانیوں نے اقباس کرنا ایسا ہے جیسا کہ صاحبِ شرح وقایہ کا اپنے دادا سے وقایہ کا حفظ کرنا" (جیسا کہ شرح وقایہ کے دیباچے میں لکھا ہے)۔ حضرت مجددؒ اپنے ان صاحبِ زادے کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ: "بیٹا! ان علوم (معقول و منقول) کی تحصیل سے جلد فارغ ہو جاؤ ہم کو تم سے بڑے کام لینے ہیں"۔

سولہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کو حاصل کر لیا تھا۔ تین ماہ کے قلیل عرصے میں قرآن مجید بھی حفظ کیا۔ اپنے والد ماجد کی نگرانی میں ہی مراحلِ سلوک کو طے کیا اور خلافت حاصل کی۔ اپنے والد ماجد کے وصال (۱۰۳۲ھ) کے بعد مندرِ ارشاد پر ان کے جانشین کی حیثیت سے متمکن ہوئے اور عرب و عجم کو اپنے زرد خان کمالات سے مستفیض فرمایا۔ حرمین شریفین کا سفر بھی کیا اور حج و زیارت سے شرف حاصل کیا۔ ہندوستان آ کر سرہند میں اپنی عمر عزیز

کو درس و افادہ میں صرف کیا — ارشاد و ہدایت کے علاوہ درس و تدریس آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا، تفسیر بیضاوی، مشکوٰۃ شریف، ہدایہ، عضدی اور تلویح طلباء کو پڑھاتے تھے۔

شیخ مراد بن عبداللہ القزانی نے ذیل رشحات میں لکھا ہے کہ خواجہ محمد معصوم "ایۃ اللہ" آیات اللہ تھے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد کی طرح تمام عالم کو منور کیا، اور اپنی توجہات عالیہ کی برکت سے بہل و بدعت کی تاریکیوں کو چھانٹ دیا تھا، آپ کی صحبت اقدس کی تاثیر سے ہزاروں انسان روحانیت کے اونچے مقام پر فائز ہو گئے تھے — کہا جاتا ہے کہ آپ کے مریدین کی تعداد نو لاکھ تھی اور خلفاء سات ہزار تھے — آپ کے مکتوبات کی تین جلدیں ہیں جو شائع ہو چکی ہیں۔ ان مکتوبات میں اسرار غریبہ، نکات عجیبہ اور علوم بدیعیہ مندرج ہیں — اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کا جذبہ ہر ہر صفحے سے ہویا ہے۔ بہت سے مکتوبات وہ ہیں جو معارف مجدد الف ثانیؒ کی تشریح و توضیح کرتے ہیں۔ سلطنتِ مغلیہ کے تین بڑے بادشاہ جہانگیر، شاہجہان اور عالمگیر کے بعد دیگرے آپ سے بیعت ہوئے اور ان تینوں بادشاہوں کی حاضری آپ کے زمانہ میں سرہند میں ہوئی ہے۔ خصوصاً عالمگیرؒ آپ کے مخلص ترین مرید اور آپ کے بھائیوں کے معتقد تھے۔ مکتوباتِ معصومیہ میں کئی مکتوب عالمگیرؒ کے نام ہیں جن سے باہمی قلبی و روحانی تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔

جہانگیری، شاہجہانی اور عالمگیری عہد کے بڑے بڑے امراء آپ کے ارادتمندوں میں تھے اس زمانے کے بڑے بڑے علماء آپ کے حلقہ بیعت میں شامل تھے۔ نواب مکرّم خاں جو لاہور کے گورنر تھے آپ کے ہی مرید و معتقد تھے سب کچھ ترک کر کے سرہند آ گئے تھے۔ ایک مرتبہ عالمگیرؒ نے نواب مکرّم خاں سے اُن کی عمر دریافت کی۔ نواب صاحب نے بتایا کہ میری عمر چار سال ہے۔ عالمگیرؒ یہ سن کر مسکرائے۔ نواب مکرّم خاں نے عرض کیا کہ تعجب کی کون بات نہیں ہے میں جتنی مدت (چار سال) اپنے مرشد کی خدمت میں رہا ہوں درحقیقت وہی میری اصلی عمر ہے باقی تو وبالِ آخرت ہے۔

علم منطق کے مشہور زمانہ صاحب تصنیف استاذ میرزا ہدایت آپ ہی کے مرید تھے اور بقول صاحب روضۃ القیومیہ آپ کے خلیفہ تھے۔

فارسی کے مشہور شاعر ناصر علی سرہندی بھی آپ کے مرید تھے۔ انہوں نے منجملہ اور

اشعار کے اپنے پیر و مرشد کی شان میں یہ شعر بھی لکھا ہے ۵

چراغِ ہفت محفلِ خواجہ معصومؒ

مؤثر از فند و غش ہند تا روم

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مشہور اور باکمال حضرات ہیں جنہوں نے خانقاہِ معصومیہ

سے اخذِ فیض کیا ہے۔

آپ کو اپنے والد ماجد کے اسرار و معارف پر بہت آگاہی حاصل تھی جو معارفِ کتبوبات و تصنیفاتِ حضرت مجددؒ میں درج نہیں ہو سکے وہ آپ کے پاس محفوظ تھے۔ ہندوستان کے مشہور ماہرِ شریعت و طریقت بزرگ حضرت مرزا مظہر جانجاناؒ کا سلسلہ دو واسطوں سے آپ تک پہنچتا ہے اور صرف حضرت مرزا صاحب شہیدؒ کے ذریعے کرۃ ارضی پر بسنے والے لاکھوں نفوس نسبتِ مجددیہ سے فیض یاب ہوئے ہیں۔ دیگر تمام خلفاء اور خلفاء کے خلفاء سے جو گلشنِ دین کی آبیاری ہوئی اس کا اندازہ کوئی کیا لگا سکتا ہے۔

آپ کے چچہ صاحبزادے تھے جو سب کے سب باکمال اور آپ سے فیض یاب تھے۔ چچہ صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کے ایک خلیفہ شیخ حبیب اللہ بخاریؒ جو مشائخِ خراسان و ماوراء النہر میں سے تھے، کے متعلق شیخ مراد بن عبد اللہ کے حوالے سے نزہۃ الخواطر میں لکھا ہے کہ ان شیخ بخاریؒ کے چار ہزار خلفاء تھے۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:-

۱۔ شیخ محمد صبغۃ اللہ ۲۔ شیخ محمد نقشبندؒ (حجتہ اللہ) ۳۔ شیخ محمد عبید اللہؒ (مروج الشرا

جامع مکاتیب) ۴۔ شیخ محمد اشرفؒ ۵۔ شیخ سیف الدینؒ ۶۔ شیخ محمد صدیقؒ

بہتر سال کی عمر میں ۹ ربیع الاول ۱۰۶۹ھ کو بعد سلطنتِ عالمگیرؒ اسلام علیکم فرماتے

ہوئے اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت گزریں ہوئے، آپ کا مزار پُر انوار

سرہند میں ہے۔ ناصر علی سرہندی نے آپ کی تاریخِ وفات میں حسب ذیل قطعہ لکھا ہے ۵

فروغِ دین احمدؒ خواجہ معصومؒ

ازیں ویرانہ آباد کہن بوم

ندا آمد ز علم رفت معصومؒ

۱۰۶۳ھ

چراغِ خاندانِ نقشبنداں

بسوئے گلشنِ عقبی متدم زد

زدل پر بیم از سالِ وفاتش

## تلخیص و ترجمہ

### ”وسیلۃ السعاده“

مؤلف: میر سید شرف الدین حسین

از مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتوب (۱۱) شمشیر خاں کے نام۔

اللہ تعالیٰ تمہاری ذات بابرکات کو اپنی عنایات سے خوش رکھے اور اتباعِ مسننِ مصطفویٰ سے تم کو مزین کرے، حقائق آگاہ محمد حنیف نے تمہاری مہربانیوں کا بہت کچھ اظہار کیا ہے اور تمہارے پاس ایک ایسا مکتوب بھیجنے کی درخواست کی ہے جو نصاب پر مشتمل ہو ان کی درخواست کے پیش نظر یہ چند کلمے غیر مربوط طریقے پر لکھ رہا ہوں۔

۱۔ اس نام و لقب کی تین شخصیتیں ہیں جو حضرت خواجہ محمد معصوم کے زمانے میں پائی جاتی ہیں۔  
۱۔ شمشیر خاں بن علی خاں ترین۔ ان کے متعلق تاریخِ محمدی قلمی (رضا لائبریری رام پور) میں ہے۔ از کبارِ علمائے شاہجہانی و عالمگیری در قلعہ داری کابل فوت شد و پدرش در ۱۰۳۵ھ گذشت۔ ان کا انتقال ۱۰۸۳ھ میں ہوا۔ ۲۔ میر محمد یعقوب مخاطب بہ شمشیر خاں بن شیخ میر بن میر محمد جان خوانی۔ یہ بھی امرائے عالمگیری میں سے تھے۔ جنگِ افغانان کابل میں مقتول ہوئے (تاریخِ محمدی) ۳۔ شمشیر خاں ابن شیر خاں۔ یہ امرائے شاہجہانی میں تھے۔ ۱۰۵۲ھ یا ۱۰۵۳ھ میں فوت ہوئے۔ (تاریخِ محمدی) یہ مکتوب الیہ غالب میر محمد یعقوب مخاطب بہ شمشیر خاں ہیں۔



مخدوم!۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو محل پیدا نہیں کیا اور اس کو اسی کی مرضی پر نہیں چھوڑ دیا ہے کہ جو دل میں آئے کرے اور خواہشِ نفس کے مطابق زندگی گزارے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اوامر و نواہی کا مکلف کیا ہے اور گونا گوں احکام کا اس کو مخاطب بنایا ہے لہذا اس کے بغیر چارہ کار نہیں کہ انسان انہیں احکام کے مطابق زندگی بسر کرے اور جو خواہشات ان احکام ربانی کے خلاف ہوں ان کو خیر باد کہہ دے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو مولائے حقیقی کے قہر و غضب اور عذاب و عقوبت کا مستحق ہوگا۔ وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہیں، جو تعمیل حکمِ مولیٰ میں کمر ہمت باندھے ہوئے ہیں اور پوری توجہ کے ساتھ اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔

دنیا زراعت کی جگہ ہے، زراعت کے وقت عیش و آرام میں مشغول ہونا اور فانی لذتوں میں مبتلا ہونا، اپنے آپ کو اس سردی آرام سے جدا رکھنا ہے (جو دنیا میں صحیح طریقے پر زندگی گزارنے پر آخرت میں ملے گا) عقل دورانیش "لذاتِ باقیہ مرضیہ" کو چھوڑ کر لذاتِ فانیہ مبغوضہ پر ہرگز فریفتہ نہیں ہو سکتی۔

تصحیح عقائد کے بعد علمائے اہل سنت و جماعت کی صائب رائے (جو کہ کتاب و سنت سے ماخوذ ہے) کی موافقت بید ضروری ہے، نیز اداائے فرض و واجبات اور اجتناب از محرمات کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔

**نماز** بہترین عبادت اور معتبر ترین طاعت نماز ہے جو کہ ستونِ دین اور درمیانِ مسلم و کافر فرقِ مبین ہے اور جو "قرب" نماز کی ادائیگی کے وقت حاصل ہوتا ہے وہ نماز سے باہر مشکل ہے۔ پس نماز کو پانچ وقت جماعت، جمعیتِ قلب، تعدیلِ ارکان اور اسباغ وضو کے ساتھ اوقاتِ مستحبہ میں پڑھنا چاہیے۔ (اس کے بعد چند احادیث فضائلِ صلوٰۃ کی تحریر فرمائی ہیں)۔

**زکوٰۃ** "اموالِ نامیہ" میں زکوٰۃ رعنت کے ساتھ دینی چاہیے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ صدقہ و زکوٰۃ مالی کو گھٹاتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ کرم سے ایک سال گزرنے پر اور خرچ سے زائد مال پر (ایک خاص نصاب مقرر کر کے چالیسواں حصہ زکوٰۃ کے



میں نہیں آتا کہ جو بندہ اپنے مولا کی معرفت سے خالی ہے اور اس کو نہیں پہچانتا، وہ کیسے اپنی زندگی بسر کرتا ہے اور کس طرح دوسری چیزوں سے مانوس ہے؟ (حالانکہ اس کا حال تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ)

بچہ مشغول کتم دیدہ و دل را کہ مدام  
دل ترامی طلبد دیدہ ترامی خواہد

### مکتوب (۱۳) مولانا محمد ضیف کے نام

”وصولِ فیض“ اور ”برکاتِ طریق“ رعایتِ آداب کے بغیر پتھر نہیں۔ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچتا ہے۔ ”عدمِ رعایتِ آداب“ میں ضرر کا پتہ غالب رہتا ہے اور نفع موقوف ہو جاتا ہے۔

دوسری بات یہ لکھنی ہے کہ تم ”ضبطِ اوقات“ میں کوشش کرو اور اہم امور میں وقت صرف کیا کرو، ایسا نہ ہو کہ وقت یوں ہی خرچ ہو جائے۔ ”کثرتِ اختلاطِ مردم“ سے بھی بچتے رہو کیونکہ (بے ضرورت زیادہ میل جول) ”نسبتِ باطن“ کی رونق برباد کرتا ہے۔ ”بے نیتِ صالحہ“ مخلوق سے (زیادہ) ملنا جلنا خالق سے انقطاع کا سبب بن جاتا ہے۔ ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ۔ ”بدوں کی صحبت سے پرہیز کرو اور نیکوں کی صحبت بھی اتنی رکھو کہ حق عزوجل سے انقطاع نہ ہونے پائے۔“

اپنے مُریدوں اور مسترشدوں سے ایسا سلوک کرو کہ ان کی نظروں میں تمہارا رُعب قائم رہے ایسی بے تکلفی نہ برتنا جس سے وہ بالکل گستاخ ہو جائیں اور ان کی اصلاح میں خلل واقع ہو جائے

۱۰ فرزندوں کے بعد آپ حضرت خواجہ محمد معصوم سمرقندی کے پہلے خلیفہ ہیں۔ آپ کو خلافت دے کر کابل روانہ کر دیا گیا تھا۔ وہاں کے گروہ و نواح میں بی شمار لوگ آپ کے مُرید ہوئے۔ اپنے پیر و مرشد کے زمانہ سحیات ہی میں ۱۰۵۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کے سانچہ ارتحال سے پیر و مرشد کو بہت غم ہوا آپ کا مزار کابل کے قریب مانا خانہ تو گاڑی میں واقع ہے۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم)

ان دنوں چونکہ حماس پر اگندہ ہیں۔ اس لئے کوئی اور بات نہیں لکھ سکتا۔ (پراگندگی خواس کا باعث یہ ہے کہ) شبِ دو شنبہ ہفتم ماہ ذی الحجہ (۱۰۵۰ھ) کو والدہ صاحبہ (زوجہِ حسرت مجدد الف ثانیؒ) نے سفرِ آخرت اختیار کیا اور پیمانہ گمان کو باسینہ بریاں اور باپتیم گریاں چھوڑ گئیں۔ ان کا وجود مبارک "وسیدِ سعادت کونین" اور "دیپچہِ رضامندی ربِّ المشرقیں" تھا۔ اب اس راہ سے کسبِ فیض سے محرومی ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ احباب ان کے لئے ایصالِ ثواب کریں!

وَالسَّلَامُ اَوْلًا وَاٰخِرًا

مکتوب (۱۵) مولانا محمد حنیف کے نام

بعد الحمد والصلوة وبعد ارسالِ سلام — واضح ہو کہ اس طرف کے فقرہ کے احوال مستوجبِ شکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے تمہاری سلامتی، عافیت، استقامتِ شریعت اور ترقی درجہاتِ معنویہ چاہتا ہوں۔

مخدوما! — موت پر تو انداز ہو رہی ہے اور "اجلِ مسی" قریب اور مجھ سے کچھ کام نہ ہو سکا اتنے دُور دراز سفر کے لئے سامانِ درست نہیں کیا گیا۔ جَاءَ الْمَوْتُ بِحَذَا خَيْرِهِ، جَاءَتِ الرَّاحِفَةُ تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ (موت آگئی، اس کے بعد راجفہ اور رادفہ بھی گویا آہی گئے) ہائے عمر کا عمدہ حصہ (شباب) ہوا و ہوس میں بسر ہو گیا، اب ظاہر ہے کہ نکمی عمر (پیری) میں کیا بن سکے گا اور اس وقت کے عمل کا کیا اعتبار ہوگا، خجالت کی وجہ سے پانی پانی ہوا جاتا ہوں اور (آخرت کے لئے کوئی عذر سمجھ میں نہیں آتا)۔ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

کنوں چہ عذرِ گناہانِ خویشمن خواہم

ز شرمِ خوں چکدم از بدن بجائے عرق

مکتوب (۱۶) مولانا محمد حنیف کے نام

حاضر و مصلیٰ — تمہارا مکتوبِ مرغوب پہنچا۔ خوشوقت کیا — جو کچھ "واردات"

لکھے ہیں، بہت عمدہ اور عالی ہیں **شَكَرٌ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا** — مریدوں کی اسلحہ میں سرگرم اور بے آرام رہو۔ خدا کرے کہ سر و قلبی اور بے فکری نصیب اعداد ہو جائے۔ ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ: **تصوّف اضطراب و بچپنی کا نام ہے**۔ جب سکون آگیا، تصوّف نہ رہا — طالب، بے اضطراب اور بے سوزش نہیں ہوتا — کوئی عارف بغیر درد و حُزن کے نہیں ہے۔ جب فخر کائنات علیہ افضل الصلوات "دوام فکر" اور "تواصل حزن" کے ساتھ موصوف تھے تو دوسروں کا کیا ذکر ہے — **وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتِكُمْ**۔

### مکتوب (۱۹) مولانا محمد حنیف کے نام

برادر گرامی مولانا محمد حنیف سلام مسنون — بہت مدت ہو گئی۔ تمہاری کوئی خبر خبر نہیں ملی — فکر ہے۔

مخدوما! وقت کار ہے، گفٹار کا زمانہ نہیں ہے — کالی کالی راتوں کو گریہ و استغفار سے روشن کر دو اور کلمہ طیبہ کی کثرت سے برابر طب اللسان رہو، موافق فرصت و حال، تلاوت قرآن مجید سے "حفظ وافر" جمع کر لو، طولِ قرأت کے ساتھ نماز (نوافل) پڑھو اور تعلیم و تعلم پر حریص رہو۔ **جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتَّبِعُهَا الْوَادِفَةُ** ط

### مکتوب (۲۵) مولانا محمد حنیف کے نام

بعد حمد و صلوة و ارسال سلام مسنون! — یہاں کے فقراء کے احوال و اوصاف مستوجب حمد ہیں — مدت سے تمہارا کوئی خط نہیں آیا — انتظار ہے — اللہ تعالیٰ "عافیت صوری" اور "جمیعت معنوی" عطا فرمائے اور آفات سے مامون و محفوظ رکھے — کبریت "احیائے سنت" کے لئے باندھو، ایسے وقت میں جب کہ "ظلمات بدعت" نے عالم کو گھیر رکھا ہے۔ خاص طور پر احیاء سنت عظیم الشان کام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری کسی سنت کو اس کے مُردہ ہو جانے پر زندہ کیا، اس کو سو شہید۔

کا ثواب ملے گا۔ — یہ حدیث تم نے بھی سنی ہوگی۔ اغنیاء کی صحبت پر راغب نہ ہونا۔  
فقر کو عزیز جانتا اور ورع و تقویٰ کے جان و دل سے طالب بنے رہنا۔ کسی گناہ کو چھوٹا  
نہ جانو۔ اس دور افتادہ (کاتبِ تحریر) کو دعائے خیر میں یاد رکھو۔

ع ” ایں کارِ دولت است کنوں تا کرا و ہند“

والسلام علیکم!

مکتوب (۳۴) حاجی محمد عاشور بخاری کے نام

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ — سرورِ کائنات  
فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نیز صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین — بہ برکتِ صحبتِ آنحضرت  
کمالِ زہد، تبشُّل، توکل، انقطاع، صبر و قناعت وغیرہ اوصافِ حمیدہ سے موصوف تھے، اُن  
کے ”قلب و قالب“ کی ”صورت و حقیقت“ میں یہ نسبتیں اور یہ کمالات پوری طرح جلوہ آرا تھے  
— باقی تمام اُمت کے افراد ہر چند سعی بسیار کریں اس درجہ بلند کو نہیں پہنچ سکتے اور ان  
امور میں صحابہ کرامؓ کے برابر نہیں ہو سکتے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ مشائخِ طبقہ اعلیٰ کے  
”صورتِ قلب و قالب“ پر یہ نسبتیں پُر تو انداز ہو جائیں — اور انتہائی جدوجہد سے اکابر  
صحابہ سے مشارکتِ صوری حاصل ہو جائے۔

مکتوب (۳۶) ملا عبدالرزاق کے نام

یہ مکتوب اٹھارہ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے، یہاں تین سوالوں کے جوابات کا ترجمہ

کیا جا رہا ہے۔

۱۔ آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلفاء میں سے ہیں۔ بہت مستقیم الاحوال تھے، پیرو مرشد  
آپ پر بہت مہربان تھے۔ مکتوباتِ معصومیہ کی ایک جلد آپ نے مرتب کی ہے۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم)  
۲۔ آپ خواجہ محمد معصومؒ کے خلفاء میں سے ہیں۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم)

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ عِبَادِهِ الَّذِينَ اضْطَفَى — سلاح آثار  
برادرم ملا عبدالرزاق نے چند سوالات کئے ہیں، اُن کے جوابات حسب گنجائش فرصت لکھے  
جاتے ہیں:-

پہلے اور چھٹے سوال کا ماہصل یہ ہے کہ بعضے اُوراد اور قرآن کی سورتیں جو ”داخلہ طریقہ“  
سے پہلے بطور وظیفہ وہ پڑھا کرتے تھے، آیا اُن اُوراد کو اب بھی پڑھا جائے یا نہیں؟ نماز تہجد و  
وچاشت پہلے کی طرح اب بھی جاری رہے؛ اور مطالعہ کتب فقہ و کتب علم کلام اور بعض  
سورتوں کا حفظ اب بھی جاری ہے یا نہیں؟

جواب یہ ہے کہ اہل طریقت مُبتدی کے لئے علاوہ فرائض و واجبات (و سنن مؤکدہ اور  
ذکر مقرر کے اور کچھ تجویز نہیں کرتے) — اور میں مُبتدی کے لئے توسع کر دیتا ہوں۔ تمہارے  
لئے کہ تم درجہ مُبتدی سے بہت کچھ ترقی کر گئے ہو۔ بدرجہ اولیٰ اجازت ہے کہ اورادِ مسنونہ  
علاوہ ذکر کے پڑھا کرو، نماز تہجد و چاشت، اوابین اور اس کے علاوہ سنن زوائد بھی ادا کرو  
نماز تہجد اور قیام لیل تو یہ کہنا چاہیے کہ ”ضروریات طریقہ صوفیاء“ سے ہے — تعلیم و تعلم،  
طریقت کے منافق نہیں ہے، بلکہ یہ کام نیتِ صالحہ کے ساتھ ہو تو نسبت باطنیہ کے لئے  
مؤید ہے، شوق سے کتب دینیہ کے مطالعہ میں مشغول رہو اور تعلیم و تعلم کی طرف رغبت  
کرو۔ البتہ ایک وقت مقرر کر کے تعلیم و تعلم کا اہم کام انجام دو اور باقی اوقات کو ”ذکر و فکر“  
سے معمور کر دو۔ قرآن کی سورتیں ضرور حفظ کرو۔

دوسرا سوال یہ کیا ہے کہ عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ فرائض و سنن کے علاوہ کسی اور  
عمل کو بغیر کسی بزرگ کی اجازت کے نہ کیا جائے، یہ کہاں تک درست ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جو اعمالِ حسنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اور وہ عام ہیں  
”خصائص آنحضرت“ میں سے نہیں ہیں، اُن کو بہ نیتِ ثواب اُغروی انجام دینے میں اجازت کی  
مروت نہیں ہے؛ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مستقل ”اذن“ اور ”سند“ ہے تمام امت  
کے واسطے۔

البتہ بعض اعمال و اذکار اور ادعیہ و رقیات جو حاجت برآری اور کشائشِ مشکلات کے لئے

ہیں اُن کی تاثیر، مرشد یا اُستاد کی اجازت پر موقوف ہے۔

مکتوب (۲۹) حاجی حرمین میر غضنفر کے نام۔

(حج کی مبارکباد میں)

بعد الحمد والصلوة — خدا کا شکر ہے کہ تم سعادتِ عظمیٰ کو پہنچے، حج و عمرہ ادا کیا، مقاماتِ مقدّسہ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارکہ کی زیارت نصیب ہوئی اور اُس علاقے کی برکات سے حصّہ پایا۔ پھر عافیت کے ساتھ مع الجماعة مراجعت کی، ہمارے پاس جلد آؤ، ہم سراپا انتظار ہیں اور زائرانِ کعبہ مقصود کی برکات کے اُمیدوار۔

”نشانِ آشناداری بیازدیک من بنشین“

والسلام اولادِ آخراً

مکتوب (۵۱) ایک صالحہ خاتون کے نام۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَ سَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ — سوال کیا ہے

کہ اپنی حیات میں اپنی قبر بنا لینا طریقہ مسنونہ ہے یا نہیں؟

جواب یہ ہے کہ یہ عمل حضرت رسالتِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین و نیز کبار صحابہ

رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں ہوا ہے، ہاں بعض سلف (مثلاً عمر بن عبدالعزیزؒ)

منقول ہے کہ انھوں نے اپنی حیات میں قبر بنا لی تھی۔ علماء کی اس بارے میں مختلف آراء ہیں

بعضے کراہت کے قائل ہوئے ہیں اور بعض نے کراہت جواز کے اور بعض استحباب کے۔

ایک سوال یہ تھا کہ عادتِ شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانے میں کیا تھی؟

میر غضنفر مخاطب بیکہ تازخان - امرائے عالمگیر شاہی میں سے تھے، ۱۱ رمضان ۱۰۹۱ھ کو

اجمیر میں فوت ہوئے (تاریخ محمدی قلمی، رضالائبریری رام پور) — روضۃ القیومیہ رکن دوم میں

آپ کو حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلفاء میں شمار کیا ہے۔ ۱۲



جواب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کھانا بقدر ضرورت تناول فرمایا کرتے تھے، اتنا کہ قوامِ بدن بن جائے، پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے۔ روایتِ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ثابت ہے کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شکم سیر ہو کر تناول نہیں فرمایا۔ مرغوب ترین طعام حضورؐ کے نزدیک وہ ہوتا تھا۔ جس پر زیادہ ہاتھ واقع ہوں (زیادہ آدمی ساتھ بیٹھ کر کھائیں) یعنی جماعت کے ساتھ تناول فرماتے تھے، تنہا نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابنِ آدم کو چند لقمے کافی ہیں، جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں، اگر اتنے پر صبر نہیں کر سکتا تو پھر پیٹ کا تیسرا حصہ کھانے کے لئے ہو، ایک تہائی پانی کے لئے، اور ایک تہائی سائتر لینے کے ہو۔ تم کھاتے وقت شروع میں بسم اللہ پڑھتے تھے اور یہ عمل سنتِ مؤکدہ ہے۔

نیند۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدِ اعتدال کے ساتھ تھی، آپ کا دلِ مبارک نہ سوتا تھا، فقط آپ کی آنکھ سوتی تھی۔

لباسِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ چند نوع کا تھا۔ لباسِ نفیس بھی آپ نے زیب تن فرمایا ہے اور معمولِ لباس بھی۔ سوتی کپڑا زیادہ استعمال فرماتے تھے۔ اُونی بھی پہنا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ لباس میں آپ تکلف نہ فرماتے تھے، وقت پر جو میسر آگیا پہن لیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روزِ ولادت اور یومِ وفات پیر کا دن ہے، اس دن کے آخری حصے میں وفات ہوئی۔ منگل کا دن گزار کر شبِ چہار شنبہ کے نصف میں، اور ایک روایت کی رو سے آخری شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ مبارک کو دفن کیا گیا۔

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِي التُّرْبِ بِأَعْظَمِهِ  
رُوحِي الْفِدَاءُ لِقَبْرِ أَنْتِ سَاكِئُهُ  
فَطَابَ مِنْ طَيْبِهِنَّ انْقَاعُ وَأَلَاكُمْ  
فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ مبارک بھی دریافت کی ہے، اس بارے میں چند اقوال ہیں۔ ایک قول کہ رُو سے ساٹھ سال، ایک قول سے تریسٹھ سال اور یہی صحیح ترین قول ہے اور ایک قول

۱۔ اے وہ بہترین مدفون کہ جس کے استخوانہائے مبارک کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے معطر ہو گئے۔ میری روح آپ کی اس قبرِ مقدس پر فدا ہو جس میں آپ ساکن ہیں، اس قبرِ اقدس میں مجھ کو درگم موجود ہے۔

سے پینسٹھ سال۔ علماء نے ان اقوال کو اس طرح جمع کیا ہے، کہ جس نے (۶۳) سال کے ہیں، اُس نے سالِ ولادت اور سالِ وفات کا شمار نہیں کیا ہے اور جس نے (۶۵) سال لئے ہیں، اُس نے سالِ ولادت اور سالِ وفات کو بھی محسوب کر لیا ہے اور جس نے (۶۰) سال کا قول کیا ہے، اُس نے فقط دہائیوں کو لیا اور کسر کو چھوڑ دیا ہے۔ — وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

### مکتوب (۵۳) حاجی شریف کے نام — (ملخصاً)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول (جو قرآن مجید میں ہے) فَأَخَافُ أَنْ يُقْتَلُونِ  
میں ڈرتا ہوں کہ فرعون مجھے قتل کر دیں گے) تبلیغ سے عذر و انکار نہ تھا بلکہ بیان حال تھا اور  
اس طرف اشارہ تھا کہ میں قتل ہو جاؤں گا تو تبلیغ میرے ذریعہ سے نہ ہو سکے گی، اگر عذر و ابا  
ہوتا "تو یہ کیوں فرماتے وَأَحْلَلْ عُقْدَةَ مَنْ نَسَانِي لَا يَفْقَهُوا قَوْلِي ۚ وَاجْعَلْ لِي  
وَرِيثًا مِّنْ أَهْلِي ۚ هَرُونَ أَخِي ۚ أَشَدُّ دِيْبَةً أَزِيحِي ۚ وَأَشْرِكُهُ  
فِي أَمْرِي ۚ" میری زبان کی گرہ کھول دے، تاکہ لوگ میری بات سمجھ لیں اور میرے بھائی  
ہارون کو میرا مددگار اور شریک کار بنا دے۔

### مکتوب (۶۱) حافظ ابوالقاسم بن محمد مراد لاہوری کے نام

بعد الحمد والصلوة — صحیفہ گرامی نے مشرف و مسرور کیا۔ چونکہ وہ "دیدِ قصور" اور  
"احوالِ ماضی و حال" کے تالیف پر مشتمل تھا اور وصول الی المطلوب کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔  
اس لئے اس کو پڑھ کر مسرت پر مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس "احساسِ کوتاہی" کو اور  
زیادہ کر دے۔ عجب و پندار سے رہائی دے، راتش شوقِ دل میں بھر کا دے۔ اپنے تک

۱۔ آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے صاحبِ ارشاد و شیخیت خلیفہ تھے۔ (روضہ رکن دوم)  
۲۔ آپ کے والد مولانا محمد مراد لاہوری کے حالات نزہتہ الخواطر (جلد ۶) میں درج ہیں، آپ  
کے حالات نزل سکے۔

پہنچنے کے تمام موانع سے یکسو کرے اور طلب و محبت میں "یکجہت و یک رو" کر دے۔  
 اِنَّهُ قَرِيْبٌ مَّجِيْبٌ — مخدوم — مقصد اعلیٰ اس فانی زندگی کے اندر "تحصیلِ معرفتِ  
 حق" ہے اور معرفت دو قسم کی ہے :-

۱۔ وہ معرفت جس کو علمائے عظام بیان کرتے ہیں۔

۲۔ وہ معرفت جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں۔

معرفت کی پہلی قسم نظر و استدلال سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری کشف و شہود سے۔ پہلی

قسم کی معرفت "دائرہ علم" میں داخل ہے اور "تصور و تعقل" کے قبیل سے ہے اور دوسری

معرفت "دورہ حال" میں داخل ہے اور "تحقق" کی جنس سے ہے۔ پہلی قسم وجودِ عارف کو فنا

کرنے والی نہیں ہے اور دوسری نوع وجودِ سالک کو فنا کرنے والی ہے۔ پہلی قسم از قسمِ علمِ حصولی

ہے اور دوسری از قبیلِ علمِ حضوری۔ اس لئے کہ اس دوسری قسم کی معرفت میں نفسِ سالک فنا ہو

جاتا ہے اور حق حاضر ہوتا ہے۔ پہلی قسم میں حصولِ معرفت، منازعتِ نفس اور انکارِ نفس

کی کشمکش کے ساتھ ساتھ ہے (اس لئے کہ نفس ابھی اپنی صفاتِ رذیلہ پر قائم ہے۔ ترمذ و

سرکشی سے باہر نہیں ہو سکا ہے)۔ اس صورت میں اگر ایمان ہے تو محض "صورتِ ایمان" ہے۔

اور اگر اعمالِ صالحہ ہیں تو "صورتِ اعمالِ صالحہ" (حقیقتِ ایمان و اعمال نہیں) وجہی ہے کہ

نفس ہنوز کفر میں مبتلا ہے اور مولیٰ تعالیٰ کی مخالفت کر رہا ہے۔ اس ایمان کو "ایمانِ مجازی"

کہتے ہیں۔ یہ ایمانِ مجازی "زوال و ظل" سے محفوظ نہیں ہوتا۔

دوسری معرفت چونکہ وجودِ سالک کو فنا کرتی ہے اور "اسلامِ نفس" کا نتیجہ بخشتی ہے، اس

لئے اس منزل میں ایمان، زوال سے محفوظ اور ظل سے مامون ہوتا ہے۔ "حقیقتِ ایمان"

اس مقام پر ہوتی ہے اور "حقیقتِ اعمالِ صالحہ" بھی یہیں جلوہ گر ہوتی ہے۔ حقیقت کبھی

تمتقی نہیں ہوا کرتی، اس کو بقا لازم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا — میں اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے۔ امام

۱۔ ایمان والو (حقیقی) ایمان پیدا کرو۔

احمد بن حنبلؒ اسی معرفت کے طالب تھے کہ علم و اجتہاد کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوتے ہوئے مشہور بزرگ حضرت بشر حافیؒ کی رکاب کے ساتھ خادمانہ طریقے پر چلتے تھے۔ لوگوں نے اس ادب و احترام کا سبب دریافت کیا تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ۔ "بشر کو خدا کی معرفت مجھ سے زیادہ حاصل ہے۔"

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی عمر کے اخیر دو سال میں اسی مقصدِ اعلیٰ کی تکمیل کی۔ اور ان کا مشہور مقولہ ہے۔ "كَوْلَا السَّنَانِ لَهْلَكَ النُّعْمَانُ" "اگر تکمیل مقصد کے یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔" دیکھو اعمال میں وہ کتنا اونچا درجہ پہلے ہی سے رکھتے تھے۔ اجتہاد و استنباط کی برابر کونسا عمل ہو سکتا ہے اور درس و تعلیم کے پائے کو کون سی طاقت پہنچ سکتی ہے (مگر پھر بھی وہ تکمیل کی طرف مائل ہوئے)۔

جاننا چاہیے کہ "قبولیتِ اعمال" پورے طریقے پر "کمالِ ایمان" کے بقدر ہے۔ اور "نورِ نیتِ اعمال" "کمالِ اخلاص" سے بنے جتنا ایمان کامل تر اور اخلاص تمام تر ہوگا، اعمال میں نورانیت و قبولیت اسی قدر ہوگی۔ کمالِ ایمان اور کمالِ اخلاص "معرفت" کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ معرفت فنا کے ساتھ وابستہ ہے۔ جو فنا میں راسخ تر ہوگا۔ ایمان میں کامل تر ہوگا۔ اسی وجہ سے ایمانِ صدیقِ اکبرؑ ایمانِ اُمت پر راجح ہے۔ حضرت صدیقِ اکبرؑ "فنا" میں فردِ کامل تھے۔ اس طویل تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ہوشمند پر لازم ہے کہ وہ مقصدِ اصلی میں سچے دل سے غور و تامل کرے۔ جس کسی کو معرفت مذکورہ حاصل ہے۔ وہ لائقِ مبارکباد ہے۔ اس نے "مقصدِ آفرینش" پورا کر لیا اور کمالِ عبادت کے ساتھ زندگی گزار دی۔

ارشادِ باری ہے۔ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ"۔ یہاں عبادت

سے مراد معرفت ہے۔ جس کسی کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے۔ وہ جان و دل سے اس کی طلب میں کوشش کرے اور جس جگہ اس کی خوشبو سونگھے، وہاں پہنچے۔ افسوس کہ جو چیز فانی زندگی میں مطلوب ہے اُسے انسان حاصل نہ کرے اور دوسرے لایعنی امور میں مصروف ہو۔ ایسا شخص

کل بروز قیامت کس طرح زبانِ عذر کھول سکے گا؟  
 ترسم کہ یار با مانا آشنا بماند تا دامن قیامت این غم بجا بماند

### مکتوب (۶۲) حاجی مصطفیٰ کے نام

تم نے بعض مادی چیزوں کے حاصل نہ ہونے کے بارے میں لکھا ہے، اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے وہ بہتر ہے۔ تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو اور مادی اشیاء کے حصول میں خواہ مخواہ مشقت مت جھیلو۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدًا۔ یاد رکھو کہ ہماری عزت ایمان و معرفت کے ساتھ وابستہ ہے۔ مال و جاہ کے ساتھ نہیں، تکمیل ایمان میں کوشش کرو اور مراتب معرفت حاصل کرنے میں پوری جدوجہد کرو۔ جتنا بھی اس مقصدِ اعلیٰ میں مشقت جھیلو گے اتنا ہی زیادہ مستحسن ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ ”جو شخص اپنے تمام غموں کو ایک غم یعنی غمِ آخرت بنا دے گا، اللہ تعالیٰ اس کے تمام غموں کو دور کر دے گا۔“

### مکتوب (۶۳) شیخ عرب کے نام

جس کے دو دن مادی گذریں (اگلے دن پہلے دن کے مقابلہ میں کون دینی ترقی نہیں کی) وہ گھائٹے میں ہے، اپنے اوقات کو وظائف و طاعات میں مصروف رکھو۔ اس فرصتِ قلیلہ

۱۔ آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم کے خلفاء میں سے ہیں، بنگالہ میں آپ کو قبولیت نامہ حاصل ہوئی۔ روضۃ القیومیہ میں آپ کو حاجی مصطفیٰ بنگالی لکھا گیا ہے۔ (روضہ رکن دوم)

۲۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں؟

۳۔ شیخ عرب۔ آپ شیخ نور فرزند اخون درویزہ خلیفہ شیخ آدم بنوری کے مخصوص مرید تھے صبح و شام درسِ مکتوباتِ مجدد الف ثانی میں مشغول رہتے تھے۔ (روضہ رکن اول ص ۲۵۳) تاریخ محمدی میں ۱۹۶۶ء کے تحت ایک شخصیت عرب شیخ نام کی ملتی ہے، جس کے متعلق یہ الفاظ ہیں۔ عرب شیخ مخاطب بہ مغل خاں ابن طاہر خاں از امرائے عالمگیر شاہی ۱۲ شعبان ۱۰۹۶ھ در

کو تعمیرِ باطن اور "تنویرِ قلب" میں لگا دو "تعمیرِ ظاہر" "تخریبِ باطن" کا سبب ہے اور تخریبِ ظاہر "تعمیرِ باطن" کا۔ اور ہم بوالہوس تعمیرِ ظاہر ہی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ بھلا باطن کی ایسی صورت میں کیا خاک خبر گیری ہو سکے گی۔

### مکتوب (۶۷) حافظ محمد محسنؒ (دہلوی) کے نام

بعد الحمد والصلوة وتبلیغ الدعوات۔ مکتوبِ مرغوب کے درود سے، جو ازراہِ محبت، اس مسکین کے نام زد تھا، مسرور ہوا۔ چونکہ احوالِ عالیہ اور "اذواقِ سنّیہ" پر مشتمل تھا، اس لئے اس نے مسرت پر مسرت بخشی۔ تم نے لکھا تھا کہ کبھی کبھی ایک "نسبت" وارد ہوتی ہے، یعنی ایک نورِ محض ظاہر ہوتا ہے اور خود کو اس نور میں گم پاتا ہوں، اس نسبت کا نام سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا رکھا جائے؛ اس پر نور کا اطلاق اس کی حقیقت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے ہے، ورنہ وہ ایسا امر ہے کہ تحریر و تقریر سے باہر ہے۔ کسی چیز سے اس کی تعبیر نہیں کی جاسکتی اور اس مرتبہ مقدسہ کے ظہور سے عجز و حیرت کے علاوہ اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

مخدوما! حضرت مجددِ صاحبِ قدس سرہ نے مراتبِ تعینات کے اوپر ایک اور مرتبہ

صوبہ داری مالوہ فوت شد۔ (تاریخِ محمدی قلمی رضالائبریری رام پور)۔

مآثر الامراء جلد سوم میں عرب شیخ نام کے ان ہی امیر کا تذکرہ مفضل طور پر ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مغل خاں عرب شیخ پیر ظاہر خاں بلخی۔ ان کا مغل خاں خطاب تھا، عہدِ عالمگیری کے منصب دار تھے، دربارِ عالمگیری میں سال بہ سال ترقی کرتے رہے۔ آخر میں صوبہ دار مالوہ ہوئے اور منصب سہ ہزار و پانصدی و سہ ہزار سوار سے ممتاز ہوئے۔ ۱۰۹۶ھ میں انتقال ہوا۔

لو آپ شیخ عبدالحق محدثِ دہلویؒ کی اولاد سے تھے۔ خواجہ محمد معصومؒ کے بلند پایہ خلیفہ اور جامعِ علومِ عقلیہ و نقلیہ تھے۔ اپنے زمانہ کے دہلی کے تمام علماء سے فائق تھے۔ ان سے حضرت نور محمد بدایونیؒ اور دیگر حضرات نے اخذ فیض کیا۔ ۱۰۴۶ھ میں وفات پائی۔ مزار دہلی میں مقبرہ شیخ عبدالحق محدثِ دہلویؒ کے غزب میں ایک چبوترہ پیسے۔ (تذکرہ علماء ہند و مزاراتِ اولیاء دہلی و نزہتہ الخواطر جلد ۶)

بھی بیان کیا ہے اور اس کو "نورِ صرف" سے تعبیر کیا ہے۔ نیز اس کو "حقیقتِ کعبہ" قرار دیا ہے، تم جو چیز محسوس کرتے ہو، اگر وہی حقیقت ہے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے تو زہے سعادت۔ اُس کا سایہ بھی ہے تب بھی غنیمت ہے۔ الغرض جو کچھ بھی ہے کبریتِ احمر ہے، اس نسبت کی اصلیت اور بلندی کی وجہ سے ہی یہ بات ہے جو تم نے لکھی ہے کہ اکثر اوقات یہ نسبت نماز میں وارد ہوتی ہے، بالخصوص نمازِ فرض میں، جو بجماعت ادا کی گئی ہو فراغتِ نماز کے بعد بھی جب تک محلِ نماز میں بیٹھے رہتے ہو یہ حالت باقی رہتی ہے۔ بعد ازاں چھپ جاتی ہے۔

مخدوم اب: نمازِ معراجِ مومن ہے، اور نمونہ "حالتِ معراجیہ" ہے۔ ساجد، اللہ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے۔ الخ تم نے یہ حدیث سُنی ہوگی۔ نیز حدیث میں آیا ہے۔ بندہ جب کہ نماز میں داخل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ الخ پھر فرائض کی خصوصیت جُدا گانہ ہے اور جماعتِ نور، علیٰ نور ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نور سے روشن و منور کر دے گا جو اندھیروں میں مسجد کی طرف جاتے ہیں" (اس کے بعد چند احادیث مسجد میں جانے اور مسجد میں نماز یا جماعت پڑھنے کی فضیلت اور ثواب کے بیان میں تحریر کی ہیں) لکھا تھا کہ جو ترقی تلاوتِ قرآن مجید میں مفہوم ہوتی ہے وہ دوسری چیزوں میں کم ہے۔ خصوصاً وہ تلاوت جو نماز میں طولِ قنوت کے ساتھ کی جاتی ہے۔ ہاں۔ یہ ترقی، تلاوت و نماز دونوں کا (مجموعی) نتیجہ ہے۔ کلام، صفتِ حقیقی ہے۔ اپنے موصوف سے جُدا نہیں ہوا کرتا۔ اس صفت سے تعلق رکھنا موصوف سے کمالِ تقرب کا باعث ہے۔ والسلام

مکتوب (۶۹) محمد باقر فتح آبادی کے نام

تم نے دریافت کیا تھا، کہ حضرت حق جل مجدہ کا عشق ازراہِ دیدن "ہے یا ازراہِ دانستن"

لہ اعظم خاں میر محمد باقر عرف ارادت خاں، سادات میں سے تھے۔ پہلے بہانگیر کے یہاں پھر شاہجہان

(جواب یہ ہے کہ) ازراہ بدن نہیں، کیونکہ دیدار کا وعدہ تو آخرت میں ہے۔ ازراہ شنیدن و دانستن ہے۔

نہ تنها عشق از دیدار خمیند و بسا کیں دولت از گفتار خیزد

تم نے یہ بھی معلوم کیا تھا کہ اگر ازراہ دانستن ہے تو ہم خدا کے تعالیٰ پر جیسا کہ وہ اپنے اسماء و صفات کے ساتھ ہے ایمان لائے ہیں، پھر کونسی وجہ ہے کہ باوجود اس "دانستن و شناختن" کے عشق مجازی کی برابر بیقرااری اور بے آرامی ہمارے اندر نہیں اور نہ ویسی آتش شوق ہمارے دلوں میں بھڑکتی ہے۔ (جواب) اس کی دو وجوہ ہیں۔ وجہ اول یہ ہے کہ محض "دانستن" موجب عشق نہیں ہوتا، اگر محض جاننا عشق کے لئے کافی ہوتا تو تمام مسلمان عاشق و شیدا ہونے چاہتے تھے اور وہ اپنے وجود اور اپنے غیر سے کلیتہً آزاد ہوتے کیونکہ یہ چیز لازمہ عشق ہے۔ درحقیقت عشق و "گرفتاری دل" عطیہ ربانی ہے، اگرچہ اس عشق کا ترتب "دانستن" پر ہی ہوتا ہے مگر عالم اسباب میں یہ عشق سلوک و ریاضت سے وابستہ ہے اور (ساتھ ہی ساتھ) ایسے شیخ کامل کی صحبت کی بھی ضرورت ہے جو مقامات "سلوک و جذبہ" طے کئے ہوئے ہو۔ وہ معرفت جس کے ساتھ صوفیاء کرام ممتاز ہیں، اسی عشق و ولولہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ وجہ دوم یہ ہے کہ وہ عشق جو "مراتب بچوئی" سے تعلق رکھتا ہے اس میں بے کیفی ہوتی ہے اور وہ باطن ہی کا حصہ ہوتا ہے، ظاہر تک وہ سرایت کم کرتا ہے کیونکہ ظاہر سر اسر بچوئی کے خلاف ہے، اس کے برعکس عشق مجازی "چوں و چند" سے متعلق ہے اور یہ ظاہر کا حصہ ہے، اس کے آثار ظاہر میں زیادہ ہوتے ہیں (بیقرااری، بے آرامی، آہ و نعرہ وغیرہ) عشق حقیقی

(۲۵) کا بقیہ حاشیہ کے یہاں منصب دار رہے۔ شاہجہان جب برہانپور آئے تو ان کو مقابلہ خان جہاں لودی اور تسخیر مملکت نظام شاہیہ کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے دونوں کام انجام دیئے۔ دھارور کے قلعہ کو فتح کیا اور اس کا فتح آباد نام رکھا، (غالباً اسی وجہ سے فتح آبادی کہلاتے ہوں)۔ آخر میں جوہنور کی حراست ان کے سپرد ہوئی اور وہیں ۱۰۵۹ھ میں ۷۶ سال کی عمر پا کر انتقال کیا۔ "اعظم اولیا" تاریخ وفات ہے۔ جوہنور میں دریا کے کنارے ایک باغ نصب کیا تھا، اسی میں دفن ہوئے۔ (ماثر الامراء جلد اول)



بے نسبت بنے اور عشق مجازی والے آثار اس میں کم ہوتے ہیں، عشق حقیقی کا اثر فنا فی المحبوب ہونا اور ماسوا سے آزادی ہے۔ یہ حقیقت عشق ہے اور عشق مجازی صورت عشق ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ عشق مجازی میں، محبت و محبوب کے درمیان مناسبتِ صوری موجود ہے، اس لیے اس کے آثار بھی صورت میں زیادہ ظاہر ہوتے ہیں۔ عشق حقیقی میں مناسبتِ صوری مفقود ہے، لہذا اس کے آثار بھی ظاہر میں کم پائے جاتے ہیں۔ عشق حقیقی فنا و بقا تک پہنچاتا ہے جو مقاماتِ باطن سے ہیں۔ ہاں "مقاماتِ ظل" میں مناسبت، درمیان محبت و محبوب حقیقی پائی جاتی ہے۔ اگر یہاں اس کے آثار کچھ نہ کچھ ظاہر میں نمودار ہو جائیں تو ابدہ گنجائش ہے، اسی وجہ سے عشق حقیقی میں بھی کبھی کبھی چیخ پکار اور نعرہ یہ چیزیں پائی جاتی ہیں۔ جب معاملہ "ظل" سے اوپر کو چلتا ہے اور غیب الغیب پر بات پہنچتی ہے تو اس منزل میں چینی اور بے آرامی کم ہو جاتی ہے، چنانچہ "کمالاتِ نبوت" کے مقام میں محبت بمعنی "ارادۃ طاعت" رہ جاتی ہے اور بس، بے آرامی و بے چینی اس میں نہیں ہوتی، یہ محبت اس طرح کی ہوتی ہے جیسا کہ ہر کسی کو اپنی ذات کے ساتھ ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نازک و لطیف، اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے وجود سے زیادہ بظاہر کوئی محبوب نہیں، الا ماشاء اللہ۔ پھر بھی اس سلسلے میں کوئی بے آرامی اور ٹرپ نہیں پائی جاتی۔ تم نے لکھا تھا کہ توفیقِ عبادتِ خدا ٹے تعالیٰ میں اپنے کو بہت قاصر و عاجز پاتا ہوں، امورِ اخروی کے انجام دینے کی قدرت بہت کم دیکھتا ہوں۔

مخدوم! تم نے یہ جو کچھ لکھا ہے، گویا اس فقیر کی بجنسہ ترجمانی ہے، میں خود اپنی بے توفیقی کا تم سے کیا اظہار کروں۔ اس ناکارہ سے علاج طلب کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عاریت طلب کرنے والے سے عاریت طلب کرنا، یا کسی محتاج و مفلس سے سوال کرنا۔ یہاں تو طبیبِ خود بیمار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے اور مراتبِ کمال کی طرف رہنمائی کرے۔ والسلام

مکتوب (۱۷) شیخ مظفر کے نام

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ — اللہ تعالیٰ "ابواب فیوض" کو ہمیشہ

مفتوح رکھے۔ تمہارا مکتوب پہنچا۔ باعث مسرت ہوا۔ تم نے اظہارِ اشتیاقِ ملاقات کیا ہے اس جانب سے بھی اپنی ملاقات کا اشتیاق تصور کرو۔ مخدوما! اتباعِ سنت میں جان و دل سے کوشش کرو۔

سرورِ دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت و عبادات کے جزوِ کل میں تشبہ کو سعادتِ عظمیٰ سمجھو یہی چیز "برکات" کا ثمرہ دیتی ہے، اور یہی "درجاتِ عالیہ" کا نتیجہ بخشی ہے۔ محبوب کی شکل اختیار کرنے والے بھی محبوب و مرغوب بن جاتے ہیں، اس حقیقت کی گواہ یہ آیت کریمہ ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمْ اللّٰهُ وَاَسْمِعْکُمْ اَسْمَاعِیْ  
کہہ دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو (اس اتباع کی برکت سے) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ (اور تم ترقی کر کے اللہ کے محبوب بن جاؤ گے) اپنے اوقات کو معمور رکھو، نماز کو طولِ قنوت کے ساتھ ادا کرو اور کالی کالی راتوں کو گریہ و استغفار سے روشن کرو، کلمہ طیبہ کی اتنی تکرار کرو کہ سوائے مراد حق کے تمام مرادوں سے دل خالی ہو جائے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب (۷۲) شیخ بایزید (سہارنپوری) کے نام

(سفر حج بیت اللہ کا ارادہ ہو جانے پر)

اللہ تعالیٰ تم کو ماسوا کی غلامی سے آزاد، اور جذباتِ معنویہ سے لذت یاب کرے، تمہارا مکتوب پہنچا، سبب مسرت ہوا۔

۱۔ آپ شیخ بدیع الدین انصاری سہارنپوری دلیف حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صانعِ جزا دے تھے اپنے والد سے تحصیلِ علم کر کے سرہند پہنچے، وہاں حضرت خواجہ محمد معصومؒ سے بیعت ہوئے۔ اور اذکارِ طریقہ میں مشغول رہ کر روحانی فوائد حاصل کئے۔ بالآخر حضرت خواجہ سرہندیؒ نے ان کو خلافت عطا کی اور یہ سہارنپور آکر مسندِ ارشاد پر متمکن ہو گئے۔ آپ سے بہت سے مشاہیر نے سلوک طے کیا۔ قانع و متوکل تھے۔ درس و افتادہ میں مشغول رہتے تھے۔ پیر کے دن ۱۰۰۰ میں انتقال کیا، قبر سہارنپور میں ہے۔ (نزہۃ الخواطر جلد ۵)

مخدوم! امید ہے کہ ماہ ذی الحجہ کے آخر میں ۲۰ سے لے کر ۲۹ تک کسی تاریخ میں سرمنڈ سے  
(جج کے لئے) روانگی ہوگی اور بندرگاہ سورت سے کعبہ مقصود تک رسائی میسر آئے گی۔  
تا درمیانہ خواستہ کردگار چیت

عقل ہر چند عالم اسباب پر نظر کر کے پابند اسباب ہوتی ہے لیکن عشق باری تعالیٰ کے  
راستے میں بندش عقل سے باہر آجانا چاہیئے اور اپنی نظر تمام تر مسبب الاسباب پر جادیتا  
چاہیئے، کسی نے بہت اچھا کہا ہے۔

دل اندر زلفِ یلی بند و کار از عقل مجنون کن کہ عاشق رازیاں دارد مقالاتِ خرد مندی  
جو خواب تم نے دیکھا ہے وہ بہت عمدہ ہے، اللہ تعالیٰ امور منتظرہ کو قوت سے فعل  
میں لے آئے، طلب میں گرمی عطا فرمائے اور ماسوا سے چھٹکارا دے اِنَّهُ قَرِيبٌ مِّنْ حَبِيبٍ  
ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ: "تصوف، اضطراب کا نام ہے، جب سکون آیا، تصوف نہ رہا۔"  
مرید کو اس صفت پر ہونا چاہیئے جو اس آیت کریمہ میں مذکور ہے:-

”حَتَّىٰ اِذَا ضَاغَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاغَتْ عَلَيْهِمُ  
اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَا مَلْجَا مِنْ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ“۔ (سورہ توبہ)

(یہاں تک کہ جب تنگ ہوئے ان پر زمین باوجود کشادگی کے اور ان کی جانیں ان پر تنگ  
ہوئیں اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب کوئی پناہ نہیں اللہ سے مگر اسی کی طرف)۔  
اب میں تم کو خدا تک سپرد کرتا ہوں۔ تم بھی مجھ کو خدا کے سپرد کرو۔ دعائے سلامتیِ خانہ  
سے یاد رکھنا۔

گر بماندیم زندہ ، بردوزیم دامنے کز فداق چاک شدہ  
ور برقتیم عذر ما بپذیر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ  
والسلام اولاً و آخراً

مکتوب (۵) سلسلے کی ایک مستورہ کے نام  
(تعزیت و نصیحت میں)

ہمیشہ عقیقہ محترمہ کو لکھتا ہوں کہ۔ خبر وحشت اثر غالباً مکتوب ایسا کہ شوہر کے انتقال کی خبر کو سن کر کیا باؤں کتنا صدمہ ہوا۔ لیکن چونکہ ازادہ الہی یوں ہی تھا۔ اس لئے سوائے صبر و شکیبائی چارہ نہیں ہے اور بجز تسلیم و رضا مفر نہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ تمہاری دنیا چلی گئی، اللہ تعالیٰ تم کو آخرت دیدے اور اپنی محبت عطا فرمائے، اپنی آشنائی بخشنے اور ماسوا سے رہا کر دے۔

اوقات کو یادِ حق سے معمور رکھو اور گزرے ہوؤں کو دعا و ایصالِ ثواب میں یاد رکھو، آج یا کل ہم بھی اسی جماعتِ رفیقان سے ملحق ہوں گے اور اپنے خاندان سے جدا ہونے کا نہیں گے اور "فرزندان و خویشاں" کو الوداع کہیں گے۔ تو شہِ آخرت کو مہیا کرو، قبر و قیامت کو نصب العین بناؤ۔ اللہ تعالیٰ تم کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور جمعیتِ ظاہر و باطن عنایت کرے۔ اِنَّهٗ قَرِيْبٌ مَّجِيْبٌ۔

مکتوب (۷۹) میرک معین الدین کے نام

الْحَمْدُ لِلّٰهِ ذِي الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی  
رَسُوْلِهِ سَيِّدِ الْاَنْاَمِ وَعَلٰی اٰلِهِ الْاِكْرَامِ وَصَحْبِهِ الْعِظَامِ

۱۔ میرک معین الدین احمد۔ ماثر الامراء جلد اول میں تقریباً دس صفحات پر آپ کا مفصل تذکرہ ہے۔ شروع میں صاحبِ ماثر الامراء نے جو کلمات آپ کی شان میں لکھے ہیں، ان کو بجنسہ نقل کر کے باقی حالات کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

"خان آرزو نشان نشان میرک معین الدین احمد، امانت خاں خوانی، راستی منش، درستی آئین دیدہ ورا، حقیقت ہیں، فقیر مشرب، غنی مزاج، فرشتہ خوئے قدس امتزاج، پسندیدہ شیم، ستودہ اخلاق، صاحبِ مروت، بلند وفاق، سعادت یماں، عالی فطرت، صافی ضمیر، والا فکرت، موسس قواعد دیانت و امانت، مشید بنیان فتوت و سماحت نیکو رائے خیر اندیش، کم کینہ و مہربیش۔"

باقی صفحہ پر

صحیفہ گرامی "پہنچا، مسرت ہوئی، چونکہ وہ شوق و طلب پر مشتمل تھا، اس لئے مسرت میں اور اضافہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ "آتش شوق" کو مشتعل اور "شعلہ طلب" کو سر بلند کر دے، تاکہ ماسوا سے چھٹکارا ملے اور خوشبوئے مطلوب مشام جان میں پہنچے۔  
 عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ہر چیز معشوق باقی جسد سوخت  
 جس قدر بھی شوق و طلب ہو غنیمت ہے اور امید بخش۔

ان کے اسلاف کا وطن بلوچستان تھا، ان کے جدِ کلاں میر حسن قصبہ خواف میں آ رہے تھے۔ میر حسن کے بیٹے میر کمال اپنے لڑکے میرک حسین کے ساتھ عہد اکبری میں ہندوستان آ گئے تھے۔ میرک حسین جنت مکان (جہانگیر) کے دربار میں عزت یافتہ ہوئے، عہد شاہجہانی میں دیوانی دکن ان کے سپرد ہوئی، پھر والی بلخ کے پاس بحیثیت سفیر بھیجے گئے تھے۔ ان میرک حسین کے خلف ارشد میرک معین الدین تھے۔ باپ کی وفات کے وقت یہ نو عمر تھے، بعد تحصیل علوم رسمیہ، نوکری بادشاہ پر فائز ہوئے۔ ۱۰۶۱ھ میں (عہد شاہجہان) بخشی گری اور واقع نویسی سوہا اجمیر کا کام ان کے سپرد ہوا، پھر دکن چلے گئے۔ شیخ معروف بھکری نے اپنی تالیف ذخیرۃ الخزانین میں (جو ۱۰۶۱ھ کی تصنیف ہے) لکھا ہے کہ "میرک معین الدین پسر میرک حسین خوانی کے باپ دادا کی بزرگی آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ میرک معین الدین اس عالم جوانی میں فہم و فراست اور حسنِ خط کے اندر بہرہ کامل رکھتے ہیں۔" شاہجہانی جلوس کے اٹھائیسویں سال دارا شکوہ کی ہمراہی میں جنگ قندھار کے لئے متعین ہوئے۔ وہاں سے لوٹنے پر اسی سال (مطابق ۱۰۶۲ھ میں) شاہجہان کی طرف سے خدمت دیوانی و بخشی گری اور واقع نویسی سوہا ملتان سے ممتاز ہوئے۔ بہت زمانے وہاں رہے۔ پنجاب کی پبلک آپ کے صلاح و تقویٰ کو دیکھ کر مریدوں کی طرح پیش آتی تھی اور اب تک (بارہویں صدی کے آخر تک) آپ میرک جو کے نام سے وہاں کے لوگوں کی زبان پر ہیں۔ ملتان سے ڈوکوس کے فاصلے پر ایک باغ اور حویلی بنائی جو "کوٹہ میرک جو" کے نام سے مشہور ہے۔ عہدِ عالمگیری میں آپ کو دیوانی کابل مل اور خطابِ امانت خاں سے نوازے گئے۔ منصب میں بھی اضافہ ہوا۔ بعدہ یہ کسی وجہ سے مستعفی ہو گئے۔ مگر چونکہ ان کا نقشِ امانتِ عالمگیری کے دل پر ثبت تھا، اس لئے فوراً خدمتِ حراست دارالسلطنت لاہور اور وہاں کی قلعہ داری تفویض کی اور رخصت

اس صحیفے میں گم شدہ "نسبت" کے حصول کی درخواست بھی کی گئی ہے۔ مخدوم ابو کچھ طالب کو ضروری ہے، یہ ہے کہ اظہارِ طلب اور جو لازم طلب ہیں۔ اُن کا اظہار شیخ سے کر دے مگر "طریق وصول" کا تعین شیخ کے حوالے کرے۔ مریض کے ذمے بس اپنے مرض کا حال حاذق طبیب سے بیان کرنا ہے۔ ازالہ مرض کے طریقے کا تعین چاہنا (کس طرح اور کیا علاج ہوگا)

کے وقت دیوانِ صوبہ لاہور بھی عطا کی۔ لاہور میں بھی حویلی خوانی پورہ اور چوک کلاں کے متصل حویلی و حمام تعمیر کئے۔ بائیسویں سال جلوسِ عالمگیری میں جب کہ بادشاہ اجمیر میں خیمہ زن تھے۔ آپ نے دیوانِ صوبجاتِ دکن سے امتیاز حاصل کیا۔ پچیسویں سال عالمگیری میں خیمہ بنیاد اورنگ آباد میں فرود شاہی ہوا تو حویلی نظام شاہ مشہور بہ سبز بنگلہ، میرک معین الدین کا محل سکونت رہا۔ اس کے بعد میرک نے چاہا کہ گڑھی ہر سول میں جو اورنگ آباد سے دو کوس ہے۔ ملتان کی طرح اپنی بود و باش کے لئے جگہ بنائیں۔ بادشاہ نے حویلی ملک عنبر کو جو متصل شاہ گنج ہے ان کے لیے تجویز کیا۔ وہ جگہ بھی کوٹلہ کے نام سے مشہور ہے۔ میرک معین کا انتقال ۱۰۹۵ھ میں ہوا۔ شہر اورنگ آباد کے جنوب میں نزدیک درگاہ شاہ نور حامی دفن ہوئے۔ "سید ہشتی شد" سے تاریخِ وفات لکھتی ہے۔ حقائق آگاہ میاں شاہ نور حامی فرمایا کرتے تھے کہ "لوگ جو چیز مجھ سے طلب کرنے آتے ہیں وہ یہ بابائے میر اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اس بارہ میرک معین الدین احمد کی طرف ہوتا تھا۔"

خوانی خاں صاحب "تاریخ نبت لباب" نے لکھا ہے۔ "واقعی ایسا دیانت دار جو اپنی ترقی کو ملحوظ نہ رکھے اور رفاہِ خلق کو کفایتِ سرکار سے بھی زیادہ ملحوظ رکھے اور جس کی حکومت میں کسی کو کبھی مالی و جانی نقصان نہ پہنچا ہو، بجز امانت خاں (میرک معین احمد) کے کم سنا اور دیکھا گیا ہے۔" عمالِ مطالبہ دار اور زمیندارانِ نادار جیل خانے میں قریب بہ ہلاکت ہو جایا کرتے تھے، اُن کو جیل میں رکھنے سے سوائے بنامی سرکار کے اور کچھ فائدہ نہ تھا۔ اسی وجہ سے میرک معین الدین احمد ان معزز قیدیوں کو قسطوں کے وعدے پر چھوڑ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ لاہور میں ایک مرتبہ اس طریقے سے دو لاکھ روپیہ کے نقصان کی خبر اخبار نویسوں نے پہنچائی۔ بادشاہ کو اس خبر سے کچھ گرانی ہوئی۔ لیکن جب حقیقتِ حال پر مطلع ہوئے تو تحسین فرمائی دکن میں بھی دس بارہ لاکھ روپیہ کئی سال کا بقایا رعایا نے سقیم الحال پر چلا آ رہا تھا، جس کے وصول کرنے

بالکل غلط بات ہے۔ مگر ما! افادہ و استفادہ" کا دار و مدار صحبتِ شیخ پر ہے۔ ایک مستعد طالب اپنی استعداد و محبت کے مطابق کسی شیخِ کامل کے باطن سے فیضیاب ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ "رذائلِ اوصاف" سے خالی ہو کر بزرگ شیخِ کامل "ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ فنا فی اللہ شیخ ہونا ہی فنا فی اللہ کا مقدمہ ہے۔ اگر صحبتِ میسر نہ ہو تب بھی خالی محبت سے شیخ کی توجہ کے بقدر بہرہ یاب ہو سکے گا۔ لیکن صحبتِ یافتہ اور غیر صحبتِ یافتہ میں بہت بڑا فرق ہے۔

(دیکھو) حضرت اویس قرنیؓ ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنِ مبارک سے نفع مند ہوئے اور اعلیٰ درجہ ولایت کو پہنچے، لیکن مرتبہ صحابہؓ کو نہ پہنچ سکے۔ ماں خیر التابعین ضرور ہو گئے۔ تم کو فقراء سے جو محبت ہے اس کو نعمتِ عظمیٰ تصور کرو اور اس دولت میں اضافہ کی فکر کرو۔ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ (انسان کا حشر اس کے ساتھ ہوگا، جس سے وہ محبت رکھتا ہے) یہ حدیث تم نے سنی ہوگی۔

امید ہے کہ فقراء کے باطن سے بہرہ کامل حاصل کرو گے اور "فیض مند" ہو گے۔ یہ فقیر اپنے اندر اتنی لیاقت نہیں دیکھتا کہ تم کسی امرِ عظیم کی درخواست مجھ سے کرو۔ لیکن چونکہ ازراہِ حسنِ ظن لکھا ہے، اس لیے امید ہے کہ تمہارے اس ظن کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے ساتھ معاملہ ہو اور ویرانے سے خزانہ برآمد ہو جائے۔ یہ بھی حدیثِ قدسی ہے۔

کے لئے ہر سال اعدیان و منصب داران مقرر ہوتے تھے۔ میرک معین الدین احمدؒ نے یہ تمام بقایا یک قلم معاف کر دیا۔ ایک دن عالمگیرؒ بادشاہ میرک معین الدین احمد کی دیانت کی تعریف کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ "سرکار! میری برابر تو کوئی بھی خائن نہ ہوگا، ہر سال ولی نعمت کے مال کو باقی داروں پر معاف کر دیتا ہوں۔" بادشاہ نے فرمایا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم میرا خزانہ آخرت معمور کر رہے ہو۔" میرک معین الدین احمد، اوضاعِ معیشت میں ضوابطِ انقیاد سے بیگانہ اور دنیا داروں کے تکلفات سے نا آشنا تھے۔ کتابِ شرعۃ الاسلام (جو آدابِ شریعت میں ایک کتاب ہے) کا ترجمہ آپ کی مؤلفات میں سے ہے۔ خطِ شکستہ اور خطِ نستعلیق میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ کے سات لڑکے اور سات لڑکیاں تھیں تقریباً سب سے اولاد کثیر ہوئی۔ (ماخوذ از ماثر الامراء۔ جلد اول ص ۲۵۰ تا ص ۲۶۰ مطبوعہ ایشیاک سوسائٹی)

”أَنَا عِنْدَ ظَنِّ سَكْبَدِي بِي“ (میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں)۔ بہر حال میں توجہ غائبانہ سے دریغ نہیں کروں گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ اپنے اوقات کو طاعات میں مشغول رکھو، لہو و لعب سے بچتے رہو۔ ”بیوفائی دنیا“ احوال گور“ اور ”ہول قیامت“ کو پیش نظر رکھو۔ اور نجات کو اتباع سنت و اجتناب از بدعت میں یقین کرو۔ اہل بدعت اور ملاحدہ سے تعلق صحبت نہ رکھنا، اس لئے کہ یہ لوگ دین کے چور ہیں۔ جو فقیر شرعی وضع پر نہیں اور سنت نبویؐ سے آراستہ نہیں، اُس کو اپنی مجلس میں راہ نہ دینا۔ حاصل کلام (اس ارشادِ ربانی پر پورا پورا عمل ہو)۔ وَ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ج وَ اتَّقُوا اللَّهَ الْآيَةَ۔ (سورہ حشر) (پیغمبر جو تم کو حکم دیں اُسے (بجان و دل) قبول کرو اور جس چیز سے منع کر دیں اس کو چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو) وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ سَائِرٍ مِّنَ آئِحَ الْهَدَايَةِ

### مکتوب (۹۳) نذریبگ سمرقندی کے نام

حَامِدًا لِلَّهِ الْعَظِيمِ وَمُصَلِّيًا عَلَىٰ رَسُولِهِ الْكَرِيمِ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ اپنی معیت سے نہ چھوڑے۔ جو خط از راہ محبت ارسال کیا تھا پہنچا۔ خوش وقت کیا، اپنے احوال اسی طرح لکھتے رہا کرو، تاکہ غائبانہ توجہ کا سبب پیدا ہو، جو خواب دیکھے ہیں خوب ہیں۔ بشارات ہیں۔ اپنے کام میں سرگرم رہو۔ احوال باطن، ذکر و فکر اور اس کے نتائج کے بارے میں کچھ تحریر نہیں کیا، اول اس کو لکھنا چاہیئے، دوسری باتیں اس کے ضمن میں ہوں۔

طفیل دوست باشد ہر چہ باشد

حاصل کلام۔ اس قدر مداومت ذکر کرو، کہ ”ذکر و حضور“ ننگہ دل بن جائے۔ اور ”مذکور“ کے علاوہ ہر چیز صحن سینہ سے رخصت ہو جائے، کوئی مراد اور مقصد غیر از حق سبحانہ باقی نہ رہے۔

این کار دولتست کنوں تا کرا و ہند



دوستوں سے دعا، سلامتی خاتمہ کی امید ہے۔

والسلام اولاً و آخراً

### مکتوب (۹۵) سید علی (بارہمہ) کے نام

بعد الحمد والصلوة و تبلیغ الدعوات، مکتوب گرامی پنپا، مسرت بخشی۔ ملاقات کا شوق ظاہر کیا ہے، یہ وقت پر موقوف ہے۔ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ۔ دُنیا تو محل جدائی ہے، دُعا کرو کہ حق تعالیٰ آخرت میں ہمیں تمہیں جمع کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات بھی آخرت کے لئے موعود ہے۔ موت اس کا دریچہ ہے۔ دُنیا مزرعہ سے زیادہ نہیں ہے۔ جتنا عمل میں اخلاص ہوگا، ثمرات و نتائج اُخروی اور درجاتِ قرب کی بھی زیادہ امید ہوگی۔ عمل کتبِ شرعیہ سے لیا جاتا ہے اور "حقیقتِ اخلاصِ عمل" اسلام حقیقی اور اطمینانِ نفس سے متعلق ہے اور اسلام حقیقی و اطمینانِ نفس صحبتِ صوفیائے کرام سے وابستہ ہے۔ "عمل بے اخلاص" جسم بے روح کی مانند ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَائِرِ مَنْ اَتَمَّعَ اللّٰهُی۔

### مکتوب (۹۶) سید نور بکر (بارہمہ) کے نام

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ احْتَفَقُوا۔ سیادت پناہ کو اس مسکین کا سلام عافیت انجام۔ جو خط از راہِ محبت بھیجا تھا، پنپا۔ خوش کیا۔ اسی طرح اپنے احوال ظاہر و باطن

۱۔ تاریخِ محمدی میں ۱۱۹ھ کے تحت ایک شخصیت کا ذکر ان الفاظ میں ہے۔ سید نور الدین علی خاں بن سید عبد اللہ خاں بارہمہ از امرائے عالمگیر شاہی در ہمراہی شاہ عالم در جنگِ محمد اعظم کُشتہ شد (در ۱۱۹ھ) غالباً مکتوب الیہ یہی ہیں۔ ناثر الامراء جلد سوم ص ۱۶۶ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی میں ان کو حسن علی خاں اور حسین علی خاں کا بھائی بتایا ہے۔ ۱۲

۲۔ تاریخِ محمدی قلمی (رضنا لا تُبری رام پورا) میں ان کا ذکر ۱۱۰ھ کے تحت ان الفاظ میں ہے سید نور بکر بارہمہ مخاطب برسیف خاں از امرائے عالمگیر شاہی در شاہجہاں آباد فوت شد۔ (ص ۲۵ پر)

اتنے رہا کرو، یہ سلسلہ خط و کتابت توجہ غائبانہ کا ذریعہ ہوتا ہے۔

مخدوما! اشرفِ عمر (جوانی) ختم ہوتی چلی جا رہی ہے اور ارذلِ عمر (بڑھاپے) کی آمد آمد ہے۔ افسوس ہے کہ اشرفِ اشیاء یعنی معرفت اللہ کو ارذلِ عمر کے حوالے کیا جائے اور اشرفِ امر کو ارذلِ اشیاء (ہوا و ہوس اور زینتِ دنیا) میں صرف کیا جائے (ایسا نہ ہونا چاہیے) چاہئے کہ اوقات کو ذکر و فکر سے معمور کرو اور توشہٴ آخرت مہیا کرو۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ مَنْ اتَّبَعَ النَّبِيَّ

### مکتوب (۹۸) حافظ محمد شریف لاہوری کے نام

اللہ تعالیٰ درجِ قرب میں ترقیات بے اندازہ نصیب کرے۔ خط پہنچا۔ خوش وقت کیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بعافیت ہو۔

مخدوما! بندگی نام ہے "گردن نہادن" کا، اور اپنے ارادے سے باہر آجانے اور مرضی خدا کے ساتھ وابستہ ہو جانے کا، جو کچھ محبوب کی طرف سے پہنچتا ہے محبوب ہوتا ہے۔ انعام ہو یا تکلیف۔ محب 'فدا'ئے محبوب ہوتا ہے، اس کی نظر میں محبوب کے تمام افعال و کردار "زینا و زیبا" ہوتے ہیں۔ ہر تلخی جو اس طرف سے پہنچتی ہے، عاشق اس کو شکر کی طرح استعمال کرتا ہے اور شیریں کام ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "عَجِبْتُ مِنْ قَضَاءِ اللَّهِ

لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَهُ حَيْرٌ وَحَمْدٌ رَبِّهِ وَشُكْرٌ وَاِنْ اَصَابَهُ مُصِيبَةٌ حَمْدٌ رَبِّهِ وَصَبْرٌ۔ يُوْتَجِرُ الْمُؤْمِنُ مِنْ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ فِي اللَّقْمَةِ يَرْفَعُهَا اِلَىٰ فِي اَمْرَاتِهِ" (مومن کے حق میں اس فیصدہ خداوندی سے متعجب ہوں کہ جب مومن کو خیر پہنچتی ہے تو اپنے رب کی حمد کرتا ہے اور شکر کرتا ہے اور جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو بھی حمد کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ مومن کے ہر عمل پر اجر ملتا ہے۔ حتیٰ کہ اس لقمے میں

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ساداتِ بارہہ میں سے تھے۔ امرائے عالمگیری میں آپ کا شمار تھا۔  
شہرہ میں دہلی میں آپ کی وفات ہوئی۔

بھی جو وہ اپنی بیوی کے مُنہ میں دے۔) - والسلام اولاً و آخراً

### مکتوب (۹۹) سید نور بکر کے نام

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ - خط پہنچا بہجت افزا  
ہوا۔ الحمد للہ! کہ تمہارے اوقات ذکر سے معمور ہیں۔ اتباع سنت میں کوشش کرو، بدعت  
اور اہل بدعت سے دُور رہو۔ صحبتِ صلحاء و فقراء پابندِ شرع کی طرف راغب رہو۔ جس جگہ خلاف  
شرع دیکھو وہاں سے گریزاں اور یکسو ہو جاؤ۔

با عاشقانِ نشین و ہمہ عاشقی گزین باہر کہ نیست عاشق ہرگز مشوقوں

اور عاشقِ صادق وہ ہے جو متابعتِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر راسخ ہے۔ قُلْ إِن  
كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ - سے اسی حقیقت کا اظہار ہو  
رہا ہے۔ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ سَائِرٍ مِّنْ أَتْبَاعِ الْهُدَىٰ۔

### مکتوب (۱۰۱) مرزا خاں کے نام

بعد الحمد والصلوة وارسال التحیات - اس طرف کے فقراء کے حالات مستوجبِ حمد ہیں۔  
تمہاری سلامتی، استقامتِ شریعت و سنت اور ترقی درجاتِ صوریہ و معنویہ کا خواستگار  
ہوں۔ تمہارا خط پہنچا۔

مکرم! ادعیہ و اذکار "جو فقیر نے تم کو بتائے تھے۔ وہ اس عنوان سے نہ تھے کہ اس طریقے  
میں وہ شرائط کا درجہ رکھتے ہوں یا سلوکِ طریق کا ان پر دار و مدار ہے بلکہ اس طور پر تھے کہ تم  
خالی نہ رہو اور حصولِ صحبت تک اپنے اوقات کو معمور رکھ سکو، غفلت میں اوقات ضائع نہ  
ہوں۔ اس فقیر نے "رسالہ اذکار و ادعیہ ماثورہ" (موقتہ و غیر موقتہ) کو احادیثِ معتبرہ سے  
مرتب کیا ہے۔ بعض اذکار و ادعیہ کے فضائل بھی لکھے ہیں۔ اس رسالہ کی نقل تم کو بھیج دی گئی ہے  
جس قدر بھی اس پر عمل کر سکو عمل کرو، رسالہ بڑا ہے فارسی زبان میں ہے۔ فوائدِ کثیرہ کو مضمون ہے۔  
اگر تمام رسالہ مطالعہ کرو تو بہتر ہے۔ یہ رسالہ کیا ہے ایک خزانہ ہے۔ "سراوقاتِ قرب" کے

اسرار کا اور ایک دریا ہے۔ "منازلِ قدس" تک پہنچانے والا۔ کسی خواص کی ضرورت ہے کہ وہ اس کی گہرائی سے نفیس موتی حاصل کرے اور کوئی پیراک ہو جو شتاوری کر کے "شہرِ مطلوب" تک پہنچ جائے۔ تم نے لکھا تھا کہ ہر چند صحبتِ شیخِ کامل سلوک میں ضروری ہے، لیکن اس سلسلہ عالیہ میں غائبانہ بھی "افادہ و استفادہ" کی محفل گرم ہوتی رہی ہے جیسا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجددؒ کے درمیان (غائبانہ افادہ و استفادہ ہوتا رہا) اشفاق پناہا!۔ ہمارے حضرت (مجدد صاحبؒ) کو جو کچھ "مقاماتِ ولایت" کے سلوک اور "منازلِ قرب" کی رسائی میں درکار تھا، وہ تمام تر حضرت خواجہؒ کی خدمت ہی میں ظہور پذیر ہوا اور انہیں کی صحبت پر نور میں مراتبِ کمال و تکمیل کا حصول ہوا۔ چنانچہ یہ امر حضرت مجددؒ کے مکتوب سے ظاہر ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ سلوک طے کرنے کے بعد جب (دہلی سے) مکان کو رخصت ہو گئے تو مراسلات و مکاتبات کا سلسلہ جاری رہا اور سوال و جواب ہوتے رہے۔ اس ضمن میں جو "افادہ و استفادہ" ہوا تو وہ خارج از بحث ہے کیونکہ یہ بعد از حصولِ کمال و مراتبِ سلوک ہے۔ نفس حصولِ کمال اور کسبِ منازلِ سلوک کے لئے صحبتِ شیخِ ضروری چیز ہے۔۔۔ حضرت ایشان (حضرت مجددؒ) نسبتِ محبوبیت رکھتے تھے، اگر غائبانہ بے صحبت پیر بھی اخذ فیوض و برکات کر لیتے تو گنجائش تھی کیونکہ محبوبوں کا معاملہ ہی جدا ہوتا ہے۔ ان کو "اجتبار" کے راستے سے لے جاتے ہیں اور کشاں کشاں منزل پر پہنچا دیا جاتا ہے۔

"گر نہ آید بخوشی مونسے کشانش آرد"

اگر پیرِ ظاہر کا واسطہ بھی نہ ہو، تب بھی ان کو اللہ تعالیٰ نواز دیتے ہیں اور راہ میں نہیں چھوڑتے۔ ان کے (محبوبوں کے) علاوہ باقی سب براہِ "انابت" چلتے ہیں اور صحبتِ پیرِ ظاہر کے محتاج ہوتے ہیں۔ ان میں اور ان میں بہت بڑا فرق ہے۔ حضرت ایشانؒ کی محبوبیت حضرت خواجہ صاحبؒ کے نزدیک بھی مسلم تھی۔ حضرت خواجہؒ ہمارے حضرت کے بارے میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

عشقِ معشوقاں نہاں است دستیر      عشقِ عاشقِ باد و صد طبل و نغیر  
 یک عشقِ عاشقاں تن زہ کند      عشقِ معشوقاں خوش و فرہ کند

اس فقیر نے جو کچھ لکھا ہے، وہ "راہِ انابت" سے متعلق ہے کہ عام طور پر راہِ مرید یہی ہے اور اسی راہ کے متعلق میں نے تحریر کیا ہے کہ ترقی اکثر و بیشتر صحبتِ شیخ ہی سے وابستہ ہے۔۔۔۔۔ آنِ کرم کے اخلاقِ کریمانہ سے کچھ دور نہیں کہ دعائے سلامتیِ خاتمہ میں یاد رکھیں گے۔  
 وَسَلَامٌ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ سَابِقِ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ وَالْتَزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفَىٰ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامَاتُ وَالْبَرَكَاتُ الْعُلَىٰ -

### مکتوب (۱۰۶) مولانا برخوردار کابلی کے نام

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْأَعْلَىٰ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ خُصُوصًا  
 عَلَىٰ سَيِّدِ الْوَرَىٰ صَاحِبِ قَابِ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ مُجْتَمِعِينَ  
 الْهُدَىٰ ————— اہما بعد ————— مکتوبِ مرغوب جو اس مسکین کو لکھا تھا،  
 اس کے ورود سے مشرت و مسرور ہوا۔ مقصدِ اعلیٰ کے طلب و شوق کا اظہار اس مکتوب  
 میں کیا ہے، نیک اور مبارک بات ہے۔ اللہ تعالیٰ آتشِ طلب کو مشتعل کر دے، شعلہ شوق  
 کو بھڑکانے اور ماسوا سے کلیتہً رہائی دے کر قرب و معرفت کی بارگاہ تک پہنچائے اِنَّهُ قَرِيبٌ  
 مُّجِيبٌ ————— جو خواب دیکھا تھا وہ بالکل واضح ہے اور مناسبتِ معنویہ کا پتہ دے رہا  
 ہے۔ ہماری ملاقات ہونے تک کلمہ طیبہ کی تکرار میں مشغول رہو اور یہ ذکر موافقتِ قلب کے  
 ساتھ کرو، جس قدر بھی کر سکو۔ اگر خلوت میں ذکر ہو تو بہتر ہے۔ یہ کلمہ طیبہ "تطہیرِ باطن" میں  
 تاثیرِ عظیم رکھتا ہے۔ اس کے ایک جزو (لَا اِلٰهَ) میں "ماسوائے حق" کی نفی ہے اور دوسرے  
 جزو (اِلَّا اللهُ) میں معبودِ برحق کا اثبات ہے اور سلوک کا خلاصہ یہی ہے۔ حدیث شریف  
 میں ہے۔ اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ۔ طاعات پر حریص رہو، سنتِ نبی کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرو، بدعت سے بچو اور منکرات سے یکسو رہو۔ ایک بزرگ  
 کا مقولہ ہے کہ۔ اعمالِ نیک تو نیک و بد دونوں قسم کے اشخاص کر لیتے ہیں لیکن معاصی سے

اجتناب کرنا "صدیق" کا خاص شیوہ ہے۔ اس مسکین کو دعائے سلامتی خاتمہ میں یاد رکھنا۔  
 اس کے بعد ایک سوال کے جواب میں حدیث "استبدال خمیصہ" یا پنجانیہ پر سیر حاصل  
 بحث فرمائی ہے۔ حدیث کے مختلف طرق پیش نظر رکھ کر اس بات کو ثابت کیا ہے کہ  
 نفیس لباس سالک کے لیے مضرت رساں نہیں ہے۔ حدیث کا اصل مفہوم ظاہر کرتے ہوئے  
 شراح حدیث کی عبارات بھی پیش کی ہیں اور اپنے ذاتی فہم سے بھی عجیب عجیب نکتے بیان  
 کئے ہیں۔ چونکہ یہ بحث کئی صفحات میں ہے اور دقیق ہونے کی وجہ سے ماہرین حدیث کے  
 سمجھنے کی ہے۔ اس لئے اس کا ترجمہ چھوڑتا ہوں۔

اس مکتوب کے آخر میں فرماتے ہیں)۔ تم نے لکھا تھا کہ کسی بدعتی، رشوت سستاں یا  
 علی الاعلان فسق و فحور کرنے والے کے یہاں جانا اور کھانا تناول کرنا کیسا ہے؟ — مخدوما!  
 اس میں شک نہیں کہ ایسے لوگوں کے یہاں جانے سے پرہیز اولیٰ ہے بلکہ طالبان طریق کے لیے تو  
 پرہیز لازم ہے۔ ہاں مواضع ضرورت مستثنیٰ ہیں۔۔۔۔۔ "باب لقمہ" میں (خلاصہ کلام) یہ  
 ہے کہ اگر معلوم ہو کہ یہ کھانا حرام طریقے پر ہے تو اس کا کھانا حرام ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ  
 وجہ حلال سے ہے تو حلال ہے کچھ نہ معلوم ہو تو وہ "مشتبہ" ہے اس کا نہ کھانا بہتر ہے۔  
 تم نے ایک بات یہ بھی لکھی تھی کہ بعض منکرین کہتے ہیں کہ مرید کرنا اس مخصوص طریقے پر  
 بدعت ہے۔ مخدوما! طلب حق کرنا اور راہ دین میں رہنا منتخب کرنا اور اس سے ارادت  
 کا تعلق قائم کرنا "مامورات شرعیہ" میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَابْتَغُوا الْكِبْرِيَاءَ  
 الْوَسِيلَةَ** — "افادہ و استفادہ معنوی" کا سلسلہ جس کو بعنوان "دگر پیری و مریدی" کہ  
 لو۔ زمانہ پیغمبر علیہ و علی آلہ و اصحابہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر اس وقت تک برابر جاری ہے  
 کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے جس کو مشائخ کرام نے یوں ہی اپنی طرف سے گڑھ لیا ہو۔ تمام  
 مشائخ کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہوتا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر  
 کے واسطے سے اور باقی سلاسل حضرت علیؑ کے ذریعہ سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے

لہذا اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلے کو طلب کرو۔ ۱۲

ہیں۔ پھر یہ طریقہ بیعت بدعت کیسے ہو گیا؟ ہاں یہ کہ لو کہ لفظ "پیری و مریدی" نیافت ہے۔ مگر الفاظ کا کوئی اعتبار نہیں۔ "رابطہ معنوی" اور "افاضہ معنوی" بحال خود رہے گا اور یہ کہنا کہ اس مخصوص طریقے پر مرید کرنا بدعت ہے۔ معلوم نہیں کہ مخصوص طریقے سے کیا مراد ہے؟ ہمارے طریقے میں تعلیم و تعلم اور ذکر ہے۔ ذکر خود "نامورات شریعیہ" سے ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہوا کہ کوئی کہ دے کہ صحیح بخاری پڑھنا اور ہدایہ کا درس دینا بدعت ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ سَائِرٍ مِّنْ أَتْبَاعِ الْمُدَّةِ وَالتَّزَعْرُمَاتِ مَتَابَعَةَ الْمُصْطَفَىٰ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ وَالْبَرَكَاتُ الْعُلَىٰ۔

### مکتوب (۱۱۰) عبدالحکیم کے نام

(مواظظ و نصائح اور سیرت صحابین میں)

اے بھائی!۔ ناجنس اور مخالف طریق کی صحبت سے بچتے رہنا اور بدعتی کی مجلس سے گریزاں رہنا۔ یہی معاذ رازی قدس سرہ کا مقولہ ہے کہ۔ ان تین اصناف سے اجتناء کرو۔  
۱۔ علمائے غافلین ۲۔ قرآتے ماہنین اور ۳۔ متصوفہ جاہلین  
جو شخص مسند مشیخت پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کا عمل موافق سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے اور نہ خود زبور شریعت سے آراستہ ہے۔ خیردار، خیردار۔ اس سے دور رہنا، بلکہ راجحاً اس شہر میں بھی نہ رہنا جس میں ایسا (مکار) رہتا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ عرصے بعد اس کی طرف دل کا میلان ہو جائے اور کارخانہ روحانیت خلل پذیر ہو۔ ایسا شخص ہرگز اقتداء کے لائق نہیں ہوتا۔ وہ تو درحقیقت ایک چور ہے پنہاں۔ ہر چند کہ اس سے طرح طرح کے خوارق عادات دیکھو اور اس کو دنیا سے بظاہر بے تعلق بھی پاؤ کہ بھی اس کی طرف ملتفت نہ ہونا، اس کی صحبت سے اس طرح بھاگنا جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ "کامیابی کے تمام راستے بند ہیں سوائے اس شخص کے راستے کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کی پیروی کرے۔" سید الطائفہ ہی کا یہ قول ہے کہ مقررین صادقین "کا راستہ درحقیقت کتاب و سنت کے ساتھ

وابستہ ہے۔ اور وہ علماء جو شریعت و طریقت پر باطل ہیں اور وارثِ الہیٰ کہلانے کے مستحق ہیں وہ اقوال، اخلاق اور افعال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہوتے ہیں۔“

مکرر لکھتا ہوں کہ آدابِ نبویؐ کا خیال نہ رکھنے والے اور سننِ مصطفویؐ کو چھوڑنے والا کو ہرگز ہرگز "عارف" خیال نہ کرنا، اس کے (ظاہری) تبطل و انقطاع، خوارقِ عادات، زہد، توکل اور (زبان) معارفِ توحیدی پر فریفتہ و شیفتہ نہ ہو جانا... .. مدارِ کار، اتباعِ شریعت،

پرہیز اور "معاملہ نجات" پیروی نقشِ قدمِ رسولؐ سے مربوط ہے۔ محق و مبطل میں امتیاز پیدا کرنے والی چیز اتباعِ پیغمبرؐ ہی ہے۔ زہد و توکل اور تبطل بغیر اتباعِ رسولؐ کے ناموزن ہیں۔ "اذکار و افکار" اور "اشواق و اذواق" بے توکل سرکارِ دو عالم "غیر مفید ہیں۔

خوارقِ عادات کا دار و مدار بھوک اور ریاضت پر ہے۔ اس کو معرفت سے کیا تعلق؟ حضرت عبداللہ بن مبارکؓ نے فرمایا ہے۔ "جس نے آداب سے سستی برتی وہ سننِ محروم ہو گیا۔ جس نے سنن سے غفلت اختیار کی وہ فرائض سے محروم ہوا اور جس نے فرائض سے تہاؤں کیا وہ معرفت سے محروم ہو گیا۔"

شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہاں! گھاس کا تنکا بھی پانی پر چلتا ہے (یہ کوئی کمال کی بات نہیں ہے)۔ پھر کہا گیا کہ فلاں آدمی ہوا میں اڑتا ہے۔ فرمایا:۔ (ٹھیک ہے) چیل اور کتھی بھی ہوا میں اڑتے ہیں۔ پھر کہا گیا کہ:۔ فلاں آدمی ایک لحظے میں ایک شہر سے دوسرے شہر چلا جاتا ہے۔ فرمایا: (اس میں کیا رکھا ہے) شیطان تو ایک دم مشرق سے مغرب تک چلا جاتا ہے۔ ان باتوں کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ مردِ سخی دراصل وہ ہے جو مخلوق کے درمیان نشست و برخاست رکھے۔ بیوی بچے رکھتا ہو اور پھر ایک لحظہ خدائے عز و جل سے غافل نہ رہے۔"

شیخ علی ابن ابی بکر قدس سرہ نے "معارج البدایہ" میں فرمایا ہے کہ "ہر انسان کا حسن و کمال تمام امور میں ظاہراً و باطناً، اصولاً و فروعاً، عقلاً و فعلاً، عادتاً و عبادتاً کامل اتباعِ رسولؐ میں مضمر ہے۔"

اگر کوئی گناہ وقوع میں آجائے تو بہت جلد اس کا تدارک توبہ و استغفار سے کر لینا



چاہئے، گناہ پوشیدہ کی توبہ پوشیدہ طریقے پر اور گناہ آشکارا کی علانیہ طریقے پر توبہ ہو۔ توبہ میں دیر نہ کی جائے۔ منقول ہے کہ: کرانا کا تبین تین ساعت تک گناہ لکھنے میں توقف کرتے ہیں۔ اگر اس درمیان میں توبہ کر لی، تو اس گناہ کو نہیں لکھتے ورنہ اپنے رجسٹر میں اس گناہ کا اندراج کر لیتے ہیں۔ جعفر بن سنان فرماتے ہیں کہ: توبہ سے غفلت کرنا ارتکابِ گناہ سے بھی زیادہ بُری بات ہے۔ اگر جلدی توبہ میسر نہ ہو سکے تو جب بھی توبہ کرے غزوة موت سے پہلے پہلے .. .. وہ توبہ مقبول ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ رات کو اپنا دستِ نوازش دراز کرتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کر لے اور دن کو بھی اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ رات کا گنہگار توبہ کر لے۔ انسان کو چاہئے کہ ورع و تقوایں کو اپنا شعار بنائے اور منہیات میں قدم نہ رکھے کیونکہ اس راہِ سلوک میں نواہی سے باز رہنا (درحقیقت) اوامر کے امتثال سے زیادہ ترقی بخش اور سود مند ہے۔ ایک درویش نے کہا ہے کہ: اچھے اعمال تو نیک اور فاجر دونوں کر لیتے ہیں لیکن معاصی سے بچنے کا (اہتمام) ”صدیق“ کا کام ہے۔“

حدیث میں آیا ہے کہ۔ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی۔ جو چیز تجھے شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دے الخ

اگر اپنے اور اہل و عیال کے لیے تجارت یا اس کے مانند کوئی حلال کسب کرے تو وہ مُضر نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے کیونکہ سلف نے اس کو اختیار کیا ہے۔ احادیث میں فضل کسب بہت کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اگر کوئی توکل اختیار کرے، توبہ بھی بہتر ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ پھر کسی سے طمع نہ رکھے۔

ابو محمد منازل نے فرمایا ہے کہ: ”توکل کسبِ حلال کے ساتھ ساتھ کرنا بہتر ہے بمقابلہ خالی توکل کے“۔ کھانا کھانے میں اعتدال کا خیال رکھے، نہ اتنا زیادہ کھائے کہ وہ کھانا عبادت میں کسل اور سُستی پیدا کر دے اور نہ اس قدر کم کھائے کہ (ضعف کے باعث) اذکار و طاعات سے باز رہے .. .. حضرت خواجہ نقشبندؒ کا ارشاد کہ۔ ”قرہ تر کھاؤ، لیکن (دینی) کام خوب کرو۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ ”طاعت“ میں جس قدر کھانا حمد و معاون ہو، وہ خوب اور مبارک ہے اور اس ”کارخانے“ میں جتنی زیادتی طعام خلل انداز ہو جائے

وہ البتہ ممنوع ہے۔

تمام افعال و حرکات میں اس کا قصد کرے کہ نیت صحیح ہو، جب تک نیت صالحہ نہ ہو۔ حتی الامکان کوئی قدم نہ اٹھائے۔ لوگوں کے ساتھ اختلاط بقدر ضرورت کرے۔ وہ اختلاط جو برائے افادہ و استفادہ ہو، البتہ محمود بلکہ ضروری ہے۔ ہر نیک و بد کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہیے، خواہ اس سے باطن میں انبساط پیدا ہو یا انقباض، جو شخص عذر خواہی کرے۔ اس کے عذر کو قبول کرنا چاہیے۔ اخلاق اچھے ہوں۔ (خواہ مخواہ) اعتراض کسی پر نہ کیا جائے، نرم و ملائم گفتگو ہو۔ کسی کے ساتھ سختی و درشتی سے معاملہ نہ کرے، ہاں خدا کے لیے سختی کر سکتا ہے۔

شیخ عبدالشہر نے فرمایا ہے کہ: درویشی نہ فقط نماز روزے کا نام ہے اور نہ صرف اعیانِ شب کا، یہ تو اسبابِ بندگی ہیں، درویشی یہ ہے کہ کسی کی دلازاری نہ کی جائے۔ اس خوبی کو حاصل کرے گا تو واصل ہوگا۔“

محمد بن سالمؒ سے لوگوں نے دریافت کیا۔ "اولیاء کی پہچان کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا:۔ اولیاء کی علامات یہ ہیں۔ لطفِ لسان، حسنِ اخلاق، بشاشتِ چہرہ، سخاوتِ نفس، قلتِ اعتراض، عذر خواہ کے عذر کو قبول کرنا، تمام مخلوقِ خدا پر شفقت کرنا خواہ نیکو کار ہوں یا بدکار۔"

ابو عبدالشہر احمد مقری قدس سرہ فرماتے ہیں:۔ جو انفرادی یہ ہے کہ تو جس شخص سے کدورت رکھتا ہو اس سے حسنِ خلق سے پیش آئے اور جس آدمی سے کراہت کرتا ہو اس پر مال خرچ کرے اور جس سے نفرت ہو اس سے اچھا سلوک کرے۔ بات چیت کرنے میں "رعایتِ قلت" مد نظر رہے۔ زیادہ نیند اور زیادہ ہنسنا بھی درست نہیں کیونکہ اس سے دل مُردہ ہو جاتا ہے۔ اپنے تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرے اور خدمتِ مولیٰ میں چست ہو جائے۔ ایسا کرے گا تو تدبیرِ امور سے فارغ ہو جائے گا اور سب کام غیب سے بن جائیں گے (سید الطائف رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے کہ:۔ دنیا کی تمام حاجتوں میں کامیابی کا راز ان حاجتوں کو ترک کر دینے میں پوشیدہ ہے۔ جب دل ایک جانب (خدا کی

حزرت ابو جوائے گا۔ خداوند کریم سب کام پورے کر دے گا۔ حدیث میں ہے: "جو شخص اپنے تمام غم کو ایک غم (غمِ آخرت) بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دنیا اور آخرت کے تمام کام بنا دے گا۔" نیز ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تیرے اوپر مہربان کر دے گا کہ وہ تیرے کاموں کو (خود بخود) انجام دیں گے۔

یحییٰ معاذ رازی فرماتے ہیں:۔ "جس قدر تجھے اللہ سے محبت ہوگی۔ مخلوق خدا بھی تجھ سے اتنی ہی محبت کرے گی۔ تجھے خدا کا جس قدر خوف ہوگا، مخلوق بھی تجھ سے اتنا ہی ڈرے گی اور تو جتنا خدا کے حکموں میں مشغول ہوگا مخلوق بھی تیرا اتنا ہی کہنا مانے گی۔" کسی پر اعتماد سوائے فضل پروردگار کے نہ ہو۔ اہل وعیال کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے اور بقدر ضرورت ان سے اختلاط ہوتا کہ ان کا حق ادا ہو جائے "موانست تام" ان سے نہ ہو۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ سے اعراض کا اندیشہ ہے۔ "احوال باطن" نا اہل سے نہ بیان کئے جائیں۔ مالداروں سے حتی المقدور میل جول نہ رکھا جائے۔ جمیع حالات میں سنت نبویؐ کو اختیار کیا جائے، بدعت سے حتی الوسع اجتناب ہونا چاہیے۔ سالک کو چاہیے کہ حوادث میں متذبذب نہ ہو۔ عیوب مردم پر نظر نہ کرے اور اپنے عیوب ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ اپنے آپ کو کسی مسلمان پر ترجیح نہ دے، سب کو اپنے سے بہتر سمجھے۔ ہر مسلمان کے متعلق یہ اعتقاد رکھے کہ اس کی برکت اور دُعا سے مجھے کثرت کار میسر ہو سکتا ہے۔ سلف صالحین کے حالات پیش نظر رکھے۔ مساکین کی ہم نشینی پسند کرے۔ کسی کی غیبت کی جانب خود بھی مائل نہ ہو اور جہاں تک ہو سکے دوسرے کو بھی اس سے بروکے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شیوہ بنا لے۔ اللہ کے راستے میں انفاق مال پر حریص ہو۔ حسنت کے صدور سے خوشی محسوس کرے اور سیتات کے ارتکاب سے دور دور رہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: "جو شخص ایسا ہو کہ اپنا گناہ اس کو ناگوار گذرے اور نیکی اس کو خوش کرے، بس وہ مومن (کامل) ہے۔" مفلس سے ڈر کر بخیلی اختیار نہ کرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الشَّيْطَانُ يُعِدُّ كُوفُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكَ بِالْفَحْشَاءِ (شیطان تم کو فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے اور بُری باتوں کا حکم کرتا ہے) قلبِ معیشت سے تنگدل نہ ہو۔ عیش کا زمانہ تو آگے آ رہا ہے۔

اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ - یہاں کی تنگی توہاں کی فراخی کا سبب ہو جائے گی۔

فقراء اور انخوان دینی کی خدمت میں کوتاہی نہ کی جائے۔ جعفر خلدی نے فرمایا ہے کہ "احرار" کی کوشش اپنے بھائیوں کے فائدے کے لیے ہوتی ہے نہ کہ اپنے ہم نفسوں کے لیے ابو عبد اللہ تھخیف فرماتے ہیں کہ: ایک درویش میرا مہمان ہوا۔ اتفاقاً اس کو پیٹ کا مرض لاحق ہو گیا۔ میں نے اس کی خدمت و تیمارداری اپنے اوپر لازم کر لی۔ تمام رات طشت اس کے لئے رکھتا اور اٹھاتا تھا۔ اتفاق سے تھوڑی دیر کے لیے میری آنکھ لگ گئی تو اس درویش نے مجھے لعنت طامت کرنی شروع کی اور غصے میں آکر "لَعْنَتُكَ اللَّهُ" کہا۔ لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ جب اس نے تم کو لعنت لگا کر کہا تو تم نے اپنے نفس کو کس حال میں پایا؟ میں نے کہا کہ: مجھے ایسا محسوس ہوا تھا گویا کہ اس نے مجھے دُعا دی اور "رَحِمَكَ اللَّهُ" کہا۔

صوفیا کی خدمت آداب کے ساتھ کرے تاکہ ان کی برکات سے بہرہ ور ہو جائے

الطَّرِيقَةُ كُلُّهَا آدَبٌ - کوئی بے ادب خدا رسیدہ نہیں ہوا۔ میں ارادہ کر رہا ہوں کہ آدابِ صوفیاء کو علیحدہ (رسالہ کی شکل میں) جمع کروں۔ حضرت ایشاں (حضرت مجدد الف ثانی) نے اس باب میں ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے اور بعض "آدابِ ضروریہ" کو اس میں درج کیا ہے۔ اگر مل جائے تو اس کا مطالعہ کر لینا۔ بالجملہ خاک اور بے وجود ہو کر ان بزرگوں کی خدمت میں پہنچے، ورنہ ان کی مصاحبت کی ہوس نہ کرے۔ کیونکہ اس کے خلاف کرنے میں احتمالِ ضرر، غالب ہے اور نفع بالکل نہ ہوگا۔ ابو بکر بن سعدان فرماتے ہیں: جو صوفیاء کی ہمنشین اختیار کرے اُسے چاہئے کہ تپے نفس و بے دل "اور" بے ہلک "ہو کر ان کے پاس رہے اور اگر اپنی چیزوں میں سے کسی چیز پر نگاہ رکھے گا تو یہ امر اس کو مطلوب تک پہنچنے سے روکے گا۔

طلبِ حق جل مجدہ میں اپنے آپ کو آرام نہ دے اور مضطرب رہے۔ ابو بکر طستانی فرماتے ہیں: "تصوف" اضطراب کا دوسرا نام ہے۔ جب سکون آیا، تصوف نہ رہا۔ محبت کو

نہ اے اللہ! عیش تو بس آخرت ہی کا عیش ہے۔ نہ اللہ تجھ پر لعنت کرے۔

بغیر محبوب کے چین میسر نہیں ہوتا اور اس کے ماسواہ سے اُلفت نہیں ہوتی۔ اس کے اندرون سے ہمیشہ یہ ندا نکلتی ہے ۛ

بچ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ دمام دل ترامی طلبد دیدہ ترامی خواہد  
 مرید کو اس صفت پر ہونا چاہیے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے :- حَتَّىٰ إِذَا  
 ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنَّهُ لَا  
 مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ (توبہ) جب کہ ان پر زمین تنگ ہو گئی، باوجود کشادگی کے  
 اور ان کی جانیں ان پر تنگ ہو گئیں اور انہوں نے جانا کہ اللہ کے قہر سے نجات نہیں،  
 سوائے اللہ کی طرف پناہ لینے کے۔ جب مرید کی پیاس اس درجہ پر پہنچے گی اور تمام روئے  
 زمین باوجود فراخی کے اس پر تنگ و تاریک ہو جائے گی۔ تب یہ اُمید ہے کہ رحمت، جوش  
 میں آجائے اور اس خانماں برباد عاشق کو اپنے آغوش میں لے لے ۛ

داویم ترا ز گنج مقصود نشاں گر ما ز سیدیم تو شاید برسی  
 اس مسکین کا التماس تم جیسے دوستوں سے یہ ہے کہ اس مہجور و عاصی کو دعاؤں سے  
 فراموش نہ کرو گے اور اللہ تعالیٰ کے کرم عمیم سے درخواست کرو گے کہ یہ گنہگار تباہ کار کی  
 قیامت کے دن (کم از کم) "زمرۃ عاصیانِ مرحوم" میں داخل و شامل ہو جائے ۛ  
 کجا ما و کجا زنجیر زلفش عجب دیوانگی اندر سر افتاد  
 سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝  
 وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

مکتوب (۱۱۶) مولانا محمد امین لاہوری کے نام

اس مکتوب میں پانچ سوالات کے جواب ہیں۔ سوال پنجم اور اس کا جواب یہ ہے :-

ۛ یہ آیت اُن تین صحابوں کے بارے میں ہے جو غزوہ تبوک کی شرکت سے رہ گئے تھے۔ مقاطعہ  
 درج سے پچاس دن تک ان پر سخت حالت گذری، بالآخر ان کی توبہ قبول ہوئی۔

سوال پنجم :- صوفیاء کے مسلمات میں سے ہے کہ اسلام حقیقی جو کہ اطمینانِ نفس کے ساتھ مربوط ہے، زوال و خلل سے محفوظ ہوتا ہے۔ حالانکہ مجملہ عقائد یہ بھی ہے کہ "الْإِيمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "وَاللَّهُ لَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ۔"

جواب :- جاننا چاہئے کہ "نفس مطمئنة" نبصّ قطعی "راضی و مرضی" اور "بمشر بہ جنت" ہے لیکن کسی شخص معین کے بارے میں "حصولِ اطمینان کا علم یا تو علامات سے ہوگا، یا الہام سے اور یہ امور ظنیہ ہیں قطعاً نہیں۔ یقین تو وحی اور اخبارِ انبیاء سے متعلق ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے۔ "وَاللَّهُ لَا أَدْرِي" انہام خاتمہ کے طور پر نہیں ہے کیونکہ آپ کا اطمینانِ نفس اور حسنِ خاتمہ قطعی امر ہے۔۔۔ بلکہ (آپ کا ارشاد) اس معنی کا اظہار ہے کہ وہ تفصیلات جو میرے اور دوسروں کے ساتھ دنیا اور آخرت میں پیش آئیں گی۔ میں ان کو نہیں جانتا اس لئے کہ "علم غیب" حق سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

مکتوب (۱۱۹) مخدوم زادہ شیخ عبدالاحد کے نام: (اول حصہ)

اَسْتَدِلُّهُ بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْاَعْلَى وَ سَلَامًا عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى۔

(حاشیہ صفحہ ۶۴) مولانا محمد امین بن مولانا خواجہ حسین الہروی ثم الہوری۔ آپ ہرات میں پیدا ہوئے وہاں سے قندھار محل سکونت ہوا۔ شیخ زین الدین خوانی سے حصولِ علم کیا۔ عہدِ اکبری میں ہندوستان آئے۔ اور ملک پور (مضافاتِ لاہور) میں بود و باش اختیار کی۔ آپ کی عمر ۸۶ سال ہوئی۔ (ترجمہ الخواطر جلد ۵ ص ۳۶) عہدِ ایمان، خوف اور امید کے درمیان ہے۔ غنہ خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں، دوسرا لیکر میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائیگا۔

مولانا آپ حضرت مجدد الف ثانی کے ابن الابن یعنی حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی کے صاحبزادے اور حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے برادر زادے ہیں۔ پہلے اپنے والد کے مرید ہوئے۔ پھر اپنے چچا حضرت

فرزندِ ارجمند شیخ عبدالاحد نے اس مسکین سے دریافت کیا ہے کہ "سالک" اداٹے نماز کے وقت کس چیز کی طرف متوجہ ہو؟ ذاتِ حق کی طرف جو سجود و معبودِ حقیقی ہے یا قرآن مجید کی طرف جو کہ مدارِ نماز ہے یا کعبہ کی طرف جو کہ "مسجد الیہنا" ہے؛ یا خشوع و خضوع اور تعدیلِ ارکان کی طرف جو کہ "ماوربہا" ہیں یا ان تمام امور کی جانب بیک وقت ساتھ ساتھ؛ اور ان میں سے ہر شق پر کچھ شبہات پیش کئے ہیں۔

سعادت آثار! نماز پڑھنے والے کے لیے جو ضروری اور ماوربہ ہے وہ یہ ہے کہ ارکانِ نماز کی طرف دھیان رکھے۔ قوم، جلسہ وغیرہ میں طمانیت اور خشوع و خضوع ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: - **قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ**۔ اور نماز میں خشوع یہ ہے کہ نظر کو مثلاً قیام میں سجدہ گاہ پر رکھے راسی طرح رکوع و سجود وغیرہ میں اپنی اپنی جگہ نظر رکھے، اسی کے ساتھ قرأتِ قرآن پر توجہ ہو اور "معانی و اسرار" میں تفکر ہو۔ (اگر اہل معنی میں سے ہو) ورنہ اسی قدر کافی ہے کہ یہ حق تعالیٰ کا کلام ہے۔ "ذاتِ بحت" کی جانب توجہ کرنا ماورباتِ نماز میں سے نہیں ہے۔ اسکے باوجود میں کہتا ہوں کہ امور مذکورہ جو خشوع کے معنی بتاتے ہوئے میں نے ذکر کئے ہیں، ان کی جانب توجہ کرنا ذاتِ سجود کی طرف توجہ کرنا ہے، بے ملاحظہ اسما و صفات۔

### مکتوب (۱۲۱) شیخ ابوالقاسم کے نام :-

دوستوں کی بے پرداہی اور عدم توجہ سے طول نہ ہوں۔ ان سب باتوں کو حق تعالیٰ کی

خواجہ محمد معصوم سے خلافت پائی۔ حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبند ابن خواجہ محمد معصوم سے بھی استفادہ باطنی کیا ہے۔ آپ صاحبِ تصانیف اور جید عالم تھے۔ آپ سے اور آپ کی تعنیفات سے خلقِ کثیر نے نفع حاصل کیا۔ ۲۴ ذی الحجہ ۱۲۲۶ھ کو بروز جمعہ دہلی میں وفات پائی، سرہند میں دفن ہوئے۔ (ردضہ القیوم) عہ کامیاب ہوئے وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع والے ہیں۔

طرف سے جانیں، بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں جس طرح چاہتا ہے ان کو گھماتا ہے ۛ

از خدا داں خلاف دشمن دوست کہ دل ہر دو در تصرفِ دوست  
جو شخص تم سے دوستی رکھتا ہے وہ تم کو اللہ تعالیٰ سے ہٹا کر اپنی جانب مشغول کرنا  
چاہتا ہے اور جو تم سے دوستی نہیں رکھتا، وہ (درحقیقت) تم کو حق تعالیٰ کی جانب مشغول  
ہونے کا موقع دے رہا ہے۔ اللہ کے ساتھ مشغول رہنا بہتر ہے یا مخلوق کے ساتھ؟  
کسی نے کیا خوب کہا ہے ۛ

یارب ہمہ خلق راز من بد خو کن      وز جملہ ہمہ نیایاں مرا یکسو کن  
روئے دل من صرف کن از ہر جہتے      در عشق خودم یک جہت یکو کن

### مکتوب (۱۲۳) شیخ ابوالقاسم کے نام

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفٰی - تمہارے خطوط پہنچے  
مسترت بخش ثابت ہوئے۔ تم نے آپس میں صلح صفائی کے متعلق لکھا ہے۔ بہت اچھا  
ہوا۔ آتشِ فتنہ جس قدر بجھے اتنا ہی اچھا ہے۔ دوستوں سے بمقتضائے بشریت کوئی  
قصور ہو ہی جاتا ہے اور کوئی ایسی بات سرزد ہو ہی جاتی ہے جو مخالفتِ دوستی ہوتی ہے  
ایسی غلطیوں سے درگزر کرنا چاہئے اور دوستوں کی خوبیاں پیش نظر رکھنی چاہئیں ۛ  
اگر مردی اُحسِن اِلٰی مَنْ اَسَاءَ

ایک شخص نے کسی (بزرگ) کے سامنے کسی شخص کی بُرائی بیان کی۔ انہوں نے کہا:-  
(بھائی) ہماری نظر تو اس کی اچھائیوں پر ہے کہ وہ اس کی برائیوں سے زائد ہیں، ہم اس  
کی اچھائیاں لیتے ہیں اور برائیوں سے درگزر کرتے ہیں۔

آقا اپنے غلام کے ساتھ بھی اسی نقطہ نظر سے معاملہ کرتا ہے۔ غلام کا غلام کے ساتھ  
بدرجہ اولیٰ یہ معاملہ ہونا چاہئے۔ تم نے لکھا ہے کہ بعض صالحین نے خبریں سُننے تک پہنچانی



تھیں۔ "بمقتضائے حسن ظن" میں نے ان کے قول پر اعتماد کر لیا تھا اور آزر وہ خاطر ہو گیا۔ اہل علم سے اس قسم کی باتیں محلِ تعجب ہیں۔ لگانے بچھانے والوں کی باتوں کو تو "حسن ظن" کے ساتھ قبول کر لیا اور جانبِ دیگر جو مستحقِ حسن ظن تھی، وہاں حسن ظن نہ کیا گیا (چہ خوب)۔ (سنو) جو شخص چٹلخوری ہے۔ اس کا قول ہرگز قابلِ قبول نہیں۔ چٹلخوری کو قبول کر لینا چٹلخوری سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ اس لئے کہ چٹلخوری "دلالت" ہے اور اس کا قبول کرنا "اجازت" ہے۔ ظاہر ہے کہ دلالت کرنے والا اور قبول کرنے والا برابر نہیں بلکہ قبول کرنے والا بدتر ہے) .. .. وَالسَّلَامُ أَوْلَىٰ وَأَحْسَنُ

### مکتوب (۱۲۴) ہمت خاں کے نام

اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے اپنی مرضیات سے مکرم و مستفید کرے۔  
مخدوما! حق تعالیٰ نے آدمی کو مہل نہیں پیدا کیا ہے اور اس کو اسی کی مرضی پر نہیں چھوڑ دیا ہے کہ جو کچھ سمجھ میں آئے اور جس طرح جی چاہے اس کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔

۱۔ ہمت خاں میر عینی۔ اسلام خاں بدخشی کے صاحبزادے تھے۔ عالمگیری کی تربیت میں نشوونما پائی تھی۔ سلیم النفس، نیک ذات، کریم الاخلاق اور خیر خواہ کائنات تھے۔ اربابِ علم و ہنر ان کی محفل میں باریاب و کامیاب تھے۔ طبیعت موزوں رکھتے تھے، یہ شعر ان ہی کا ہے۔

بجز خارے کہ مجنوں داشت در دل      سیا بان جنوں خارے ندارد

ان کے باپ کو تو غلہ مکاں (عالمگیری) کے دربار میں رسوخ تھا ہی، خود ان کی ذاتی لیاقت بھی ربت شاہی کا باعث بنی۔ سالِ ششم جلوسِ عالمگیری میں ان کے باپ کو صوبہ داری آگرہ ملی، تو ان کو ذہداری آگرہ دی گئی۔ بعد فوتِ پدر سال برس سال ترقیٰ مناصب ہوتی رہی۔ الہ آباد کی صوبیداری بھی ان کو ملی تھی۔ آخر میں جلوسِ عالمگیری کے چوبیسویں سال بلوچہ اجمیر میں بخشی گری اول کے منصبِ جلیل پر فائز ہوئے۔ اسی سال محافظتِ اجمیر کی فرائض سے غلہ مکاں نے ان کو اجمیر کے قلعہ میں رکھا۔ ۵ محرم الحرام  
باقی صفحہ ۷۲ پر

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدَّ مَعَهُ . انسان کی پیدائش کا مقصد "وظائف بندگی" کی ادائیگی ہے تاکہ "معرفتِ خداوندی" حاصل ہو۔ بعض چیزوں کا اس نے حکم دیا ہے اور بعض سے روکا ہے۔ اگر اوامر و نواہی کے خلاف زندگی بسر کرے گا "بندہ سرکش قرار پائے گا اور عقوبت و غضب کا مستحق ہوگا۔" وعیداتِ اُفروی "یقینی طور پر سامنے آنے والی ہیں۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ"

اللہ نے اپنے اس "کمالِ اہتمام" کے ماتحت جو دربارہٴ انسان ہے بہت سے موکل (فرشتے) اس کے سر پر مسلط کر دیئے ہیں تاکہ اس کے "افعال و اقوال" اور حرکات و سکنات کے محافظ رہیں اور رپورٹ تیار کرتے رہیں۔ واٹے برجان آدمی نامراد۔ ایک شاہی "رپورٹر" ایک علاقے میں جاتا ہے۔ اُس سے وہاں کے تمام باشندے لرزاں اور ترساں ہو جاتے ہیں اعمالِ شنیعہ سے اجتناب کرتے ہیں اور یہاں اتنے "موکلانِ امین" دن کی رپورٹ شام کے وقت اور رات کی رپورٹ صبح کے وقت حضرت ذوالجلال کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور ہم جیسے غافل بالکل متنبہ نہیں ہوتے۔ کسبِ معاصی میں اور زیادہ دلیر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

مخدوم! یہ عمر چند روزہ بہت عزیز چیز ہے۔ یہ فرصتِ غنیمت ہے۔ چاہیے کہ اہم امور میں صرف ہو۔ افسوس کی بات ہے اگر عمر عزیز بیہودہ اور لالچی امور میں گزرے۔ تھوڑی سی کوشش سے "ملکِ ابدی" ہاتھ لگ سکتا ہے اور ذرا سی غفلت سے ہاتھ سے نکل بھی سکتا ہے۔ "ذکرِ کثیر" اہم مقصد ہے اور ورع و تقویٰ "عزائم امور" میں سے ہیں۔ دیکھیں کون جوان اسبابِ عیش اور خدم و حشم کے ہوتے ہوئے "کلمہ حق" کو "سمع قبول" سے سُن کر اس بے عرض نصیحت

(صدا کا باقی حاشیہ) ۱۰۹۲ھ کو انتقال فرما گئے۔ مستعدانِ روزگار میں سے تھے۔ ہمسروں میں ممتاز اور فصاحت و بلاغت میں مسلم تھے۔ ہندی میں بھی شعر کہتے تھے۔ میرن تخلص کرتے تھے۔

(ماخوذ از آثار الامراء جلد سوم)

عہ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اُس کو یونہی مہل چھوڑ دیا جائے گا؟

عہ بیشک تیرے رب کا عذاب واقع ہونے والا ہے۔ اُس کو کوئی دفع نہیں کر سکتا۔

کو پسند جاں کرتا ہے ۷  
 داہم تراز گنج مقصود نشاں ۔ گرامر سیدیم تو شاید برسی

### مکتوب (۱۲۵) محمد معصومؒ کے نام

بَعْدَ الْحَمْدِ لِلَّهِ وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَيَّ وَرَسُولِي وَعَلَى آلِيهِ وَأَصْحَابِيهِ  
 الْمُخْتَصِّينَ بِفَضْلِ اللَّهِ - مکتوب مرغوب جواز راہ محبت ارسال کیا تھا۔ مرتب بخش  
 ہوا۔ "غلبہ ضعف دماغ" کی شکایت لکھی ہے، اللہ تعالیٰ شفا ئے عاجل اور قوت عطا  
 فرمائے۔ اگر ضعف کی وجہ سے "ذکر لسان" نہ ہو سکے، تو "ذکر قلبی" اور "تفکر" میں زیادہ مشغول  
 رہو۔ جانتے ہو تفکر کس کو کہتے ہیں؟

#### تفکر رفتن از باطل سوئے حق

(باطل سے حق کی طرف جانے کا نام تفکر ہے) اہل اللہ کی عبادت میں اور ان کے مراقبہ  
 سب تفکر کے تحت ہوتے ہیں، وہ علم اسفل سے علم اعلیٰ کی طرف جاتے ہیں، دال سے  
 مدلول کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ ظل سے اصل کی سمت مائل ہوتے ہیں۔ صفت سے شان  
 اور شان سے ذیشان تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ ذکر سے مراد غفلت کا  
 دور کرنا ہے۔ جس ذریعہ سے بھی غفلت سے برطرفی ہو، وہ داخل ذکر ہے اور ہر وہ کام جو نیت  
 صالحہ کے ساتھ بلا ہوا ہو، خواہ بیع و شراء ہو یا اس کی مانند، سب ذکر ہیں۔ امور دنیاوی بھی  
 نیت صحیح کی شمولیت سے ذکر بن جاتے ہیں اور "دوام آگاہی" حاصل ہوتی ہے ۷

در دل ما غم و نسیم غم معشوق شود بادہ گر خام بود نچتہ کند شیشہ ما

در یکچہ ترقی ہمیشہ مفتوح باد

### مکتوب (۱۲۶) مخدوم زادہ شیخ محمد اشرفؒ کے نام

بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلَاةِ وَتَبْلِيغِ الدَّعَوَاتِ - مکتوب مرغوب پہنچا۔ مرتب حاصل ہوئی

۷ شیخ محمد اشرف؟ آپ خواجہ محمد معصوم مرہندی کے چوتھے صاحبزادے ہیں۔ ۱۲۴۵ھ میں ابقیہ پڑھا

اپنے "احوالِ ظاہر و باطن" اسی طرح لکھتے رہا کرو۔ یہ امر توجہ غائبانہ کا باعث بنتا ہے۔ لکھا تھا کہ نماز فرض اور نماز تہجد میں کبھی ایک ایسی خاص جلالت و کیفیت پیدا ہوتی ہے، جو تمام اعضاء پر چھا جاتی ہے۔ اس حالت کے طاری ہونے پر یہ جی چاہتا ہے کہ نماز طول کے ساتھ ادا کی جائے اور صلقہ فجر میں بھی اکثر یہ حالت وارد ہو جاتی ہے۔

سعادت آثار! یہ جلالت و کیفیت جو نماز، خصوصاً نماز فرض میں پیدا ہوتی ہے اصل کیفیت ہے اور بیرون نماز والی کیفیت پر فضیلت رکھتی ہے۔ نماز کو طولِ قرأت کے ساتھ پڑھو، رکوع و سجود بھی دراز کرو، کبھی کبھی بغیر کسی بوریئے اور فرش کے خالی زمین پر نماز پڑھا کرو اور اپنی پیشانی کو (براہ راست) خاک پر چپا کر دیا کرو، کبھی کبھی جنگل میں جا کر جہاں کوئی شخص نہ دیکھے طول اور خشوع اور رغبت کے ساتھ (نماز نفل) پڑھا کرو۔ تکرار کلمہ طیبہ پر عرصہ رہو۔ "اپنی مرادات" اور "منتسبات کی نفی کرو اور" ظلال" سے "اصول" کی جانب مائل ہو جاؤ۔۔۔ تم نے خواب میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور یہ دیکھا کہ آنحضرتؐ تمہارا ہاتھ پکڑ کر تم کو اپنی جانب کھینچ رہے ہیں اور تم اپنی زبان سے کہہ رہے ہو۔ یَا سُوْلَ اللّٰہِ خُذْ بِيَدِي، يَا شَفِيعَ الْمَذْنُبِيْنَ مُحَمَّدٌ بِيَدِي۔

یہ خواب بہت مبارک ہے اور (سراپا) بشارت ہے۔ امید ہے کہ یہ دستگیری و سلیم نجات اخروی اور درجہ درجیات بن جائے گی۔ "والسلام"

(بقیہ حاشیہ ص ۷۲) پیدا ہوئے۔ تعلیم مکمل طور پر حاصل کی۔ علم معقول و منقول، فروع و اصول فقہ، کلام اور تفسیر و حدیث میں مہارت تامہ حاصل کی۔ کتب مشہورہ پر شرح و حواشی لکھے۔ اپنے والد سے بیعت ہو کر وادی سلوک کو طے کیا۔ بالآخر خلافت سے نوازے گئے۔ آپ سے بیشتر تصرفات ظاہر ہوئے سنت نبویؐ اور طریقہ مجددیہ پر کامل طریقے سے کار بند تھے۔ آپ نے ۲ صفر ۱۱۱۶ھ کو اس دارفانی سے رحلت فرمائی اور اپنے والد ماجد کے مرقد سے بہ سمت مغرب مدفون ہوئے۔ نزع کے وقت آپ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، بار بار پڑھتے تھے۔

(روضۃ القیومیہ رکن دوم)

## مکتوب (۱۲۸) مولانا محمد حنیف کے نام

بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلَاةِ - صحیفہ گرامی جو اس مسکین کے نامزد تھا پہنچا، مسرت بخشی خدا کا شکر ہے کہ بعافیت ہو اور "یاد اجزاء" سے فارغ نہیں ہو۔ "سبہا بے خاصہ" کی آرزو کی ہے اور "یرانِ حاضر باش" پر غبطہ کیا ہے۔

مخدوما! ہم نے تم سے بھی کسی چیز کو اٹھا نہیں رکھا ہے۔ حتی الامکان (تمہارے معاملے میں) کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ اس کے باوجود دل برابر تمہاری جانب نگراں ہے اور خواہاں ترقی ہے۔ اس خط کے لکھتے وقت بھی تمہاری طرف توجہ کی گئی۔ تم "خلعتِ بیش بہا" میں ظاہر ہوئے اور تمہارے انوارِ عالم پر چھائے ہوئے نظر آئے۔ تم نے جو غبطہ (خانقاہ کے) حاضر باشوں پر کیا ہے، یہ غبطہ محمود ہے۔ لیکن تم بھی کم درجہ نہیں ہو۔ اپنے ہم جنسوں میں ممتاز ہو۔ ہاں بعضوں کو جو خصوصیت ازراہ استعداد حاصل ہے، وہ امر دیگر ہے اور خارج از بحث ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی استعداد کے موافق خصوصیت رکھتا ہے۔

"ہر خوش پسیرے را حو کاتے دگر است"

تمہیں جو دولت حاصل ہے، اکثر کے ہاتھ اس سے خالی ہیں اور جن امور میں تمہارے معاصر اس وقت "تافس" کر رہے ہیں اور جدوجہد سے اس کی فکر میں ہیں، مدت ہوئی تم ان امور کے مستحق ہو چکے ہو۔ تمہارے مسرشدین تمہارے کمالات کا آئینہ ہیں۔ تمہارے ہی معانی ہیں۔ جو "صور مختلف" میں جلوہ گر ہو رہے ہیں اور تمہارا ہی حُسن "لباسِ فیض" میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اپنے مریدوں میں دو مریدوں کے جو حالات تم نے اس خط میں تحریر کئے ہیں ان کا مطالعہ کر کے بے حد خوشی ہوئی۔ اَللّٰهُمَّ زِدْ۔

میر عبد اللہ کے "حالات" دوسرے "طالب" کے مقابلے میں اونچے ہیں۔ مگر اتنی بات ملحوظ رہے کہ اس قسم کے امور جب طالبین میں ظاہر ہوتے ہیں تو کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ "بمقتضائے استعداد" ہوتے ہیں اور زیادہ تر ایسا بھی ہوتا ہے کہ "انعکاسی" طور پر وہ کمالات جلوہ گر ہو جاتے ہیں۔ خود ان کی استعداد اتنی نہیں ہوتی، خیر جو کچھ بھی ہو دولت عظیم ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ سَائِرِ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ۔

تلخیص و ترجمہ جلد دوم

درہ الشان

مکتوباتِ خواجہ محمد معصوم سرہندی

مؤتبہ مروج الشریعہ خواجہ محمد عبید اللہ ابن خواجہ محمد معصوم

مکتوب (۱۰) خواجہ دینار کے نام

(در نعتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم و ترغیبِ اتباعِ آنسور)  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ وَ سَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ - نقدِ سعادت دارین متابعتِ  
 سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہے، دوزخ سے نجات اور دارالقرار (جنت) کا داخلہ سید  
 ابرار و قدوۃ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع پر ہی موقوف ہے۔ نیز رضائے پروردگار پر ہی  
 رسولِ مختار کے ساتھ مشروط ہے۔ توبہ، زہد، توکل اور تبتل آنحضرت کی تابعداری کے بغیر ناقبول  
 اور اذکار و اذکار، اشواق و اذواق بے توسل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غیر معمول ہیں اور گویا  
 آفاتے نامدار کے بحر بے پایان فیض کے ایک جزیرے سے مستفیض اور انبیاء ان کے سرچشمہ  
 آبِ حیات کے ایک قدح سے سیراب ہیں۔ فرشتہ ان کا طفیل ہے، فلک ان کی سوبلی ہے  
 رشتہ وجود انہیں کے وجود سے متصل، سلسلہ ایجاد انہیں سے مربوط ہے۔۔۔۔۔ جملہ کائنات  
 ان کی تابعدار، اور تمام عالم کے بادشاہ ان کی رضا کے طلب گار ہیں۔

نماند بہ عصیاں کے درگرو

کہ دار و چمنیں سید پدیشرد

فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ نُورٌ يُسْتَضَاؤُ بِهِ مَهْدَدٌ مِّنْ سُرُوفِ اللَّهِ مَسْنُونٌ

صَلَوَاتُ اللَّهِ تَعَالَى وَتَسْلِيمَاتُهُ وَتَحِيَّاتُهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ

پس جو انسان سعادت مند اور طالبانِ ہوشمند پر لازم ہے کہ ظاہر اور باطن ان کی اتباع میں  
کوشاں رہیں اور جو بات متابعتِ رسول کے منافی ہو اس سے روگرداں رہیں اور یقین رکھیں  
کہ اگر کوئی شخص ہزاراں ہزار فضائل و خوارق رکھتا ہو اور متابعتِ رسول میں سست ہو۔ اس  
شخص کی صحبت و محبت سم قائل ہے اور جو کوئی بھی فضیلت و کرامت نہ رکھتا ہو، لیکن اتباع  
رسول میں اس کا قدم راسخ ہو۔ اس کی صحبت و محبت "ترباقِ نافع" ہے۔

محال است سعدی کہ راہِ صفا توں رفت جو در پئے مصطفیٰ

عَلَيْهِ السَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ وَالْبَرَكَاتُ الْعُلَى

### مکتوب (۱۱) قلیج اللہ کے نام

(اس میں سات سوالوں کے جوابات ہیں۔ جن میں سے ایک کا ترجمہ کیا جاتا ہے)۔  
سوال ششم کا حاصل یہ ہے کہ تیجے اور دسویں کو میت کی رُوح کو ثواب پہنچانے کے لئے کھانا  
پکانا اور تیجے کے دن پھولوں کی رسم کرنا کہاں سے ثابت ہے؟  
مخدوما! اللہ کے واسطے کھانا کھلانا بغیر کسی رسم و ریا کے اور اس کا ثواب میت کو  
پہنچانا بہت اچھی بات اور نیک کام ہے۔ لیکن وقت کے متعین کرنے کی کوئی "معمد علیہ" اصل  
ظاہر نہیں ہوتی۔ تیسرے دن مردوں میں پھولوں کی رسم بدعت ہے، البتہ عورتوں میں تیسرے

عہ بیشک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے  
اور وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک عمدہ تلوار (بھی) ہیں۔

۱۰ آپ قلیج محمد اندجانی کے قریبی عزیز تھے، مفصل حالات معلوم نہ ہو سکے۔ بعض قلمی مکتوبات معصومہ  
میں آپ کا نام فتح اللہ لکھا ہے اگر صحیح قلیج اللہ ہے۔

دن سوگ اٹھانے کے لیے خوشبو لانا ثابت ہے کیونکہ زوجہ کے علاوہ اہل قرابت میں سے کسی اور کو تین دن سے زائد سوگ رکھنا غیر مشروع ہے۔

## مکتوب (۲۵) عبید اللہ بیگ کے نام

(اس مضمون میں کہ ہر سرزمین کا ایک خاص حکم اور خاص فیض ہے)

بَعْدَ الْحَجِّ وَالصَّلَاةِ وَتَبْلِيغِ الدَّعَوَاتِ - اعزى مرزا عبید اللہ بیگ کی خدمت میں نگارش ہے کہ ان کا خط جو میر ضیاء الدین حسین کے ہاتھ بھیجا گیا تھا، اچھا لگا ہوا اور دل و اذواق سنیہ پر مشتمل تھا اس لئے لذات معنویہ حاصل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہ ترقیات پر گامزن رکھے اور اتباع سنت میں استقامت بخشنے۔ فِعْلُ الْحَكِيمِ لَا يَخْلُو عَنِ الْحِكْمَةِ - تمہارے صوبہ دکن کے جانے میں بظاہر کوئی حکمت ضرور ہوگی۔ ہرزین کے فیوض مختلف ہیں۔ ہر شہر کی ایک علیحدہ خاصیت ہے اور ہر قریہ کا ایک جدا معاملہ ہے۔ اہل بصیرت ہر توجہ سے فیض حاصل کرتے ہیں اور ہرزین سے ایک خاص کمال ہم پہنچاتے ہیں۔ حضرت ایشان ماجد حضرت مجدد اعظم ثانی (رحمہم اللہ) جس وقت کہ سلطان وقت (جہانگیر) کی ہمراہی میں لاہور تشریف رکھتے تھے وہاں شروع شروع میں ایک دو ماہ "درگذر حاجی سوانی" خواجہ قاسم کی حویلی کہنے میں مقیم رہے۔ اس جگہ وہ "اسرار و معارف" ان پر فائز ہوئے جن کا تعلق "کمالات فنا" اور "عدمیت اشیاء" سے ہے اور وہ مکتوب جو "هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَغُورٍ يُكْفِرُ بِكُمْ سَيْنًا مَّا كُنْتُمْ كُفْرًا" سے معنون ہے اور اس کے گرد و پیش کے چند مکتوبات اسی جگہ تحریر فرمائے ہیں۔ چونکہ وہ حویلی بہت پرانی تھی لہذا ایک دوسری حویلی میں منتقل ہونے کا ارادہ فرمایا، جو "درگذر ملّا" تھی۔ اس سے پہلے کہ دوسری حویلی میں اقامت گزریں

عہ عقل مند کا کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

عہ انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا تھا جس میں وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔



حضرت والائے فرمادیا تھا کہ وہاں وہ "معارف و اسرار" فائض ہوں گے جن کا تعلق کمالات بقا سے ہے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا .. .. دوستوں سے دعا اور توجہ "ظہر الغیب" کی امید ہے۔ والسلام

## مکتوب (۲۲) مولانا محمد حنیف کے نام

اور تحریریں براہِ اجائے سنت و امانت بدعت و ترغیب بر متابعت و محبت سید المرسلین  
صلی اللہ علیہ وسلم

حَامِدًا قَاصِلِيًا عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ — اَمَّا بَعْدُ — هِنَا كَرَمًا قَرِيْبًا  
قیامت ہے اور وقت زیادتی ظلمات، ایک عالم، ظلمات کے اندر غرق ہے اور غرق ہوتا چلا  
جا رہا ہے۔ کوئی جواں مرد درکار ہے جو اس خطرناک زمانہ میں اجائے سنت کرے اور بدعت  
کو مٹائے۔ بے انوار سنن نبویؐ "راہِ راست پانا محال ہے اور بے التزام اطوار نبوت" نجات  
ڈھونڈنا محض خیال ہے۔ طریقہ صوفیاء کا سلوک اور "محبت ذاتیہ" کا وصول بے اتباع حبیب  
رب العالمین متحقق نہیں ہو سکتا۔ آیت "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ  
يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" ہمارے اس قول کی گواہ ہے۔ اپنی سعادت اسی میں سمجھنی چاہیئے  
کہ عادات، عبادات اور معاملات میں آنحضرتؐ سے نسبت پیدا ہو۔ عالم مجاز میں دیکھو کہ  
جو شخص محبوب سے مشابہت اختیار کرتا ہے محب کی نظر میں وہ کتنا محبوب و زیبا اور مرغوب و  
رعنا معلوم ہوتا ہے۔ محبوب کے دوست محب کی نظر میں عزیز اور محبوب کے مبغوض، محبوب  
کی نظر میں مبغوض ہوتے ہیں۔ پس کمالات صوری و معنوی، آنحضرتؐ کی محبت کے ساتھ  
والبتہ ہیں۔ افضل طاعات، موالات اولیاء اور معادات اعداء ہے

تو آئی بے تبریٰ نیست ممکن

مگر یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جاری نہیں ہو سکتی کہ حضرت علی کرم اللہ  
وجہہ کی دوستی، اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے تبریٰ و بیزاری کے بغیر حاصل نہ ہو، جن لوگوں نے ایسا

سمجھا ہے غلط سمجھا ہے، اس لیے کہ بیزاری، اعداء سے ہونی شرط ہے نہ کہ اجتناب سے۔  
 حق سبحانہ، تعالیٰ نے صحابہ کرام کی شان میں رَحْمَاءٌ بَيْنَهُمْ فرمایا ہے۔ "رَحْمَاءٌ"  
 جمع رحیم کی ہے جو مبالغہ کا صیغہ ہے۔ پس چاہیے کہ یہ بزرگ صحابہؓ آپس میں کمالِ مہربانی  
 کے ساتھ موصوف ہوں اور چونکہ صفتِ مشبہ استمرار و دوام پر دلالت کرتی ہے اس لئے  
 ضروری ہے کہ کمالِ مہربانی کی یہ صفت بطریقِ دوام و استمرار ہو۔ بغض، کینہ، حسد اور عداوت  
 جو منافی رحم ہیں، دوامی و استمراری طور پر ان سے مفقود ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔  
 "أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ" (یعنی میری اُمت میں میری اُمت پر سب  
 سے زیادہ رحم کرنے والے ابو بکرؓ ہیں)۔ بھلا جو شخص "ارحم" ہو اس سے کینہ اور عداوت  
 اُمت کے حق میں کیسے متحقق ہو سکتا ہے۔

### مکتوب (۲۹) میرزا عبید اللہ بیگ کے نام

(امر بالمعروف و نہی عن المنکر وغیرہ کی اہمیت کے بیان میں)  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ  
 مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔  
 مخدوما! اہل زمانہ کی زبانوں پر عام طور پر یہ بات چڑھی ہوئی ہے کہ صوفیاء کرام کا  
 مسلک و مشرب یہ ہے کہ مخلوق کے حال سے بالکل تعرض نہ کیا جائے اور کسی سے بڑے نہ  
 بنیں، چونکہ یہ بات خلاف واقعہ ہے اور بہت سے فتنوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے اس  
 لئے دل میں یہ آیا ہے کہ اس کے بارے میں کچھ لکھا جائے اور اس خیال کے مفاسد ظاہر کئے  
 جائیں۔ نیز اس سلسلے میں وہ احادیث بیان کر دوں جو امر بالمعروف، نہی عن المنکر، حب فی اللہ  
 بغض فی اللہ، فضیلتِ جہاد فی سبیل اللہ اور علوئے مرتبہ مجاہدین و درجاتِ شہداء سے  
 تعلق رکھتی ہیں اور صوفیائے کرام کی وہ باتیں بھی ذکر کروں جو اس مقام سے مناسبت رکھتی  
 ہیں اور جن سے ان کا عبادہ شریعت پرستقیم ہونا معلوم ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی موجود

ہیں جو اپنے آپ کو گروہ صوفیاء سے منسوب کرتے ہیں، لیکن دائرہ شریعت سے باہر نکلے ہوئے ہیں، ان کے متعلق بھی کچھ لکھوں اور دوستوں کو ارسال کر دوں۔ **مِنَ اللّٰهِ سُبْحٰنَهُ الْعِزَّةُ وَالتَّوْفِیْقُ۔**

مگر نا! جو شخص اس قسم کا لغو خیال رکھتا ہے (امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو مسکب صوفیاء کے خلاف کہتا اور سمجھتا ہے) پتہ نہیں کہ وہ کس جماعت کے صوفیاء کے متعلق یہ بات کہتا ہے؟ ہمارے پیروں یعنی مشائخ نقشبندیہ کا طریقہ خود اتباع سنت اور اجتناب از بدعت ہے، جیسا کہ ان حضرات کی کتابوں سے اور ان کے رسائل سے یہ بات ظاہر و ہوید ہے۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر بغض فی اللہ، جہاد فی سبیل اللہ، یہ چیزیں تو "سنن مقررہ مصطفویہ" میں سے ہیں بلکہ واجبات و فرائض میں سے ہیں۔ بنا بریں امر معروف کو ترک کرنا، گویا اس طریقہ عملیہ (نقشبندیہ) کا ترک کرنا ہوگا۔ حضرت خواجہ نقشبند فرماتے ہیں کہ "ہمارا طریقہ "عودہ و ثقی" ہے۔ اس میں دامن متابعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھامنا اور آثار صحابہؓ پر چلنا (ضروری) ہے، اس راہ میں تھوڑے عمل سے "فتوح بسیار" حاصل ہوتا ہے اور جو ان باتوں سے روگردانی کرے گا اس کے لیے خطر عظیم ہے۔" طریقہ سلف اور صوفیاء و مشائخ مستقیم الاحوال کا طرز عمل بھی یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھا۔ غور کرو صوفیائے کرام نے جو سلوک و ریاضت اور معظمت کے دفر کے دفر لکھے ہیں اور "ملکات و منجیات" کی نشاندہی کی ہے، یہ امر معروف اور نہی عن المنکر نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ اپنے پیر و مرشد (حضرت خواجہ عثمان ہارونی) سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ "راہ دوستی" تاریک و باریک ہے۔ تمہیں چاہیے کہ مخلوق خدا کو نصیحت کرو اور لوگوں کو عذاب خداوندی سے ڈراؤ۔" شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ جو کہ اہل وحدت و جود کے امام و پیشوا ہیں۔ انہوں نے اپنے زمانے کے ان صوفیاء کو جو طریقہ "سماع و رقاصی" اختیار کئے ہوئے تھے۔ اس فعل سے روکا ہے اور ان باتوں کو ترک کرنے کے لئے امر فرمایا۔ بعض اشخاص شیخ موصوف کے فرمانے کے مطابق باز آگئے اور اس طریقے کو چھوڑ دیا اور بعضوں نے اپنا (غلط) طریقہ تو نہیں چھوڑا لیکن اپنے قصور کا اعتراف و

اقرار کیا، جیسا کہ شیخ نے اپنے بعض رسائل میں اس کو بیان فرمایا ہے۔  
 حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک رسالہ میں امر معروف و نہی منکر  
 کا ایک مستقل باب باندھا ہے اور اس کے دقائق بیان فرمائے ہیں۔ اسی رسالہ میں فرماتے ہیں:-  
 ”جب کہ یہ بات ثابت ہوئی کہ نہی عن المنکر عدم قدرت کے وقت واجب نہیں  
 تو کیا نہی عن المنکر ایسے وقت میں جب کہ اپنی جان پر بن آنے کا گمان غالب ہو  
 جائز بھی ہے یا نہیں؟ پس ہمارے نزدیک ایسے وقت میں جائز ہے اور افضل  
 ہے، بشرطیکہ نہی کرنے والا اہل عزیمت و صبر میں سے ہو، پس یہ نہی عن المنکر  
 جہاد فی سبیل اللہ مع الکفار کی مانند ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قصۃ یقمان میں فرماتا ہے:-  
 معروف کا حکم کر، منکر سے منع کر اور جو مصیبت (نتیجے میں) پڑے، اُس پر صبر  
 کر، بیشک یہ ہمت کے کام ہیں۔“

انصاف کرنا چاہئے۔ یہ حضرات پیشوائے اہل ولایت اور مقتدائے صوفیائے کرام تھے،  
 ان کا مسلک اگر مدہانت ہوتا تو اتنا مباہلہ امر معروف میں کیوں کرتے؟  
 حضرت فضیل ابن عیاضؒ جو کہ اکابر صوفیاء میں سے ہیں، فرماتے ہیں:- ”جو شخص صاب  
 بدعت سے محبت رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عمل ضبط کر دے گا اور اُس کے قلب سے  
 ایمان کی نورانیت سلب کر لے گا اور میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ یہ  
 جان لے گا کہ کوئی شخص صاحب بدعت سے بغض رکھتا تھا، تو اس بغض رکھنے والے کو (یقیناً)  
 بخش دے گا، اگرچہ اس کے نیک عمل قلیل ہی کیوں نہ ہوں۔ اے مخاطب! تو جب کسی  
 بدعتی کو ایک راستہ پر چلتا دیکھے تو دوسرا راستہ اختیار کر لے۔“ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ان الفاظ میں اہل بدعت پر لعنت فرمائی ہے۔ جو کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ  
 دے اس پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت پڑتی ہے، نہ ایسے شخص  
 کا فرض قبول نہ نفل۔“

حدیث میں آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ”اے عائشہ رضی اللہ عنہا! وہ لوگ  
 جنہوں نے دین میں تفریق پیدا کی اور گروہ درگروہ ہوئے، وہ اصحاب بدعت اور ارباب ہواہ

ہو سکتے ہیں، اُن کو توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔ میں اُن سے بُری ہوں، وہ مجھ سے۔“

اگر مشربِ صوفیائے کرام ترکِ امرِ معروف ہوتا تو کیوں ایک عظیم الشان صوفی یہ فرماتا کہ جس روز صوفیوں کے درمیان امرِ بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام نہ ہو، اُس دن کو اچھا دن نہ سمجھیں پس مطلب ظاہر ہے کہ جس روز صوفیاءِ مدامہنت برتیں، وہ دن خیر کا دن نہیں ہے۔ وہ لوگ جو تعرض نہ کرنے اور امرِ بالمعروف نہ کرنے کے قائل ہیں، ذرا سوچیں کہ وہ عذاب و ثوابِ اُخروی کے اور اُن مواعیدِ شدیدہ کے (جو اعمالِ بد کے بارے میں قرآن و حدیث میں ہیں) قائل ہیں یا نہیں؟ اگر قائل ہیں تو پھر کیوں کسی نامراد انسان کو ”ملکہِ عظیمہ“ سے نہیں نکالتے اور عذابِ سخت سے بچا کر طریقِ نجات نہیں دکھاتے۔ اگر کسی نابینا کے راستے میں کنواں یا سانپ ہو یا کوئی شخص دنیاوی مصیبت میں مبتلا ہو تو یہ لوگ اس کو آگاہ کریں گے اور چھٹکارے کی سبیل نکالیں گے اور اس کے حال سے تعرض کریں گے۔ افسوس کہ وہ مصیبتِ اُخروی پر جو کہ ”اشدُّ والبقی“ ہے، لوگوں کو متنبہ نہیں کرتے، اور راہِ نجات نہیں دکھاتے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ برے سے قیامت، حشر و نشر اور میدانِ حشر میں جو کچھ ہوگا اس کے قائل ہی نہیں ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ اِعْتِقَادِ هٰؤُلَاءِ السُّوءِ۔ (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے بُرے عقائد سے ہمیں محفوظ رکھے)۔

اگر مخلوق سے کچھ تعرض نہ کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند تھا، تو اُس نے انبیاء علیہم السلام کو کیوں مبعوث کیا اور دعوتِ دینِ اسلام و بطلانِ ادیانِ دیگر کیوں کیا؟ اُمم سابقہ میں جن لوگوں نے ان انبیاء کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو اُن کو عذابِ ہائے گوناگوں میں کیوں گرفتار کیا؟ اور کیوں اُن کا استیصال کیا؟ چاہئے تو یہ تھا کہ اُن کو یوں ہی اپنے حال پر چھوڑ دیتا۔ اور جہاد کس لئے فرض کیا؟ کہ وہ متضمنِ ایذائے قتلِ مسلمانانِ بے اور اس میں ایذائے قتلِ کفار بھی ہے اور مجاہدین و شہدائے فی سبیل اللہ کی فضیلت جو نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے کیوں بیان کی گئی؟

اللہ تعالیٰ کمالِ رحمت سے انبیاء کو اصالۃً اور اولیاء کو تبعاً دعوتِ دین کے لیے مقرر فرمایا اور ان کے ذریعے سے لوگوں کو عذاب و ثواب سے آگاہ کیا اور اس طرح منافقین اسلام پر حجت قائم کی اور ان کی زبانِ عذر کو بند کر دیا۔ لَمَّا لَمْ يَكُنْ لِلنَّاسِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ۔

لہٰذا کہ لوگوں کے لیے اللہ پر رسولوں کے آنے کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے (پتے) تابع اور دعوت و امر معروف میں آپ کے شریک ہیں۔ اور جو شخص تارک امر معروف ہے وہ درحقیقت تابع رسول ہی نہیں ہے۔ انصافاً غور کرنا چاہئے کہ اگر فتناء و کفار مبغوض خدا نہ ہوتے تو بغض فی اللہ واجبات دین سے نہ ہوتا، افضل قربات اور ایمان کا مکمل کرنے والا نہ قرار پاتا، سبب وصول ولایت اور باعث رضا و قرب خداوندی نہ بنتا۔ حضرت عمرو بن الجوشع سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ "بندہ صریح ایمان نہیں پاسکتا، تا وقتیکہ اللہ کے لیے بغض نہ کرے جس کسی میں یہ صفت پیدا ہوگئی کہ وہ اللہ کے لیے محبت رکھتا ہے اور اللہ کے لیے بغض رکھتا ہے تو وہ مستحق ولایت ہوگیا۔" (رواہ احمد)

حضرت ابوامامہ رضی عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس کسی نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ ہی کے لیے بغض رکھا اور اللہ کے لئے عطا کیا اور اللہ کے لیے منع کیا، اس کا ایمان کامل ہوگیا۔" (رواہ ابوداؤد)۔ اس کے بعد اس مضمون کی چند اور احادیث پیش کی ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ دوستانِ محبوب سے محبت اور دشمنانِ محبوب سے عداوت، لوازمِ محبت سے ہے، محبت صادق بے اختیار ان دونوں باتوں کو عمل میں لاتا ہے اور کسبِ تعمل کا محتاج نہیں ہوتا۔ دوستانِ دوست کس قدر اچھے نظر آتے ہیں اور دشمنانِ دست کتنے زشت و بد معلوم ہوتے ہیں (یہ بات محتاج بیان نہیں) اور یہ بات عشقِ مجازی میں بھی بالکل ظاہر و نمایاں ہے، جو شخص دعویٰ دوستی کرے اس کا دعویٰ ہرگز قبول نہیں ہوگا۔ جب تک (محبوب کے) دشمنوں سے اظہارِ بیزاری نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "قَدْ كَانَتْ لَكُمْ فِي أَسْوَىٰ حَسَنَةٍ لِّمَنْ ابْتِغَىٰ وَابْتِغَىٰ لَكُمْ فِيهَا حَسَنَةٌ"۔

ایک جگہ فرماتا ہے: "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهَا حَسَنَةٌ"۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ طالبِ حق کو "غلط قسم کے لوگوں سے" بیزاری بھی ضروری و

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سیرت میں تمہارے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔

ناگزیر ہے۔ (اس کے بعد چند آیات اس مضمون کی اور پیش کی ہیں) اہل وحدت وجود میں جو حضرات مستقیم الاحوال ہیں ان کا دین متین میں تشریح اور نچتہ ہونا بھی مشہور و باثور ہے، تحریر کا محتاج نہیں۔

ہمارے حضرت (حضرت مجدد الف ثانی ر) جو کہ وضو، طہارت، نماز اور آداب نماز میں انتہائی احتیاط برتتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ۔ "میں نے یہ تمام تر احتیاط اپنے والد (حضرت شیخ عبدالاحد ر) سے سیکھی ہے۔ محض کتابوں سے یہ باتیں حاصل ہونا مشکل ہیں۔" میرے دادا باوجودیکہ مشرب وحدت وجود رکھتے تھے، اور فصوص الحکم (مصنفہ شیخ محی الدین ابن عربی ر) کے بہترین ماہر تھے لیکن شریعت کی پابندی بھی ان کے اندر بدرجہ کمال تھی۔ میرے دادا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یہ احتیاط اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی ر سے اخذ کی ہے۔ حضرت شیخ رکن الدین ر بھی مسلک توحید وجودی کے باوجود کامل طور پر شریعت کے پابند تھے۔ حضرت شیخ مذکور نے یہ احتیاط اپنے والد و مرشد حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ شیخ گنگوہی ر

۱۔ زبدۃ المقامات میں حضرت شیخ گنگوہی ر کے تذکرہ میں ہے۔ باوجود کثرت جذبات و وفور قلبیت و اتباع سنت سنہ بغایت متقن بود و در التزام عزائم امور دینیہ سخت متکمن (ص ۹) زبدۃ المقامات میں حضرت شیخ گنگوہی ر کے تذکرے کے اختتام پر حضرت مجدد الف ثانی ر کی زبانی یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت شیخ ایک مرتبہ دہلی تشریف لائے ہوئے تھے۔ شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری ر نے جو کہ حضرت سید جلال الدین بخاری کی اولاد سے تھے اور بڑے صاحب علم تھے، ایک تفسیر اپنی لکھی ہوئی حضرت شیخ ر کی خدمت میں مطالعہ کے لیے بھیجی۔ قطب گنگوہی ر نے جب اس تفسیر کو کھولا تو اتفاق سے آیہ تطہیر نکل آئی۔ شیخ عبدالوہاب ر نے اس مقام پر لکھا تھا کہ: اولاد نبی سب کے سب مامون الخاتمہ ہیں اور ان کی عاقبت یقیناً بالخیر ہوگی۔ حضرت شیخ عبدالقدوس قدس سرہ نے اس تحریر کے حاشیہ پر تحریر فرمایا: "ہذا خلاف مذہب اہل السنۃ والجماعۃ" یعنی یہ بات اہل سنت و جماعت کے مسلک کے خلاف ہے اور کتاب کو واپس کر دیا۔ اس موضوع پر کئی دن تک علمائے دہلی نے آپس میں مذاکرے کئے بالآخر (بقیہ ص ۹ پر)

مشرّب وحدت وجود میں بڑا درجہ رکھتے تھے۔ اکثر مغلوب الحال رہتے تھے۔ مگر اس کے باوجود تشریح اور احتیاط ظاہری میں بھی فردِ کامل تھے۔

حضرت خواجہ احرارؒ اگرچہ مشرب توحید وجودی کی طرف مائل تھے لیکن ترویجِ شریعت میں قدمِ راسخ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں (صرف) پیری مریدی کروں تو کسی کو بھی میرے زمانے میں پیری مریدی کرنے کی جرأت و ہمت نہ ہو سکے، مگر مجھ کو تو ترویج و اشاعتِ دین کے لیے مقرر کیا گیا ہے نہ کہ (فقط) پیری مریدی کے لیے۔“

شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ جو کہ علمِ حدیث میں صاحبِ اسناد تھے اور علمِ فقہ میں پایۂ اجتہاد رکھتے تھے، فرماتے ہیں کہ:- ”بعض مشائخ نے ”حَاسِبُوا قَبْلَ أَنْ تَحَاسِبُوا“ (محاسبہٴ آخرت سے پہلے اپنے اعمال کا محاسبہ کرو) کے پیش نظر اپنے دن اور رات کا محاسبہ اختیار کیا ہے اور میں نے اس میں اور اضافہ کر دیا اور وہ یہ کہ محاسبہٴ اعمال کے ساتھ ساتھ، محاسبہٴ خطرات بھی کرتا ہوں۔“ سلطان العارفین سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادیؒ) جو گویا بانی مشرب توحید وجودی، وہ بھی مرتباً یا شریعت سے آراستہ پیراستہ تھے۔

اگر ترکِ امرِ معرُوف، وحدتِ وجود والوں کا مشرب و مسلک ہوتا، تو مولانا عبدالرحمن جامی جو محققینِ اربابِ وحدت وجود میں سے ہیں، کیوں اپنی مثنوی ”سلسلۃ الذہب“ میں ایسے لوگوں کی تردید کرتے، جو ترکِ امر کے قائل ہیں (چند اشعار سلسلۃ الذہب کے پیش فرمائے ہیں۔ عجیب تماشے کی بات ہے کہ جو لوگ مشربِ کم آزاری اور مسلک ”صلح کل“ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ وہ یہود، جوگیہ، براہمہ اور زنادقہ وغیرہم کے ساتھ تو اچھے ہیں، ان سے صلح و صحبت انبساط رکھتے ہیں، لیکن اہلسنت و جماعت سے، جو کہ فرقہ ناجیہ ہے، غلظت و عداوت کا معاملہ کرتے ہیں۔ ان کی صلح دوسروں سے ہے، اس جماعتِ حقّہ کو ایذا و آزار پہنچاتے ہیں اور اس کو بیخ و بن سے اکھاڑنا چاہتے ہیں۔ اچھی ”صلح کل“ پالیسی ہے کہ محمدیوں سے عداوت

وہی بات حق نکل جو حضرت شیخ گنگوہی قدس سرہ العزیز نے فرمائی تھی۔ (زبدۃ المقامات ص ۱۱)

ع شیخ عبدالاحد فاروقی رح



اور "غیر محمدیان" سے محبت و مؤدّت۔ خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ اگر ترکِ تعرضِ محمود ہوتا تو امرِ معروف و نہی منکر و اجباتِ دین سے نہ ہوتے اور اللہ تعالیٰ امر و نہی کرنے والوں کو خیرِ امت کا لقب نہ دیتا۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ **كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الْآيَةَ۔**

دوسری جگہ ان لوگوں کا ذکر فرماتا ہے۔ **الْأَهْرُوفُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُوتُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ۔** ایک جگہ فرماتا ہے: **وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔**

انبیاء علیہم السلام، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رضی اللہ عنہم اور تمام سلفِ صالحین نے کتنی کوشش امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں صرف کی ہیں، اور کتنی کچھ ایذا میں اور مصیبتیں اس کام کے کرنے میں جھیلی ہیں، ایک عبت کام کے لئے اتنی جدوجہد کرنا (نعوذ باللہ) سراسر بے عقلی قرار پاتے گی، اگر ترکِ تعرضِ مستحسن فعل ہوتا تو منکر شرعی کو دیکھ کر انکا قلبی کرنے کو کیوں اشعف ایمان قرار دیا جاتا، بسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ **ذَلِكَ أَوْضَعُ الْإِيمَانَ۔** اگر کما جائے کہ یہ آیت **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا تَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ۔** دلالت کرتا ہے کہ امر و ترکِ نہی پر کمر باندھنا۔ تو میں کہوں گا کہ یہ بات غلط ہے، اس لیے کہ **اهْتَدَيْتُمْ** میں جو **اهْتَدَاء** ہے، وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو بھی شامل

عہ تم میں بہترین امت ہو، جو لوگوں کی بہتری کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

عہ نیک کاموں کا حکم کرنے والے، بُری باتوں سے منع کرنے والے اور اللہ کے حدود کی محافظت کرنے والے۔  
عہ مومن مرد اور مومنہ عورتیں (دینی معاملات میں) ایک دوسرے کے کارساز ہیں، نیک کاموں کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں۔

عہ یہ ضعیف ترین ایمان ہے۔ اے ایمان والو! تم کو اپنے نفسوں کی فکر لازم ہے۔ جب تم ہدایت یاب ہو تو کسی کا گمراہ ہونا تم کو نقصان نہ دے گا۔

ہے، جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے۔ اب معنی اس آیت کے یہ ہونے کہ جب تم اعمالِ صالحہ بجالاؤ گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو گے تو دوسروں کی گمراہی تم کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اس آیت کی شانِ نزول بھی اسی معنی کی مؤید ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مسلمان، اہل کفر کی طرف سے دل تنگ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی اس آیت سے فرمائی کہ جب تم اپنا کام انجام دے چکے اور راہِ راست کی جانب رہنمائی کر چکے اور کفر و طغیان سے ڈرا چکے، اس کے بعد ان لوگوں کا کفر تم کو مضرت نہیں پہنچائے گا اور جس جماعت نے اس آیت کو اپنے ظاہری معنی پر رکھا ہے۔ اس نے آیت امر معروف سے اس کو منسوخ مانا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ الْآيَةُ) اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا ہے، فرماتے تھے کہ: ”لوگ جب منکر کو ہوتا ہوا دیکھیں اور اس کو نہ مٹائیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب سب پر عام کر دے۔“

(رواہ ابن ماجہ والترمذی وصحہ)

اگر کہا جائے کہ امر معروف (تبلیغ) اور جہاد فی سبیل اللہ طریقہ انبیاء ہے اور طریقہ اولیاء ترک تعرض اور ترک امر ہے، جیسا کہ اس وقت بعض اشخاص کہہ دیتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ امور مذکورہ کی فرضیت اور ان کے انجام دینے کی فضیلت اور ان کے چھوڑنے پر وعید، نصوص سے ثابت ہے اور فرضیت، وعدہ، وعید، کا فائدہ انام کے لئے ہوتے ہیں، ان میں کسی کی خصوصیت نہیں ہوتی، خواص و عوام، انبیاء و اولیاء، ایمان فرائض میں برابر ہیں۔ البتہ حصول نجات اور وصول بدرجات کمال، متابعت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ اولیاء نے جو کچھ بھی ولایت، محبت، معرفت اور قرب الہی سے حصہ پایا ہے، وہ بطفیل انبیاء پایا ہے۔ راہ وصول انبیاء ہی کے اتباع پر موقوف و منحصر ہے۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي

عہ اے رسول! کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو (اس عمل خیر کی بدولت) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

يُحِبُّكُمْ اللَّهُ - اس کے علاوہ جو راہ ہے وہ ضلالت و گمراہی کی راہ ہے اور شیاطین کا راستہ ہے۔ قرآن کی آیات - فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ أُوْدَانٌ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ هِجِ اس دعوے پر شاہد ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ: یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر چند خطوط اس کے دائیں بائیں کھینچے اور فرمایا۔ یہ شیاطین کے راستے ہیں۔ بعد ازیں آیت تلاوت فرمائی۔ وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ۔ (رواہ احمد والنسائی والدارمی)۔ پس جو شخص متابعت انبیاء کے بغیر چاہے کہ راہ حق پر چلے وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا اور سوائے گمراہی کے اسے کچھ حاصل نہ ہوگا، اگر کوئی چیز حاصل بھی ہوئی تو وہ "استدرج" ہوگا کہ اس کا نتیجہ آخرت میں خسران و حرمان ہے۔ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَنَا لَا ضَلَامَ لَنَا فَلَئِنْ يُقْبَلُ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ

محال است سعدی کہ راہ صفا

توان رفت جز در پئے مصطفیٰ

حضرت جنید بغدادیؒ جو کہ رئیس صوفیاء ہیں، فرماتے ہیں کہ:- جس نے قرآن حفظ نہیں کیا اور کتابت حدیث نہیں کی وہ ہمارے مسک میں مقعدی بننے کے قابل نہیں، اس لئے کہ ہمارا طریقہ سراسر مقید بالکتاب و السنۃ ہے۔

حضرت خواجہ احرارؒ سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ۔ اگر تمام احوال و مواجید ہم کو دیئے جائیں اور ہماری حقیقت کو عقائد اہل سنت و جماعت کے ساتھ متجلی نہ کریں تو ہم

عہ حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہے؟

عہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس پر چلو۔

عہ جو شخص اسلام کے علاوہ دوسرا طریقہ اختیار کرے گا وہ قبول نہ کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

اس کو سوائے خرابی کے اور کچھ تصور نہ کریں گے اور اگر تمام خرابیاں ہمارے اندر جمع ہو جائیں، لیکن ہماری حقیقت کو عقائد اہل سنت و جماعت کے ساتھ نواز دیں تو ہمیں کچھ خوف نہیں۔ انصاف کرو، جب کہ نبوت ختم ہو گئی، زمانہ وحی منقطع ہو چکا، دین کامل ہو گیا، نعمت تمام ہو گئی، پھر آج کس دلیل اور کس سند سے دین متین (کے احکام) کو برطرف کیا جاسکتا ہے اور اپنے خواب و خیال کی بنیادوں پر انبیاء کے کلمہ متفقہ کو، جو کہ وحی قطعی اور اخبار الہی سے ماخوذ ہے، کس طرح نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ عقل دور اندیش کو کام میں لانا چاہیے، خواب و خیال کے دھوکے میں نہ پھنسنا چاہیے، شیطان کے راستے سے دور رہا جائے، سنتِ سنۃ کی صراطِ مستقیم کو ہاتھ نہ دیا جائے، اتباعِ انبیاء علیہم السلام ہی بیشک و شبہ نجات دہندہ ہے اور ”مشرکات“ ہے، سوائے اس کے سب باتیں ”خطر و خطر“ ہیں۔ قَالَ حَدَّثَنَا كَلَّ الْحَدِيثِ (الامان) راہِ نجاتِ قطعی کو چھوڑ کر راہِ خطر اختیار کرنا، شیطان لعین کے جال میں گرفتار ہونا، اور اپنے آپ کو ”سردیِ ہلاکت“ میں ڈالنا عقل سے بہت بعید ہے۔ جو ”وجد و حال“ اور خواب و خیال، کہ برخلاف پیغمبرانِ برحق ہو، وہ کسراپِ یقینۃً یحسبہ الظنمان ماءً کا مصداق ہے۔ جب خدا سے واسطہ پڑے گا اور گورو قیامت کی منزلیں درپیش ہوں گی، اُس وقت متابعتِ انبیاء کے علاوہ کون چیز سود مند و دستگیر نہ ہوگی۔ ہاں اگر ”احوال و مواجید“ اور ”کشوف و الہامات“ متابعتِ انبیاء کے ساتھ جمع ہو جائیں تو نور علی نور ہے۔ (اس کے بعد آیات و احادیث کثرت سے اسی مضمون کی درج ہیں)۔

مکتوب (۳۱) ایک اہل زمانہ کے نام

تم نے لکھا تھا کہ میں نے ایسی ذلت و خواری کے ساتھ کبھی زندگی بسر نہیں کی، جیسی اب کر رہا ہوں۔

عہ میدان ہوار میں ریت کی مانند، جس کو (مصنوعی لہروں کی وجہ سے) پیاسا آدمی پانی بھتا ہے

مخدوم من! بندہ عاجز جب اپنے جیسے عاجز بندے سے چا پلوسی، التجا اور لجاجت کرے تو اُس کا یہی حشر ہونا چاہئے کہ ذلت و خواری میں مبتلا ہو۔

کیوں نہیں درگاہِ غنی مطلق میں تصریح و زاری کرتا۔ درحقیقت یہی ذاتِ عال اس لائق ہے کہ اُس کے سامنے التجا کی جائے۔ اسی کے رحم و کرم سے مشکلات حل ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی اس قابل نہیں (رزق کی وسعت اور تنگی بھی اُسی کی طرف سے ہے، نہ کہ اس کے غیر کی طرف سے) وَإِنْ يَسْئَلُكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ - (سورہ یونس)

اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی پریشانی، پس نہیں اُس کو کوئی دُور کرنے والا سوائے اُسی کے اور اگر وہ تجھ کو بھلائی پہنچانے کا ارادہ کرے تو اُس کے فضل کو کوئی ٹوٹانے والا نہیں ہے اور یہ بھلائی اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے فرماتا ہے۔

### مکتوب (۲۳) حاجی محمد افغان کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - وہ خط جو تم نے بھیجا تھا، پہنچا، خوش وقت کیا۔ تم نے اپنے لئے اور اپنے مریدوں کے لئے توجہات کی درخواست کی تھی۔ کبھی کبھی توجہ کی جاتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ توجہ کی جائے گی۔ لیکن۔ اتنا جان لینا ضروری ہے کہ مدارِ کار "رابطہ معنوی" پر ہے جس کو دوسرے لفظوں میں محبت و اعتقاد اور تسلیم سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ مشرشد کا اپنے مرشد سے جتنا رابطہ قوی ہوگا، باطنِ شیخ سے اخذ فیوض و برکات اُسی قدر زیادہ کر سکتا ہے۔ محبت خالص اور رابطہ معنوی کا ہونا ایک قطبِ کامل کے باطن سے اخذِ برکات کرنے کے لئے کافی ہے، چاہے توجہ نہ بھی ہو۔ بے محبت و رابطہ معنوی، محض توجہ بہت کم موثر ہوتی ہے۔ تاثیر توجہ کے لیے محلِ درکار ہے۔ ہاں وہ توجہ جو رابطہ مذکورہ کے ساتھ جمع ہو تو نورِ علی نور ہو جائے گی (الغرض) دار و مدارِ قربتِ رابطہ اور اتباعِ سنتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ اگر کوئی شخص ان دو باتوں میں رسوخ اور نچنگی رکھتا ہے، اُس کو غم نہیں۔ اُس کے انجام

ہے، جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے۔ اب معنی اس آیت کے یہ ہونے کے کہ جب تم اعمالِ صالحہ بجالاؤ گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو گے تو دوسروں کی گمراہی تم کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اس آیت کی شانِ نزول بھی اسی معنی کی مؤید ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مسلمان، اہل کفر کی طرف سے دل تنگ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی اس آیت سے فرمائی کہ جب تم اپنا کام انجام دے چکے اور راہِ راست کی جانب رہنمائی کر چکے اور کفر و طغیان سے ڈرا چکے، اس کے بعد ان لوگوں کا کفر تم کو مضرت نہیں پہنچائے گا اور جس جماعت نے اس آیت کو اپنے ظاہری معنی پر رکھا ہے۔ اس نے آیتِ امرِ معروف سے اس کو منسوخ مانا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ الْآيَةُ) اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا ہے، فرماتے تھے کہ: "لوگ جب منکر کو ہوتا ہوا دیکھیں اور اس کو نہ مٹائیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب سب پر عام کر دے۔"

(رواہ ابن ماجہ والترمذی وصحہ)

اگر کہا جائے کہ امرِ معروف (تبلیغ) اور جہاد فی سبیل اللہ طریقہ انبیاء ہے اور طریقہ اولیاء ترکِ تعرض اور ترکِ امر ہے، جیسا کہ اس وقت بعض اشخاص کہہ دیتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ امورِ مذکورہ کی فرضیت اور ان کے انجام دینے کی فضیلت اور ان کے چھوڑنے پر وعید، نصوص سے ثابت ہے اور فرضیت، وعد، وعید، کا ذمہ انام کے لئے ہوتے ہیں، ان میں کسی کی خصوصیت نہیں ہوتی، خواص و عوام، انبیاء و اولیاء، ایتان فرائض میں برابر ہیں۔ البتہ حصولِ نجات اور وصولِ بدرجاتِ کمال، متابعتِ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ اولیاء نے جو کچھ بھی ولایت، محبت، معرفت اور قربِ الہی سے حصہ پایا ہے، وہ بہ طفیلِ انبیاء پایا ہے۔ راہِ وصولِ انبیاء ہی کے اتباع پر موقوف و منحصر ہے۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي

۱۰۰ اے رسول! کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو (اس عمل خیر کی بدولت) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

يُحِبُّكُمْ اللَّهُ - اس کے علاوہ جو راہ ہے وہ ضلالت و گمراہی کی راہ ہے اور شیاطین کا راستہ ہے۔ قرآن کی آیات - فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ أَوْ رَوَانَ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ مَجِ اس دعوائے پر شاہد ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ: یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر چند خطوط اس کے دائیں بائیں کھینچے اور فرمایا: یہ شیاطین کے راستے ہیں۔ بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ - (رواہ احمد والنسائی والدارمی)۔ پس جو شخص متابعت انبیاء کے بغیر چاہے کہ راہ حق پر چلے وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا اور سوائے گمراہی کے اسے کچھ حاصل نہ ہوگا، اگر کوئی چیز حاصل بھی ہوئی تو وہ "استدراج" ہوگا کہ اس کا نتیجہ آخرت میں خُسران حرام ہے۔ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِنَا لَمْ نَفْعَلْ بِقَبْلِ هَذِهِ شَيْئًا وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ

محال است سعدی کہ راہ صفا  
تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

حضرت جنید بغدادیؒ جو کہ رئیس صوفیاء ہیں، فرماتے ہیں کہ: جس نے قرآن حفظ نہیں کیا اور کتابت حدیث نہیں کی وہ ہمارے مسک میں مقتدا بننے کے قابل نہیں، اس لئے کہ ہمارا طریقہ سراسر مقتیدہ بالکتاب و السنۃ ہے۔

حضرت خواجہ احرارؒ سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ۔ اگر تمام احوال و مواجید ہم کو دینے جائیں اور ہماری حقیقت کو عقائد اہل سنت و جماعت کے ساتھ متجلی نہ کریں تو ہم

عہ حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہے؟

عہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس پر چلو۔

عہ جو شخص اسلام کے علاوہ دوسرا طریقہ اختیار کرے گا وہ قبول نہ کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

اس کو سوائے خرابی کے اور کچھ تصور نہ کریں گے اور اگر تمام خرابیاں ہمارے اندر جمع ہو جائیں، لیکن ہماری حقیقت کو عقائد اہل سنت و جماعت کے ساتھ نواز دیں تو ہمیں کچھ خوف نہیں۔ انصاف کرو، جب کہ نبوت ختم ہو گئی، زمانہ وحی منقطع ہو چکا، دین کامل ہو گیا، نعمت تمام ہو گئی، پھر آج کس دلیل اور کس سند سے دین متین (کے احکام) کو برطرف کیا جاسکتا ہے اور اپنے خواب و خیال کی بنیادوں پر انبیاء کے کلمہ متفقہ کو، جو کہ وحی قطعی اور اخبار الہی سے ماخوذ ہے، کس طرح نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ عقل دور اندیش کو کام میں لانا چاہیے، خواب و خیال کے دھوکے میں نہ پھنستا چاہیے، شیطان کے راستے سے دور رہا جائے، سنتِ سنۃ کی صراطِ مستقیم کو ہاتھ نہ دیا جائے، اتباعِ انبیاء علیہم السلام ہی بیشک و شبہ نجات دہندہ ہے اور مٹھری برکات ہے، سوائے اس کے سب باتیں "خطر در خطر" ہیں۔ قَالَ حَدَّثَنَا كَلْبُ بْنُ الْحَدَّادِ (الامان) راہِ نجاتِ قطعی کو چھوڑ کر راہِ خطر اختیار کرنا، شیطان لعین کے جال میں گرفتار ہونا، اور اپنے آپ کو "سردیِ ہلاکت" میں ڈالنا عقل سے بہت بعید ہے۔ جو "وجد و حال" اور خواب و خیال، کہ برخلاف پیغمبرانِ برحق ہو، وہ کسراپِ بقیعة یتحسبہ الظنمان ماءً کا مصداق ہے۔ جب خدا سے واسطہ پڑے گا اور گورو قیامت کی منزلیں درپیش ہوں گی، اُس وقت متابعتِ انبیاء کے علاوہ کون چیز سود مند و دستگیر نہ ہوگی۔ ہاں اگر "احوال و مواجید" اور "کشوف و الہامات" متابعتِ انبیاء کے ساتھ جمع ہو جائیں تو نورِ علی نوری ہے۔ (اس کے بعد آیات و احادیث کثرت سے اسی مضمون کی درج ہیں)۔

مکتوب (۳۱) ایک اہل زمانہ کے نام

تم نے لکھا تھا کہ میں نے ایسی ذلت و خواری کے ساتھ کبھی زندگی بسر نہیں کی، جیسی اب کر رہا ہوں۔

عہ میدان ہموار میں ریت کی مانند، جس کو (مصنوعی لہروں کی وجہ سے) پیاسا آدمی پانی بھتا ہے



مخدوم من! بندہ عاجز جب اپنے جیسے عاجز بندے سے چاہو سی، التجا اور لجاجت کرے تو اس کا یہی حشر ہونا چاہئے کہ ذلت و خواری میں مبتلا ہو۔

کیوں نہیں درگاہِ غنی مطلق میں تصریح و زاری کرتا۔ درحقیقت یہی ذاتِ عال اس لائق ہے کہ اس کے سامنے التجا کی جائے۔ اسی کے رحم و کرم سے مشکلات حل ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی اس قابل نہیں (رزق کی وسعت اور تنگی بھی اسی کی طرف سے ہے، نہ کہ اس کے غیر کی طرف سے) **وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ يُرِدْ لَكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهٖ مَن يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ**۔ (سورہ یونس)

اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی پریشانی، پس نہیں اس کو کوئی دُور کرنے والا سوائے اسی کے اور اگر وہ تجھ کو بھلائی پہنچانے کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی ٹٹانے والا نہیں ہے اور یہ بھلائی اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے فرماتا ہے۔

### مکتوب (۳۳) حاجی محمد افغان کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وہ خط جو تم نے بھیجا تھا، پہنچا، خوش وقت کیا۔ تم نے اپنے لئے اور اپنے مریدوں کے لئے توجہات کی درخواست کی تھی۔ کبھی کبھی توجہ کی جاتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ توجہ کی جائے گی۔ لیکن۔ اتنا جان لینا ضروری ہے کہ مدارِ کارِ رابطہ معنوی پر ہے جس کو دوسرے لفظوں میں محبت و اعتقاد اور تسلیم سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ مرشد کا اپنے مرشد سے جتنا رابطہ قوی ہوگا، باطنِ شیخ سے اغذ فیوض و برکات اسی قدر زیادہ کر سکتا ہے۔ محبت خالص اور رابطہ معنوی کا ہونا ایک قطبِ کامل کے باطن سے اغذِ برکات کرنے کے لئے کافی ہے، چاہے توجہ نہ بھی ہو۔ بے محبت و رابطہ معنوی، محض توجہ بہت کم مؤثر ہوتی ہے۔ تاثیر توجہ کے لیے محلِ درکار ہے۔ ہاں وہ توجہ جو رابطہ مذکورہ کے ساتھ جمع ہو نوراً علی نور ہو جائے گی (الغرض) دار و مدارِ قوتِ رابطہ اور اتباعِ سنتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ اگر کوئی شخص ان دو باتوں میں رسوخ اور خشکی رکھتا ہے، اس کو غم نہیں۔ اس کے انجام

کو ایٹنگاں اور اس شخص کو کمالاتِ اکابر سے محروم نہیں کریں گے اور اگر ان دو باتوں میں سے کسی ایک میں بھی خلل واقع ہوگا تو خطر درخطر ہے۔ چاہے کتنی ہی ریاضت کرے۔ والسلام۔

### مکتوب (۳۴) حافظ عبد الکریم کے نام

(حیاتِ دنیوی اور حیاتِ برزخ کے فرق کے بیان میں)  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ۔ وہ حیات جو دنیا سے تعلق رکھتی ہے، دو چیزیں چاہتی ہے:۔ جس اور حرکت اور وہ حیات جس کا تعلق برزخ سے ہے محض جس سے بغیر حرکت کے۔ اللہ تعالیٰ حکیم مطلق ہے، اس نے ہر محل کے مطابق حیات عطا فرمائی ہے۔ برزخ میں جس کے بغیر چارہ نہیں، تاکہ "تألم وتلذذ" ہو سکے۔ حرکت کی وہاں ضرورت ہی نہیں۔ بخلاف نشاءِ دنیوی و اخروی کے کہ وہاں دونوں چیزیں (جس و حرکت) درکار ہیں۔ فَافْهَمُوا وَالسَّلَامُ۔

### مکتوب (۴۲) محمد وفا کے نام

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ۔ تمہارا مکتوب مرغوب جو کہ محبت و ذوق کا مشعر تھا، پہنچا۔ خوش وقت کیا۔ امید کہ اسی طرح احوال کھتے رہو گے۔ کیونکہ خط و کتابت، توجیر غائبانہ کا سبب ہے۔ فقر و فاقہ سے دلنگ نہ ہوں، اور ننگی معیشت سے جی تھوڑا نہ کریں۔ اللہ مَبْسُطُ الرِّزْقِ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ۔ (اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور وہی رزق میں ننگ کرنا ہے)۔ طالبانِ حق کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر فعل سے شاد و خرم رہیں، بلکہ "لذت گیر" ہوں۔ جو کچھ بھی محبوب حقیقی کی جانب سے آئے، وہ محبوب ہے۔ ایلام ہو یا انعام۔ نعمت ہو یا نعمت ہے۔

مے تلخ است جو رگلعذاراں ، کہ ہر چندش خوری باشد گواراں  
 ظاہری تنگی کے وقت ، قاعدے کے لحاظ سے تو "کشائش" و "فتوحات معنوی" میں  
 اضافہ ہونا چاہئے ، اس لئے کہ خرابی ظاہر ، طراوتِ باطن کا سبب ہے ۔ بھلا تنگی ظاہر  
 حضورِ باطنی میں خلل انداز کیسے ہو سکتی ہے ؟ جو "احوالِ عجیبہ" تنگی سے پہلے (کشادگی) میں  
 ظاہر ہوتے تھے ، وہ تنگی میں کیوں ظاہر نہ ہوں گے ؟ کیا تنگی کوئی بلا ہے ؟ کیا یہ بات ہے  
 کہ وسعت و فراخی ہی میں مولائے حقیقی سے تعلق ہو اور زمانہ تنگدستی میں قطع تعلق کر دیا جائے  
 (نہیں ہرگز نہیں ، بلکہ) تنگدستی میں کلیتہً ظاہر و باطن سے بجانبِ حق تعالیٰ متوجہ ہوں اور  
 اس کی طلب سے باز نہ آئیں ۔ تم نے اپنے کتنے اچھے حالات بیان کئے ہیں اور لطافتِ استعداد  
 کو خاک میں ملا دیا اور "جو اہر ریزوں" کو چھوڑ کر "خزف ریزوں" پر قناعت کر لی ، تو قابلِ افسوس  
 بات ہوگی ۔ **فَا وَ يَلْتَا عَلٰی مَنْ اَعْرَضَ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ وَ يَاحْسَرَ تَا عَلٰی مَنْ  
 فَرَقَ طَفًا جَنَّبِ اللّٰهُ** ۔ (یاد رکھو) "قلت تمتعات دنیویہ" سبب سہولتِ حساب ہے  
 تم نے رفعِ تنگی معاش کے لئے بعد نماز فجر ، بعض آیات پڑھنے کی اجازت طلب کی ہے ۔ اگر  
 اس "رفعِ تنگی" میں نیتِ صالحہ ہو ، تو کیا مضائقہ ہے ، پڑھ لیا کرو ۔

### مکتوب (۲۲) محمد صادق کے نام

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ  
 وَ اِلَيْهِ اَجْمَعِينَ ۔ حق سبحانہ ، کابندے کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرنا یہ ہے کہ وہ ہر اس  
 تنگی کو جو اس کے سینہ میں ہو دُور کر دے اور کسی قسم کی تنگی اس کے سینہ میں کسی راہ سے باقی  
 نہ رہے ۔ "امثالِ اوامر" اور "اجتنابِ نواہی" میں پوری آسانی اُس کو ہو جائے اور بندے

عہ پس افسوس ہے اُس پر جو اللہ کے ذکر سے مُنہ پھیرے اور حسرت و پشیمانی ہے اُس کے لئے  
 جو تقصیر کوتاہی کرے اللہ کے حق (کی ادائیگی) میں ۔

کی رضا اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کے تابع ہو جائے۔ اس طور پر کہ اگر تمام دنیا بھی اُس سے برہم ہو جائے یا وہ سخت مصائب و آلام میں مبتلا ہو جائے تب بھی کوئی کدورت اس کے باطن میں پیدا نہ ہو اور ان امور کو وہ عین صواب اور انسب سمجھے، خوشی سے وہ ان تمام اشیاء سے راضی ہو بلکہ جو بلا اور مصیبت آئے اُس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے شمار کرے، اور اُس کا شکر ادا کرے۔ جب عارفِ کامل اس "کرامتِ علیا" اور "سعادتِ عظمیٰ" سے بہرہ یاب ہو جاتا ہے۔ ہدایتِ الہی سے "اہتداء" حاصل کرتا ہے۔ "صراطِ مستقیم" اور "شرحِ صدر" اسی اہتداء کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَانَمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ" (سوزہ انعام)۔ (جس کسی کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہدایت کرے اُس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کرتا ہے اور جس کسی کو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے تو اُس کے سینہ کو نہایت تنگ کر دیتا ہے، گویا کہ وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے)۔ والسلام

### مکتوب (۲۸) میر محمد حافی کے نام

مخدوما!۔ دل محلِ نظرِ مولے جل شانہ ہے۔ دل کو پاکیزہ رکھنا چاہئے۔ حق تعالیٰ کی جائے نظر (دل) کو مخلوق کے منظر سے زیب و زینت میں کمتر نہیں کرنا چاہئے۔ دل کی پاکیزگی ذکر سے وابستہ ہے، لہذا "ذکر و فکر" میں مداومت کریں اور "سبقِ باطن" کو عزیز رکھیں۔ "وصفِ نیستی" کے ساتھ "دوامِ توجہ بجنابِ قدس" کو لذیذ نعمت سمجھیں اور اس عالی درگاہ سے اپنے قوی تعلق کو "عزائمِ امور" میں سے قرار دیں۔

ہرچہ جز عشقِ حنائے احسن است گر شکر خوردن بود جاں کندن است

### مکتوب (۵۰) شیخ اسد اللہ افغان کے نام

"اس مکتوب میں آٹھ سوالوں کے جوابات ہیں، سوال نمبر ۲ کا جواب یہاں پیش کیا جا

رہا ہے۔“

تم نے دریافت کیا ہے کہ ”خوارقِ افضل ہیں یا معارف؟ اگر معارفِ افضل ہیں تو کیا بات ہے کہ فاسق و فاجر بھی (بعض اوقات) معارف بیان کر دیتے ہیں اور خوارق کا یہ حال نہیں۔“

(جواب) واضح ہو کہ معارفِ الہی، خوارقِ عادات اور کشفِ مغیبات از مخلوقات سے افضل ہیں کیوں؟ اس لیے کہ معارفِ کشفِ اسرارِ ذات و صفاتِ خالق کا نام ہے اور خوارق ”کشفِ احوالِ مخلوقات“ ہے۔ پس جتنا فرق خالق و مخلوق میں ہے اتنا ہی معارف و خوارق میں سمجھنا چاہئے۔ پہلی چیز (معارف) خالق سے متعلق ہے اور دوسری چیز (خوارق) مخلوق سے۔ علاوہ ازیں ”معارف صحیحہ“ داخلِ کمالِ ایمان اور سببِ ازدیادِ ایمان ہیں، خوارق کی یہ حیثیت نہیں اور کوئی کمالِ انسانی خوارق سے وابستہ نہیں ہے۔ البتہ بعض کاملین کو خوارق بھی حاصل ہوتے ہیں لیکن فضیلتِ اہل اللہ، معارفِ الہی کی بناء پر ہے۔ نہ کہ کشف و کرامات کے ذریعے سے۔ اگر خوارقِ عادات، معارفِ الہی سے افضل ہوتے تو ان اہل اللہ سے (جو معارف میں تو ”قدمِ راسخ“ رکھتے ہیں، لیکن اظہارِ خوارق کی جانب توجہ نہیں فرماتے اور احوالِ مخلوق کے کشف کو توجہ بخالق کے مقابلہ میں اپنا تنزل سمجھتے ہیں) جو گویہ اور براہمہ جو (ریاضتوں کے ذریعے اظہارِ خوارق کرتے ہیں) افضل ہوتے۔ تم نے عجیب عامیانه سوال کیا ہے (یاد رکھو) خوارقِ عادات (کرامات) ”کمالِ قربِ الہی“ کی دلیل ہرگز نہیں ہوتے، یہ خوارق (اہلِ بطالت) کو بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ ان خوارق کا تعلق تو بھوک اور ریاضت سے ہوتا ہے۔ ان کو ”قرب و معرفت“ سے کیا واسطہ؟ جو بھی طالبِ کشف و کرامات ہے وہ ”طالب و گرفتارِ ماسوا“ ہے اور قرب و معرفت سے بے نصیب ہے ۵

زابلیس لعین بے سعادت	شود پید ہزاراں فرقِ عادت
گئے از دردِ آید گاہ از بام	گئے در دل نشیند گہ در اندام
رہا کن طرہات و شطط و طامات	خیالِ نور و اسبابِ کرامات
کراماتِ تو اندر حق پرستی بست	جز این کبر و ریاء و عجب و مستی بست

یعنی کمال مرتبہ انسانی "فناویستی" میں ہے۔ طاعات و عبادات، اور سلوک و ریاضت سے فی الحقیقہ غرض یہی ہے کہ انسان اپنی "عدمیت" پر واقف ہو جائے اور یہ جان لے کہ ہستی مع اپنے تمام توابع کے اصل میں "مرتبہ و جوب" کا خلاصہ ہے۔ جس وقت کوئی چاہے گا کہ اظہار کرامت کرے، عوام کو اپنا معتقد بنا لے اور خود کو اس ذریعہ سے سب میں ممتاز کرے، یقیناً یہ بات "کبر و عجب" ہوگی اور ایسا شخص عبادت و سلوک اور ریاضت کے فائدے سے بے بہرہ و محروم رہے گا اور اس کے لیے معرفت کا راستہ بالکل مسدود ہو جائے گا۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ.....

شیخ الاسلام ہر وی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ اکثر پڑھے لکھے بھی، چونکہ "جناب قدس" سے بیگانہ ہیں، اس لئے مائل بہ دنیا ہیں۔ "کشفِ صور" و "اخبار از مغیبات" ان کے نزدیک بہت عزیز ہیں۔ "کشفِ صور" والوں کو اہل اللہ اور "مقربانِ خاص" تصور کرتے ہیں اور "اہلِ حقیقت" کے کشف سے اعراض کرتے ہیں۔ "اہلِ حق" جو کچھ "حق" سے خبر دیتے ہیں اس کو باور نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اہلِ حق ہوتے تو مخلوقات سے متعلق خبر کیوں نہ دیتے اور جب یہ احوال مخلوقات کے کشف پر قادر نہیں ہیں تو اس لئے اونچے درجہ کے کشف پر کس طرح قادر ہو سکتے ہیں؟ نیز اہل معرفت کس طرح ہو سکتے ہیں؟

یہ نادان نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ جو اہتمام اور غیرت ان "حضراتِ اہلِ حق" کے بارے میں کے بارے میں رکھتا ہے۔ اس کے باعث ان کو اس بات کا موقع نہیں ملتا کہ کشفِ احوالِ خلق کے پیچھے پڑیں اور ماسوائے حق ان کو ملحوظ خاطر ہو، احوالِ خلق کے کشف میں پڑ جائیں، تو مرتبہ علیا کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ پس اہلِ حق "شایانِ خلق" نہیں ہیں۔ جس طرح اہلِ خلق "شایانِ حق" نہیں ہیں۔ اگر اہلِ حقیقت، کشفِ صور کی طرف ادنیٰ توجہ بھی کریں، تو دوسروں سے بڑھ سکتے ہیں۔ چونکہ ظاہری صفات و ریاضت والوں کی فراست اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی قدر نہیں رکھتی، اس لئے مسلمان، یہود، نصاریٰ اور ساڑھیاں اس میں شرکت رکھتے ہیں، اہل اللہ کی اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے (یہاں تک شیخ الاسلام ہر وی جس کے کلام کا خلاصہ ہے)۔

ہاں بعض اولیاء کو کسی خاص مصلحت و حکمت کے پیش نظر اظہارِ خوارق کی اجازت عطا کر دی

جاتی ہے۔ "عجب ہزار عجیب" ہے۔ خوارق کی معارف کے ساتھ تم نے کیا نسبت تصور کی تھی جو اس قسم کا مہل سوال کیا؟ معارفِ الٰہی کو نا اہل بھی بیان کرے، تو معارف کی شان میں کوئی نقصان واقع نہ ہوگا۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ ایک جوہرِ نفیس خاکِ رُوب کے ہاتھ میں آجائے، ایسی صورت میں اس جوہرِ نفیس کی "جوہریت" و "نفاست" میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ پس یہ لکھنا اور کہنا مندرج ہو گیا کہ معارف کو تو فاسق و فاجر بھی بیان کر دیتے ہیں اور خوارق ایسے نہیں ہوتے۔ اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ یہ مقدمہ مشترکِ الالزام ہے۔ خوارق میں بھی محض و مبطل شرکت رکھتے ہیں۔ نیز میں کہتا ہوں کہ یہ کلام ان معارف و اسرارِ الٰہی کے کشف میں ہے، جس سے اہل اللہ ممتاز ہیں، اگر کوئی مکار کشف و حال کی بنا پر نہیں بلکہ تقلیداً "بیانِ معارف" کرنے لگے، تو وہ مبحث سے خارج ہے اگر کہا جائے کہ بہت سے مکار دعوائے کشف و حال، معارفِ الٰہی میں کرتے ہیں... .. تو جواباً کہتا ہوں کہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ معارف جو اہل بطلان بیان کرتے ہیں، معارفِ الٰہی ہیں۔ "تسویطِ شیطان" ہمارے ہمارے احاطے سے باہر ہیں، کوئی کیسا سمجھے کہ شیطان کن کن راستوں سے اپنے آدمیوں پر آتا ہے اور "اباطیل" کو "عنوانِ حقانیت" کے ساتھ پیش کرتا ہے، اور غیر حق کو حق ظاہر کرتا ہے۔ تَعَالَى اللَّهُ عَنِ ذَالِكَ خَلْقًا كَبِيرًا۔

### مکتوب (۵۱) محمد مقیم قصوری کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ صحیفہ شریفہ پنپا۔ سرور و خوشوقت کیا۔ امید کہ اسی طرح اس "دورِ افتادہ" کو یاد کیا جاتا رہے گا۔ جو اشعارِ عربی و فارسی تم نے ارسال کئے ہیں، ان کا مطالعہ کیا۔ خوب ہیں اور بلند نظریے کے ماتحت ہیں۔ ہمیں تمہاری یہ خصوصیت معلوم نہ تھی، خدا کرے یہ فضیلت اور زیادہ ہو و قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔ لیکن شعر میں "قواعدِ علومِ عربیہ" کی رعایت ضروری ہے۔ جب تک مہارتِ تامر نہ ہو، شعر عربی بنانا کیا ضروری ہے۔

مخدوم! شعر ہو، یا اس کی مانند اور کوئی (ظاہری فضیلت) جتنا بھی درجہ علیا کو پہنچے

گی "فضائلِ صوری" میں شامل و داخل ہو جائے گی۔ اہلِ معنی کے نزدیک ایسی فضیلتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

قوے ز وجودِ خویشِ فانِ رفتہ ز حروفِ در معانی  
گوشش کر دکہ معنی سے بالکلیہ "حفظِ کامل" حاصل کر لو۔ حصولِ معنی کے بعد حروف میں مشغولیت  
کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔

ہرچہ خوباں گنند خوب آید

لیکن تحقیق معنی سے پہلے صورتِ حروف میں پھنس جانا بطلالت ہے۔ خالی گفت و شنود  
سے کام نہیں چلتا ہے۔

### مکتوب (۵۴) جانان بیگم کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — فِعْلٌ اَلْحٰکِمِمْ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحٰکِمَةِ — جو کچھ جمیل مطلق

جانان بیگم۔ عبدالرحیم خانخاناں کی صاحبزادی تھیں، علم و کمال کے اس درجے پر پہنچی ہوئی تھیں جس پر بہت سے مرد بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اکبر نے ان کی شادی اپنے بیٹے دانیال سے کر دی تھی۔ دانیال کا گجرات میں انتقال ہو گیا اور یہ بیوہ ہو گئیں، عالم بیوگی میں حج و زیارت سے مشرف ہوئیں۔ انہوں نے ایک تفسیرِ قرآن بھی لکھی ہے۔ فارسی میں بہترین شعر کہتی ہیں، ان کا ایک شعر یہ ہے :  
عاشقِ ز خلق، عشقِ تو پناہاں چساں کند  
پیدا است از دو چشم ز کش خوں گریستن  
جانان بیگم نے شاہد میں انتقال کیا۔

(زہرۃ الخواطر، جلد ۵، بحوالہ مرآة جہاں نما)

مخدراتِ تیموریہ مولفہ "سیدہ ظہور الحسن دہلوی، جلد ۲، صفحہ ۶۷ پر بھی جانان بیگم کے مفصل حالات درج ہیں۔ اس میں سے تین چار سطریں یہاں بھی درج کی جاتی ہیں۔ جانان بیگم اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی، اس کے علم و فضل کا چرچا دور دور پھیلا ہوا تھا، اسے فطرتاً معلوم دینسیہ سے (بقیہ صفحہ ۹۹ پر)



سے پہنچتا ہے گوارا اور مرغوب ہے سے  
 مٹے تلخ است جورِ گلغذاراں ، کہ ہر چندش خوری باشد گواراں  
 بلا۔ "نازیانہ محبوب" ہے کہ محب کو "ماسوائے محبوب" کے التفات سے باز رکھتی ہے اور  
 صرف محبوب ہی کی جانب رہنمائی کرتی ہے۔ بلا۔ کسند محبوب ہے ، جو محب کے ہرگز و  
 ریشہ میں ٹٹکی ہوئی ہے اور کشاں کشاں اسی کی طرف لئے جا رہی ہے سے  
 من نہ با اختیار خود می روم از قفائے او  
 آں دو کسند عنبریں می بزدم کشاں کشاں  
 ہاں سبقت اصل سے ہی ہونا چاہیئے ، فرع جو کچھ رکھتا ہے اصل سے رکھتا ہے ، کسی امر  
 میں فرع استقلال نہیں رکھتا ، یہ عشق و محبت بھی جو فرع ہے ، اسی (محبوب حقیقی) کی طرف  
 سے ہے ، اور اسی کا عطیہ ہے سے

ادائے سخی محبت معنایتے ست زد دوست  
 و گرنہ عاشق مسکین بہ بیچ خورسند است  
 نازِ محبوب ہر چند مقتضی استغناء و بے پرواہی ہے .. .. لیکن اگر غور سے دیکھو ، تو عشق  
 طرفین سے ہے اور محبوب بھی "محب مشتاق" کی مانند ہے۔ کسی نے خوب کہلی ہے سے  
 عاشقان ہر چند مشتاق جمالِ دلبرند  
 دلبراں بر عاشقان از عاشقان عاشق ترند  
 لیکن عشقِ محبوب نہاں اور در پردہ ہوتا ہے سے  
 پری رواز ببول آلودہ شدم  
 دروں از شعلہ ہٹے دوستی گرم

دلچسپی تھی اور وہ اسی مشغلے میں اپنی زندگی بسر کرنا چاہتی تھی۔ قدرت نے اس کی سرشت میں ماوہ علم  
 کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا ، اُس نے اپنی معلومات کا گراںبھا جو ہر ظاہر کرنے کے لئے قرآن مجید کی ایک  
 تفسیر بھی لکھی تھی۔ (مختارات تیموریہ)

عشقِ عاشقان بے پردہ اور با "جوش و خروش" ہوتا ہے۔  
 عشقِ معشوقان نہانت و ستیر عشقِ عاشقِ یاد و صدِ طبل و نغیر  
 لیکِ عشقِ عاشقان تن زہ کند عشقِ معشوقان خوش و فز بہ کند

### مکتوب (۶۰) خواجہ محمد فاروق کے نام

اس بیان میں کہ شریعت تمام کمالات کی اصل ہے  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ - ع  
 "ازہرچہ میرود سخن دوست خوشتر است"  
 مخدوما! "کمالات ولایت" صورت شریعت کا نتیجہ ہیں، اور "کمالات نبوت" حقیقت  
 شریعت کا ثمرہ ہے۔ پس کمالات ولایت اور کمالات نبوت میں سے کوئی کمال بھی ایسا نہیں ہے  
 جو دائرہ شریعت سے باہر اور شریعت سے مستغنی ہو۔ ..  
 والسلام

### مکتوب (۶۱) مولانا حسن علی کے نام

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ - چونکہ یہ مقام  
 (دنیا) "دارِ عمل" ہے۔ "دارِ اجر" (آخرت) سامنے ہے اس لئے اپنے آپ کو "وظائفِ اعمال"  
 میں سرگرم رکھا جائے اور بے تذبذب طریقہء مامورہ کو انجام دیا جائے۔ وقتِ عمل میں اجر طلب  
 کرنا اور اس فکر میں پھنس جانا اپنے آپ کو اجر سے باز رکھنا ہے۔ "موطنِ لقاءِ حقیقی" (آخرت)  
 درپیش ہے۔ مَنْ كَانَ يَنْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ - اس جگہ مطلوب

۱۔ آپ خلفائے خواجہ محمد معصومؒ میں سے ہیں۔ (روضہ رکن دوم)  
 ۲۔ جو شخص اللہ سے ملاقات کی امیدواری رکھتا ہے، پس اللہ کی ملاقات کا زمانہ آنے والا ہے۔

انتظار، جو کہ محبت سے پیدا ہوتا ہے، مطلوب میں استغراق سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ پہلی چیز (انتظار) عمل ہے اور ترقی بخش چیز ہے اور دوسری چیز اجر ہے اور اس کا وعدہ دوسرے جہان کے لئے ہے۔ طالبوں کی قتل کے لئے (کبھی کبھی) اس موعود کا نمونہ اور سایہ دکھا کر (سایا بھی) آرام دیدیتے ہیں۔ بعض طالبین کو یہ آرام بھی نہیں دیتے اور "امر موعود" میں کوئی نقصان نہیں کرتے۔

### مکتوب (۶۴) سلطان محمد اوزنگ نایب عالمگیر کے نام

(دینی جدوجہد اور نفسِ امارہ سے مجاہدے کے بارے میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَوَسْلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ  
اضطکفی۔ ابا بعد؛ ذرۃ اشتر بعرض می رساند۔ بڑا اچھا حال ہے ان کا جو اس "امرِ عظیم" کے لئے اپنی کمر بستہ چمت باندھے ہوئے ہیں اور اس سلسلہ میں مشکل و دشوار سفر کو، جو فی الحقیقت مٹھم برکات اور وسیلہ ترقی درجات ہے۔ ذوق و شوق کے ساتھ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "جنت میں تلو درجے ہیں اور ان میں سب سے اونچا درجہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے ہے اور ایک درجے کا دوسرے درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے۔ جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان" (رواہ البخاری) — حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ کے راستے میں ایک ساعت ٹھہرنا مکہ مکرمہ میں حجرِ اسود کے قریب لیلۃ القدر کے اندر قیام کرنے سے بہتر ہے" (رواہ البیہقی و ابن جہان فی صحیحہ) — (اس حدیث کے پیش نظر) علماء نے فرمایا ہے کہ اس حساب سے اللہ کی راہ میں ایک ساعت قیام کرنا دس کروڑ مہینوں کے قیام سے بہتر ہے۔ اور حضرت انسؓ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس کسی نے کسی رات اللہ کے راستے میں چوکیداری کی (مِنْ قَوَّادِ الْمُسْلِمِیْنَ) اس کو ان تمام لوگوں کا اجر ملے گا، جو (محفوظ) علاقے میں (اطمینان سے) روزے رکھ رہے ہیں، اور نمازیں پڑھ رہے ہیں" (رواہ الطبرانی

بنا و جید)۔ علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ حاکم کے اعمال کے  
 میں اُن اعمالِ حسنہ کے مثل لکھتے ہیں، جو اس علاقہ میں لوگ امن کے ساتھ اس کی حمایت و نعت  
 میں انجام دے رہے ہیں، یہ فضلِ عظیم کس قدر نایاب ہے۔ افسوس! کہ یہ روزگار دکاتن  
 اس نعمتِ خوشگوار سے بہ حسبِ ظاہر خردم ہے اور بعض عوائل و موانع کی وجہ سے اس قسم کی فی  
 سبیلِ اللہی "جدوجہد سے بھروسہ یلینتی کنت معہم فافوزوا عظیمًا۔ لیکن  
 از روئے باطن اپنے ساتھ ہی جانا اور دعا و توجہ کی راہ سے مدد و معاون تصور کرنا۔ ہم فقراء کا  
 سرمایہ اور اس المالِ ہی دعا اور توجہ ہے۔ اگر گوشہ نشین فقراء سالہا سال ریاضت کریں  
 اور چلے کھینچیں اس عمل کو نہیں پہنچ سکتے (جو آپ کر رہے ہیں) وہ طاعات و عبادات جو  
 "جدوجہد دینی" کے راستے میں ہوتی ہیں "طاعاتِ عزالت" پر ان کا درجہ کہیں زیادہ ہے۔  
 اس راہ کی تسبیح کچھ اور ہی ثواب رکھتی ہے، یہاں کی نماز بھی رتبہ علیحدہ رکھتی ہے۔ اس راہ کے  
 صدقات و نفقات درجہ بزرگ رکھتے ہیں، اس مقام کے بہاریاں آئیں تو اُن کا ثواب بھی  
 دوسرا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:-

"طَوَّبَ لِمَنْ لَمِنَ أَكْثَرِ فِي الْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ فَإِنَّ لَهُ  
 بِكُلِّ كَلِمَةٍ سَبْعِينَ أَلْفَ حَسَنَةٍ الخ (رواہ الطبرانی)

نیز ارشاد فرمایا کہ: ہر حد کی چوکیداری کی حالت میں ایک نماز بیس لاکھ نمازوں کے  
 برابر ہے۔ (ملخصاً)۔ (رواہ ابوالشیخ داہن حبان)

نیز فرمایا کہ: اس راہ میں ایک درہم و دینار کا خرچ کرنا دوسری (نیک) راہ میں سات  
 سو دینار خرچ کرنے سے افضل ہے (ملخصاً) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ "جو  
 شخص مجاہد فی سبیلِ اللہ کی اور غازی کے اہل و عیال کی اور مکاتب (غلام) کی آزاد کرانے میں  
 امداد کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ساتھیوں میں رکھے گا، اُس دن جس دن اُس کے سایے  
 کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔" (رواہ احمد و البیہقی)۔ اور فرمایا کہ:- جو اللہ کے راستے

عہ کاش! میں اُن کے ساتھ ہوتا اور بڑی کامیابی پر فائز ہو جاتا۔

میں ایک دن یا ایک دن سے کم، یا ایک ساعت بھی بیمار ہوا، اُس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، اور اس کے لیے ایک لاکھ ایسے غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے جن میں سے ہر ایک کی قیمت ایک لاکھ درہم ہو۔“

اس میں شک نہیں کہ وہ ہم جس کی طرف آپ متوجہ ہیں اللہ کے راستے ہی میں جدوجہد ہے (اس کے بعد مجاہدہ نفس کے بارے میں فرماتے ہیں) نفسِ امّارۃ انسانی، باوجود تصدیقِ قلبی اور اقرارِ لسانی کے اپنے کفر و انکار پر مُصر ہے، احکامِ سماوی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، اور خداوندی کی تابعداری نہیں کرتا، یہ نفس چاہتا ہے کہ سب اس کے مطیع ہو جائیں اور وہ کسی کا مطیع نہ ہو۔ خودی کا دعوائے اس کے اندر غالب ہے۔ نداٹے۔ اَنَا نَبُکْرٌ۔ اس کے اندر سے لکن رہی ہے، لہذا اس سے دشمنی رکھنا پسندیدہ اور مقبول شے ہے اور اس کی مخالفت، بروفتی شریعتِ غرّاکرنا "جہادِ اکبر" ہے۔ اعدائے آفاقی کے ساتھ جہاد کا کبھی کبھی اتفاق ہوتا ہے اور دشمن اندرونی (نفس) سے جہادِ دائمی ہے۔ ارحم الراحمین کی یہ بڑی مہربانی ہے کہ اُس نے بکمالِ رحمت حصولِ ایمان کے لیے (فقط) تصدیقِ قلبی کو کافی قرار دیا، اور "اذعانِ نفس" کی تکلیف نہیں دی ہے

چشمِ دارم کہ دہد اشکِ مرا حُسنِ قبول  
آنکہ دُرُسِ ختہ است قطرہٗ بارانی را

ہاں افرادِ انسانی میں بعض وہ کا ملین بھی ہوتے ہیں، جن کا نفس "امارگی" سے نکل کر "اطمینان" کی منزل میں آجاتا ہے، احکامِ الہیہ کا مطیع ہو جاتا ہے اور اس میں مجالِ مخالفت باقی نہیں رہتی، راضی و مرضی ہو جاتا ہے۔ (خطاب) يَا أَيُّهَا النَّسُّ الْمُطْمَئِنَّةُ اِجْبِي الْحَقَّ رَاضِيَةً مِّنْ ضِيَّةٍ هِ اِیوں ہی کے لئے وارد ہوا ہے۔ ایمانِ کامل اور اسلامِ حقیقی اسی مقام پر جلوہ گر ہوتا ہے اور اسی قسم کا ایمان زوال و خلل سے محفوظ ہوتا ہے۔ بخلاف "معمولی" ایمان کے کہ وہ خلل و زوال سے محفوظ نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

عہ اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف واپس جا، اس حال میں کہ تو راضیہ اور مرضیہ ہے۔

نے برائے تعلیم امت، اسی کامل ایمان کو ان الفاظ میں طلب فرمایا ہے: **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ**  
**إِيمَانًا لَيْسَ بَعْدَهُ كُفْرٌ**۔

(قرآن کے اندر) **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا** .. .. میں اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس حدیث شریف میں بھی یہی ایمان مراد ہے: **"لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدٌ كُفْرًا حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاهُ بَتَعَالَمًا جَسَتْ بِهِ"**۔ (تم میں سے کون شخص اس وقت تک ہرگز مومن نہیں ہوگا، جب تک اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے ماتحت نہ ہو جائے۔) طریقہ تصوفیہ میں مطلوب اولیٰ، اسلام حقیقی کا حصول ہے، جو کہ نفسِ امارہ کے انقیاد سے مربوط ہے اور جو اسلام کے حصولِ اطمینان سے پہلے محض تصدیقِ قلبی سے حاصل ہے، اس کو اسلامِ مجاہدی کہتے ہیں .. .. پس عقلائے اولیٰ لا ابصار کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے "حاصل کار" اور نقد روزگار میں خوب تامل کریں، اور جو کوئی یہ دولتِ مطلوبہ رکھتا ہے **فَطُوبَىٰ لَكَ وَبُشْرَىٰ** جو کچھ اس کی پیدائش کا مقصد تھا اس کو حاصل کر لیا اور نعمتِ حق اس کے حق میں پوری ہوئی۔ اگر یہ دولت (معرفت) نہیں ملی، تو اس کی طلب سے فارغ نہ ہو اور جہاں کہیں سے اس کی خوشبو اس کے دماغ میں آئے اس کی تلاش کرے ہے

ترسم کہ یارب امانا آشنا بماند  
تا دامن قیامت این عنم باماند  
**وَالسَّلَامُ أَوْلَىٰ وَالْآخِرُ**

مکتوب (۷۰) ملا محمد افضل ولد شیخ بدرالدین سرہندی کے نام

**بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ** — **بِسْمِ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَ مُصَلِّيًّا عَلَىٰ رَسُولِهِ**

عہ اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان طلب کرتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو۔  
۷ آپ شیخ بدرالدین سرہندی کے مؤلف "حضراتِ القدس" کے صاحبزادے ہیں۔

الْكَرِيمِ وَاللَّهِ أَجْمَعِينَ — ایک حدیث نبوی میں آیا ہے "الْقَبْرُ رَوْضَةٌ  
 مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ" — قبر کے روضہ جنت ہونے کے معنی (بظاہر) یہ ہیں کہ  
 قبر اور جنت میں جو دوری و مسافت ہے وہ اٹھ جاتی ہے اور کوئی پردہ قبر و جنت کے درمیان باقی نہیں  
 رہتا۔ گویا کہ زمین قبر کو جنت کے ساتھ "فنا وبقا" کا معاملہ حاصل ہو جاتا ہے خافضہ —  
 اور یہی معنی ہیں اس قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے — ما بین قبری و منبری روضۃ من  
 ریاض الجنة (میری قبر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے)۔  
 قبر کا روضہ من ریاض الجنة بنا خاص خاص مومنین کے لئے میسر ہوتا ہے ہر ایک کو  
 نہیں — جب قبور مومنین صفائی اور نورانیت پیدا کر لیتی ہیں اور اس بات کی استعداد ان میں  
 پیدا ہو جاتی ہے کہ "جلوہ جنت" ان میں منعکس ہو سکے، بالفاظ دیگر جب قبور، مصطفیٰ آئینہ کی  
 طرح ہو جاتی ہیں (تب ان کے اندر یہ شان ظاہر ہوتی ہے کہ جنت کا باغ بن جاتی ہیں ... ..)  
 وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ وَاللَّهُ أَجْمَعِينَ۔

مکتوب (۷۱) محمد مومن بیگ کابلی کے نام

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ —

ہرچہ جُزْ عَشِقِ خَدَائِعِ احْسَنِ اسْت

گرسکر خوردن بود، جاں کنن است

حق تعالیٰ کی محبت کے علاوہ دوسری اشیاء کی محبت میں گرفتار ہو جانا، "امراض قلبیہ"

میں سے شدید ترین مرض ہے۔ اس کے ازالہ کی فکر کرنا سب ضروری باتوں سے زیادہ

ضروری ہے۔ "درخانہ اگر کس است یک حرف بس است"

مکتوب (۷۲) ملامسافر کے نام

(رضنا بقضائے الہی کی ترغیب میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — برادرِ مَلا مسافرِ بعافیت اور یادِ خداوندی میں  
خوش وقت رہیں۔ تمہارا خط پہنچا۔ جو رنج و الم (انسان کو) پہنچتا ہے، وہ بہ ارادہ خداوندی  
ہے۔ اس پر راضی رہے بغیر چارہ کار نہیں۔ طاعات میں چُست رہو، تکالیف و امراض پر  
صبر کرو اور عافیت کو کرمِ خداوندی سے طلب کرتے رہو۔ خلافت میں سے کسی پر نظر رکھو —  
سب امور کو اللہ ہی کی طرف سے جانو، دفعِ ضرر کو اُسی سے چاہو کیونکہ اللہ کی مرضی کے بغیر نہ کوئی  
کسی کو ضرر پہنچا سکتا ہے اور نہ کوئی ضرر دور کر سکتا ہے۔ راہِ بندگی یہی ہے۔ والسلام

### مکتوب (۷۳) مولانا حسن علی کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ حَامِدًا وَ مُصَلِّيًا — برادرِ مَلا حسن علی نے میرے ایک مکتوب بنام  
عبید اللہ بیگ (مکتوب ۲۹ جس کا ترجمہ گذر چکا) پر ایک شبہ تحریر کیا ہے اور اس کا جواب  
مانگا ہے۔ شبہ یہ ہے کہ ”حسن و قبیح“ کا امتیاز ”مقامِ شریعت“ میں ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ انہوں  
نے ایک رسالہ میں لکھا دیکھا ہے کہ:۔ ”طریقہ میں سب سے صلح اور ہر کسی سے دوستی ہوتی ہے  
بخلاف شریعت کے کہ وہاں دشمنوں سے جنگ اور دوستوں سے صلح ہوتی ہے“ الخ عجیب و امیت  
شبہ ہے۔ بھلا طریقت کا شریعت سے کیا تقابل ہے؟ اور ان دونوں میں مساوات کہاں سے  
آئی؟ شریعت تو ایسی قطعی و محی سے ثابت ہوتی ہے جس میں شک و ریب کو بالکل گنجائش نہیں۔  
اس کے احکام میں ”نسخ و تبدیل“ نہیں، تا قیامِ قیامت یہ احکام باقی رہیں گے۔ شریعت کے  
تعاوضہ پر عمل کرنا تمام عوام و خواص کے لئے ضروری و لا بدی ہے۔ طریقت کی یہ مجال نہیں کہ وہ  
شریعت کے احکام کو اٹھا دے، اور اہل طریقت کو ”تکالیفِ شرعیہ“ سے آزاد کر دے۔ اہلسنت  
و جماعت کے ”عقائدِ قطعیہ“ میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ بندہ (بجالتِ ہوش و حواس) ہرگز اپنے  
درجے پر نہیں پہنچتا کہ تکالیفِ شرعیہ اس سے ساقط ہو جائیں، جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا  
ہے، وہ ”جرگہ اسلام“ سے باہر ہے۔ جس جماعت کو اللہ تعالیٰ اپنا دشمن قرار دے اور  
غلطت و شدت کا حکم دے، اُس سے آشتی و دوستی رکھنا قاعدہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ



بات اور دعوائے محبت خدا اور رسول۔ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے، کیونکہ محبوب کی اطاعت اور محبوب کے دوستوں سے دوستی اور اس کے دشمنوں سے بیزاری "لوازم محبت" سے ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض سالکین پر کچھ ایسے امور پر جو بظاہر مخالف کتاب و سنت ہوتے ہیں وارد ہو جاتے ہیں۔۔۔ سالک ایسے وقت میں سررشتہ شریعت کو ہاتھ سے نہ دے، دانتوں سے مضبوط پکڑ لے اور اپنے کشف و وجدان کے برخلاف اہل سنت و جماعت کی تقلید کرتے ہوئے ان کا "اعتقاد و عمل" اختیار کرے۔ (بعض اوقات) راہ سلوک کے خس و خاشاک اِحیانا اللہ کا نعرہ لگا کر "سالک بیچارہ" کو مطالبِ اعلیٰ سے ہٹا کر اپنی پرستش کی دعوت دینا چاہتے ہیں۔ ایسے وقت میں "سالک مستقیم" کو ضرورت ہے کہ وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرح لَا اُحِبُّ الْاَافِلِیْنَ کہہ کر وَجْهَتْ وَجْهَیْ اِلَیْہِ — کے بوجہ میدانِ غیبِ الغیب میں دوڑ لگائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (پوری پوری) متابعت کرے، تاکہ "زینع البصر" میں گرفتار نہ ہو۔

### مکتوب (۶۲) شاہ نعمت اللہ قادری کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ حَامِدًا وَ مُصَلِّيًا۔ عنایت نامہ نامی و صحیفہ گرامی نے جو اس "حقیر" کو ارسال فرمایا گیا۔ مشرف کیا۔ امیدوار ہوں کہ اسی طرح اس "دور از کار" کو کبھی کبھی "حاشیہ"

عہ میں زائل ہو جانے وال چیزوں کو پسند نہیں کرتا۔

عہ میں نے اپنا چہرہ اللہ کی طرف متوجہ کر لیا۔

عہ (کچھ بینی و پریشاں نظری)

عہ آپ شیخ عطاء اللہ نانولی کے صاحبزادے تھے، آپ نے تحصیل علم کی خاطر بہت سے شہروں

کا سفر کیا تھا، جو پور میں بھی ہیئت پڑھنے گئے تھے۔ بعد فراغت علم فیروز پور میں سکونت اختیار کر لی

تھی۔ آپ مشائخ قادریہ میں اپنے زمانہ کے ایک ممتاز شیخ تھے، آپ کی وجاہت و قبولیت مسلم تھی۔

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

ضمیر بہر تنویر“ میں جگہ دیتے رہیں گے۔ اس نامہ گرامی کا آنا۔ جو کہ عین کرم تھا۔ میری طرف سے مراسلت کی ابتداء کئے بغیر ہوا۔ گویا کہ یہ ایک ”نعمت غیر مترقبہ“ تھی۔ اس کے پہنچنے کے بعد میں ”کشاہت و ترقی“ کا اُمیدوار ہو گیا ہوں۔ بیشک سبقت بزرگوں کی طرف سے ہی ہوتی ہے اور کرم کریوں ہی کی جانب سے ہوتا ہے۔

اُمید گالا! اس زمانہ میں جب کہ زمانہ نبوت سے بعد ہو گیا ہے، انوارِ سنت“ میں قلت آ رہی ہے اور ”ظلماتِ بدعات“ کا ہجوم ہے۔ آپ جیسے ”شاہبازوں“ کا وجود بسا غنیمت ہے۔ اگر ہم جیسے زاویہٴ ثمول کے ساکنین، ہزاروں ریاضتیں گوشہٴ گمنامی میں بیٹھ کر کریں اور ہاتھ پاؤں ماریں۔ آپ کے اُس ایک ”کلمہٴ حق“ کے برابر نہیں، جو سلاطین کے دل میں اثر کر جائے۔ بلکہ (ہماری ریاضتیں) اس کی گرد کو نہیں پہنچتیں۔ اللہ تعالیٰ نے سلاطین کا عالم میں وہ درجہ رکھا ہے جو روح کا جسد میں ہے کہ صلاحِ رُوح، صلاحِ جسد ہے اور فسادِ رُوح، فسادِ جسد ہے۔ اسی طرح اصلاحِ سلاطین، اصلاحِ تمام عالم ہے۔ بھلا کون سا عمل اس عمل کو پہنچ سکتا ہے۔

کرما! شیخ محمد صالح، جو کہ محافل و مجالس میں اکثر آپ کے شاگرد اور آپ کے اوصافِ جمیلہ کے ناشر ہیں، نیز آپ کے اخلاق و احسانات کی باتیں سنا رہتے ہیں، آپ کی طرف جا رہے ہیں۔ باوجود اپنی ناقابلیت کے دوچار نامربوط کلموں کو (اُن کی معرفت) آپ کی یاد آوری کی غرض سے بھیج رہا ہوں اور آپ کے اوقاتِ شریفہ میں خلل انداز ہو رہا ہوں۔

طلالِ افادت و ارشاد سایہ گستر و مبسوط باد۔

مکتوب (۷۵) مرزا طاہر بیگ کے نام

اللہ تعالیٰ تم کو ماسوا کی غلامی سے آزاد کرے، اور مدارجِ قُرب میں ترقیات دے۔

شاہزادہ شجاع بن شاہجہاں آپ سے بیعت تھا۔ عالمگیر کے دربار سے بھی آپ کا تعلق ہو گیا تھا۔ آپ کی مصنفات میں ایک تفسیر القرآن ہے جو جلالین کے طرز پر ہے اور ایک ترجمہ القرآن ہے جس کا نام ”تفسیر جہانگیری“ ہے۔ اس ترجمہ کو عبد جہانگیر میں دہلی میں رہ کر لکھا تھا۔ علامہ محمود بن محمد جو نیوری نے آپ سے تعلیمِ طریقت کو اخذ کیا تھا۔ ۱۰۶۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

(ماخوذ از نزہۃ النواظر جلد پنجم مؤلف مولانا حکیم سید عبدالحی بن سید فخر الدین الحسنی ر)

(سنو) بندہ مقبول وہ ہے جو دوام ذکر کے ساتھ موصوف ہو، ایک لمحہ بھی غفلت و ہوائے نفس میں نہ گزارے، ذکر کو اغراض سے آلودہ نہ کرے، مخلص ہو، حتیٰ کہ اپنے "احوال و مواجید" بھی "ذکر" میں ملحوظ نہ رکھے۔ (اگر ایسا ہوگا) تب بمقتضائے کریمہ فاذا ذکرکونی اذکون کونرا پس تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا)۔ اُس طرف سے بھی اس کو یاد کریں گے۔ کس نہج سے یاد کریں، اور کیسے کچھ عطا یا سے نوازیں (پتہ نہیں)۔ ذکر کے وقت .. "خلو سیدہ" و "خلوص نیت" کے ساتھ متوجہ و حاضر رہے، بلکہ ایسا حضور ہو کہ نفس بھی درمیان میں حاضر نہ ہو اور وہ بھی اپنا سامان "صحرائے عدم" میں اٹھا کر لے جائے .. .. ع

"اين کار دولتست کنوں تا کرا دہند"

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَمَزَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ و  
عَلٰی الْاَسْلَمٰتِ الْاَفْضَلٰہَا وَمِنَ السَّلَیْمٰتِ اَکْمَلٰہَا۔

### مکتوب (۷۷) شیخ عبد الحمید برہانپوری کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — برادر گرامی شیخ عبد الحمید کو اس "دور افتادہ" کی طرف سے سلام عافیت پہنچے۔ تمہارا مکتوب مرغوب جو مجھے بھیجا تھا، بلکہ طمان سے پہنچا۔ اس کے مطالعہ نے فرحت فراوان بخشی۔ "احوال سنہ" و "مقامات علیہ" بھی اس میں مندرج تھے۔ کیا عجب ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو بعض خصوصیات کے ساتھ مخصوص اور اکابر کے مقامات عالیہ سے سرفراز کر دے ان ترقی مر حیو و ق و د و۔ لیکن اس کے لئے اتباع سنت اور اجتناب از بدعت شرط ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ بندے کی خواہش "احکام شرعیہ" و "سنن مرضیہ" کے تابع ہو جائے۔ — لَنْ یُّؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُکُوْنَ هُوَاہُ یَتَعَالَمَ جِثَّتْ بِہِ — حدیث شریف ہے۔

عہ بیشک میرا رب رحم کرنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔

حق سبحانہ مدارج قرب میں ترقی دے اور سنن نبویہ پر مستقیم رکھے۔ دوستوں سے دعا کے  
سلامتی و خاتمہ کا امیدوار ہوں۔

### مکتوب (۷۹) خواجہ محمد حنیف کے نام

(روز و اسرار سورہ قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ کے بیان میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — حقیقت بندگی اور جلالت طاعت اس

وقت حاصل ہوتی ہے، جب کہ تمام امور میں "قبلہ توجہ" اور "مرجع حقیقی" سوائے بارگاہِ صمدیت  
کے اور کوئی نہ ہو، ہوائے نفسانی سے گذر کر تمام امور اسی لم یزل و لایزال کے سپرد کر دیئے جائیں۔  
امرفانی پر پشتِ اعتماد نہ رکھی جائے، ورنہ نتیجہ مطلبِ اعلیٰ سے محرومی ہوگا۔

اے بھائی! دنیا میں کسی کی طرف رجوع ہونے اور کسی پر اعتماد کرنے کا باعث یا تزیہ ہوتا

ہے کہ وہ مرتبی ہے اور تربیت "صوری و معنوی" اس کے ساتھ وابستہ ہے (اب غور کرو) قُلْ

اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ کی رو سے مرتبی حقیقی حق تعالیٰ ہی ہے اور تربیت ظاہر و باطن حقیقتہً

اس کے ہی ساتھ مربوط ہے۔ پیر، استاد اور مادرِ پدیر سے بموافقی شریعت جو رجوع و تواضع

کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ وہ اس لئے کہ یہ لوگ بحکم الہی مرتبی ہیں۔ چونکہ یہ تواضع، حکم خداوندی کی

بنیاد پر ہے، اس لئے اس کو بھی فی الحقیقتہً خدا ہی کی طرف رجوع و تواضع قرار دیا جائے گا۔ یا

رجوع کا سبب سلطنت و بادشاہت ہو کر رہتی ہے۔ سلطنت و بادشاہت "ملک الناس"

کی رو سے اللہ ہی کے لئے مسلم ہے۔ یا۔ معبودیت و الوہیت، رجوع کا سبب ہوتی ہے۔

کیونکہ عقل و عرف کی رو سے اللہ و معبود کے ساتھ رجوع، اعتماد، تواضع و خضوع کا معاملہ ہونا مستحسن

بلکہ واجب ناگزیر ہے۔ اور یہ معبودیت و الوہیت بھی بمقتضائے "اللہ الناس جناب

مقدس و بیچون حقیقی کے ساتھ مخصوص ہے۔

نفس انسانی اور وسوسہ شیطانی جن کی شرارت سے پناہ مانگنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے

ان الفاظ میں فرمایا ہے۔ مِنْ شَرِّ اَوْسُوْسِ الْاِنْحٰسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ

صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ — یہ دونوں دشمن ہیں جو گھات میں لگے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح اس مرتبہ و معبودِ تحقیقی اور بادشاہِ حقیقی سے بندے کو دور و محبوب کر دیں اور ماسویٰ اللہ میں پھنسا کر شرکِ جلی و خفی کی طرف رہنمائی کریں۔ ان دشمنوں کے شر سے بھی پناہ مانگنا بہت ضروری چیز ہے، ہمیشہ پناہ مانگتے رہو اور وہ "اوصافِ ثلاثہ" جو اس سورہ مبارکہ میں مذکور ہیں بروجر کمال اس ذاتِ اقدس کے اندر تصور کرو، تاکہ شرارتِ دشمن سے بیخونی ہو اور بارگاہِ اقدس کا راستہ مل جائے۔ رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا —

### مکتوب (۸۳) خواجہ عبدالصمد کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اللہ تعالیٰ ابوابِ فتوح کو ہمیشہ مفتوح رکھے۔ اہل اللہ کے سیر و سلوک کے لئے یہ آیہ کریمہ جامع ترین ہے مآخذِ کفر ینفدو مآخذ اللہ باقی۔ (تمہارے پاس جو کچھ ہے ختم ہونے والا ہے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ باقی و لازوال ہے)۔ طالبِ صادق جب تک تمام "منتبات" سے خالی نہ ہوگا "انوارِ لایزال" کے ساتھ بقا نہ پائے گا۔ ہر چند اصل اس معاملے میں باطن ہے اور فنا و بقا بلا صلاۃ باطن ہی کے اوصاف ہیں، لیکن متاعِ ہائے ظاہری کا زوال، اسبابِ معیشت کا فقدان اور اسقام و حوادثِ ظاہری بھی معاملاتِ باطنی کے ممد و معاون اور ترقیاتِ معنویہ کا سبب

ہے ہمارے رب تو ہمیں اپنی رحمت سے نواز اور ہمتیا کر ہمارے کام میں بھلائی۔ خواجہ عبدالصمد (کابلی)۔ کابل سے دو کس پر دیبہ یعقوبی ایک گاڑی ہے، آپ وہاں کے باشندے تھے۔ حضرت خواجہ فخر معصوم کے بڑے خلفاء میں سے ہیں۔ خلافت دے کر حضرت والانے ان کو وطن بھیج دیا تھا۔ وہاں بہت لوگوں نے آپ سے کسبِ فیض کیا۔

(روضۃ القیومیہ رکن دوم)

ہیں کوئی "شاہباز" درکار ہے جو اس آیت کریمہ کے اسرار کے سمندروں میں غوطے لگائے، نیز  
مَا عِنْدَ كُفْرٍ اَوْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ فِيْ كُلِّ مَا كِيْ عُمُوْمِيَّةٍ سَبِيْهٍ وَرَبِّهِ

والسلام

## مکتوب (۹۱) شیخ طاہر بدخشی (ثم جو پوری) کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اللہ تعالیٰ مراتبِ قُرب میں ترقی بخشے —  
(امید کہ) معارف آگاہ نے ہم "دور افتادوں" کو فراموش نہ کیا ہوگا۔ حدیث اَلْمَنْ يُّرْوِعُ مَنْ  
اَحَبَّ كِي رُوْسے اَرْبَابِ مَحَبَّتِ جِس قَدْر ہوتا ہے مَعِيَّتِ مَعْنُوْمِي جِی اِسی قَدْر ثَابِت ہوتی ہے  
اُمید کہ آیامِ مَفَارِقَتِ كے طَوْلِ نے "نَسْبِتِ سَابِقِ تَمِيں كُوْنِي غَلَلِ نہ پید اکیا ہوگا، بلكہ اَرْبَابِ مَحَبَّتِ  
اور قُوْمِي تَرْهَوْنِيا ہوگا۔ دُوَسْتُوں سے یہی تَوَقُّع ہے كہ نَسْبِتِ مَذْكُوْرہ بِمِشْنِ اَز بِمِشْنِ ہونگی۔  
اس "فَقِيْر" كُو اس جَمَاعَتِ كے اَفْرَادِ سے جو حضرت "قَطْبِ الْمُحَقَّقِيْنِ"۔ "قَدُوْهُ خَدِ اَطْلُبَانِ" حضرت  
اِيْشَاں (حضرت مَجْدِ وَ اَلْفِ ثَانِي ۲) كے شَرَفِ صَحِيْبَتِ سے مُشْرَفِ ہوئی ہے، كچھ عَلِيْمِدہ ہی قِسْمِ  
كِي مَحَبَّتِ ہے۔ یہ حضرات مجھے بالكل مَنفَرْدِ حَيْثِيَّتِ نِيں نَظَرِ آتے ہيں، یہ سب سے مَمَّاَزِ ہيں،  
اس لئے كہ یہ لوگ اَيْثِيْنہ ہاتے مَجْبُوْبِ ہيں اور اُن مَرْحُوْمِ كِي جو آنكھوں سے اوجھل ہو گئے ہيں تَشَانِي

لے آپ حضرت مجد و الف ثانی ۲ کے خلفاء میں سے ہیں، کافی عرصہ خانقاہ سرسند میں قیام کر کے اپنے  
پیر و مرشد سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ حضرت مجد و الف ثانی ۲ کے سامنے معارف بیان فرماتے تو  
اُن کو سن کر آرتے اور بٹے کتے جاتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خوش طبعی کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ ایسا  
معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ اسرار و معارف مولانا طاہر پر وارد ہوتے ہیں اور میں ان کا ترجمان ہوں۔ حضرت نے  
تعلیمِ طریقت کی اجازت دے کر جو پور روانہ کر دیا تھا۔ (ماخوذ از زبیرۃ المقامات)۔

۴ رجب المرجب ۱۳۴۷ھ کو جو پور میں وفات پائی۔ اور وہیں آپ کا مزار ہے (زبیرۃ الخواطر  
جزو خامس حکیم سید عبدالحی ۲)۔

ہیں۔ محبوب کے خدام محبوب کی عدم موجودگی میں خاص طور پر محبوب و مرغوب ہوتے ہیں۔۔۔  
 عشاق و شیفتگان کی نظروں میں اس جماعت کی بڑی قیمت ہے ہر چند یہ جماعت بے پرواہ  
 ہو اور لوازم ارتباط سے دور ہو مگر ہم کو تو بہت عزیز ہے۔ ان کی خدمت اور محبت ہم پر  
 لازم ہے۔ بہر کیف، دعا سے غافل نہ ہو جائے اور توجہ فرمائیے، تاکہ کل بروز قیامت زمرہ  
 نجان و خادمان حضرت مجدد الف ثانیؑ میں ہم سب کیجا محشور ہوں۔۔۔۔۔

رَبَّنَا آتِنَا نُورًا وَاعْفُ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

### مکتوب (۹۲) شیخ حمید کے نام

محبت آثار شیخ حمید دعا و سلام۔ اپنے احوال لکھنے سے غافل نہ ہو، ادائے طاعات و  
 عبادات میں خوب مشغول رہو، خدمت مولیٰ میں کمر بستہ کو اچھی طرح باندھو۔ آج کا دن کام  
 کا دن ہے، کل کا دن اجرت کا دن ہے۔ وقت کار میں منتظر اجرت ہو بیٹھنا دراصل اپنے آپ  
 کو اجرت سے بار رکھنا ہے۔ ادائے خدمت میں لذات کے درپے نہ ہو۔ اگر لذت دیں تو  
 نعمت ہے، نہ دیں تو دامن اطاعت کو ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ بندگی سے مقصود وہ محنت و  
 مشقت ہے۔ جس میں نفس و خواہش کی مخالفت ہے، نہ کہ وہ عیش و راحت جس کے ہوا و  
 ہوس متمنی ہیں۔ وہ لذت و راحت جو "اس طرف" سے عطا کی جاتی ہے چیز ہی دوسری ہے  
 نفس و ہوا کا اس میں بالکل دخل نہیں ہوتا۔

لیکن وہ لذت چونکہ ایک عطیہ ہے، اس لئے طاعات کو اس کے نہ ملنے کی حالت میں  
 موقوف نہیں کرنا چاہئے۔ تحصیل طاعات میں جان و دل سے کوشش کریں اور امید نجات و رحمت  
 الہی سے وابستہ کریں، طاعات کو بھی اسی کی رحمت کا اثر و نتیجہ سمجھیں اور اسی کی توفیق کی جانب  
 اس کو منسوب کریں، اپنے "سول و قوۃ" کو اس معاملہ میں بالکل دخل نہ قرار دیں۔ بکثرت و عجب سے

عہ لے اللہ! ہمارے لئے نور کامل کر دے اور ہمیں بخش دے، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

برطرف رہیں، اگر کبھی "حول وقوة" کو اپنی طرف عائد ہوتا دیکھیں (حول وقوة کو اپنی ذاتی چیز سمجھیں) تو اس پر نادم و مستغفر ہوں .. .. اطاعت بھی کریں اور ساتھ ہی ساتھ استغفار بھی کرتے رہیں اور اپنی اطاعت کو "شایان درگاہ قدس" نہ جانیں۔ یہ ندامت اور یہ استغفار رفتہ رفتہ "دید حول وقوة" (عجب و تبحر) کا علاج کر دیں گے اور اعمال کو قابل قبول بنا دیں گے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ :- (نیک) "عمل کر، اور استغفار کر"۔ طریقہ بندگی یہی ہے۔

اللَّهُمَّ مَغْفِرٌ تَكْ أَوْسَعُ مِنْ ذُنُوبِي وَ رَحِيمٌ كَرِيمٌ أَدْبَعِ عِنْدِي مِنْ عَمَلِي  
 دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں گراما ز سیدیم تو شاید برسی  
 والسلام .....

### مکتوب (۹۸) مولانا حسن علی کے نام

بعد الحمد والصلوة و تبلیغ الدعوات سہادت آثار برادر م مولانا حسن علی کو واضح ہو کہ یہاں کے فقراء بجز اللہ عافیت سے ہیں۔ اجاب دور افتادہ کی خیریت مطلوب ہے۔ چاہئے کہ تم حالات لکھتے رہا کرو، اپنے اوقات کو معمور رکھو اور اہم امور پر صرف کیا کرو۔ سر اذ علانیہ خوف و تقویٰ کے ساتھ رہو۔ قوت جوانی کو طاعات میں مشغول رکھو، شب زندہ داری کو غنیمت سمجھو۔ "شہماٹے تاریک" کو اذکار، افکار، گریہ زاری "تذکر ذنوب" اور فکر گور و قیامت سے متور رکھو۔ حتی الامکان عمل سنت کو ہمت سے نہ دو، بدعت اور بدعتی نشے اجتناب کرو، اور کوشش کرو کہ "دوام حضور مع اللہ" بے مزاحمت اختیار حاصل ہو جائے .. .. حاصل کلام یہ ہے کہ اگر نجات مطلوب ہے تو اللہ تعالیٰ کی مرادات کو اپنی مرادات پر ترجیح دو اور اپنے آپ کو تمام منتہات سے خالی سمجھو .. .. طریقہ بندگی یہی ہے۔

اِنَّهُ مُبْتَلِيٌّ لِكُلِّ عَسِيْرٍ وَ هُوَ عَلِيٌّ مَا يَشَاءُ قَدِيْرٌ  
 يَا اِلٰهَ جَابَةِ جَدِيْرٍ

امید کہ اس "بے حاصل" کو دیکھنے سلامت ہی خاتمہ سے یاد رکھو گے۔ غائبانہ دعا قبولیت



سے بہت قریب ہوتی ہے۔

## مکتوب (۹۹) خواجہ محمد فاروق کے نام

(ترغیبِ تحصیلِ معرفت و ضبطِ اوقات میں)

مخدوما!۔ مطلوبِ اصل، بنی نوع انسان کی ایجاد سے "تحصیلِ معرفتِ صانع" ہے، اور "معروف" میں فنا ہوئے بغیر معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس ہم جیسے مہجوروں کے لیے ضروری ہے کہ عمر گرامی کو اس دولت (معرفت) کے حاصل کرنے میں مشغول رکھیں اور اس فانی زندگی میں فنا سے پہلے فانی ہو کر باقی حقیقی کی بقاء کی طرف دوڑیں، افسوس کہ جو کچھ انسان سے طلب کیا گیا ہے اس کو انجام نہ دے اور امور دیگر میں مشغول ہو، نیز اس چیز کی تعمیر کے پیچھے پڑے جس کی تخریب مطلوب ہے اور سرمایہ وقت عزیز کو لذاتِ فانیہ کے حصول میں مصروف کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "إِيَّاكَ وَاللَّعْنَةُ فَإِنَّ عِبَادَ اللَّهِ لَيَسُوْنَ بِالْمُتَنَعِّمِينَ" یعنی عیش و عشرت کی زندگی سے بچو، اس لئے کہ اللہ کے خاص بندے عیش و عشرت کے متوالے نہیں ہوا کرتے۔ کمالِ مجالت کی بات ہے کہ انسان اس مہلتِ قلیۃ میں مطلوبِ اصل کو۔ اس کی دعوت کے باوجود۔ آغوش میں نہیں لاتا، اس کو بیک نہیں کرتا، اور عذابِ بعد و حجاب میں جو بدتر از عذابِ جحیم ہے اپنے آپ کو ڈالتا ہے اور لذاتِ قرب و وصال سے بھاگتا ہے۔ فَيَا وَيْلَنَا عَلَىٰ مَنِ انْحَرَضَ عَنِ اللَّهِ وَيَا حَسْرَتًا عَلَىٰ مَنِ فَرَّطَ فِي جَنبِ اللَّهِ — (اچھی طرح سمجھ لو، کہ) دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَضَلُّ سَبِيلًا) (اور جو شخص اس دنیا میں بے بصیرت رہا، وہ آخرت میں بھی بے بصیرت اٹھے گا اور وہ حد درجہ گمراہ ہے) سے

ترسم کہ یار از من نا آشنا بماند      تا دامن قیامت این غم بماند  
الغرض کام کرنا چاہئے، گفت و شنود سے کوئی راستہ نہیں کھلتا۔ امید کہ اس

”دُور از کار کے لئے وہاں کے صلحاء سے توجہ اور دُعا کی درخواست کرو گے۔ والسلام“

### مکتوب (۱۰۰) مرزا لطف اللہ کے نام (نصائح)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ  
اضطفتی — صحیفہ گرامی کے ورود سے مشرف ہوا۔ کیسی اچھی نعمت ہے کہ عنفوانِ جوانی اور  
زمانہ عیش و کامرانی میں محبتِ مطلوبِ حقیقی، سویدائے قلب میں نمودار ہو جائے اور عشقِ محبوب  
ازلی، جبینِ رُوح سے آشکار ہو۔ اللہ والوں اور درویشوں سے محبت رکھنا اس محبتِ حقیقی  
کا اثر ہے اور ان سے محبت رکھنا، محبتِ حق کی بین دلیل ہے۔ پیر انصارِ قدس سرہ فرماتے  
ہیں کہ:۔ ”اے اللہ! تو نے اپنے دوستوں کے ساتھ عجیب معاملہ کیا ہے کہ جس نے اُن کو پہچانا  
تجھ کو پایا اور جب تک تجھ کو نہ پایا، ان کو نہیں پہچانا“۔ اس گروہ سے محبت رکھنے والا بھی اس  
گروہ کے ہمراہ ہے۔ حدیث ”أَمَّنْ مَّعَ مَنْ أَحَبَّ كَرِهْنَا“ ہوگا۔

اے سعادت آثار! اس ”موسمِ جوانی“ اور فراغتِ حال کو غنیمت جانو اور قوتِ  
شباب کو مولائے حقیقی کی اطاعت میں صرف کرو۔ کام کا زمانہ ہی زمانہ ہے۔ ”بر تقدیرِ حیات  
وقراغ“۔ ”وقتِ پیری و سستی قوی“ میں کیا کام ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے  
کہ سات (قسم کے) آدمی ہونگے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں ایسے وقت میں رکھے گا، جب کہ  
اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (وہ سات قسم کے آدمی یہ ہیں) — (۱) امامِ عادل  
(۲) وہ جوان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی میں نشوونما پائی ہو (۳) ایسا شخص جس کا دل مساب  
میں الکار ہوتا ہو (۴) ایسے دو آدمی جو اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہوں، اسی للہی محبت  
پر مجتمع ہوتے ہوں اور اسی پر اپنے اپنے گھر جانے کے لئے علیحدہ ہوتے ہوں (۵) ایک وہ  
شخص جس کو صاحبِ منصب و جمالِ عورت دعوتِ بدکاری دے اور یہ شخص (الکار کر کے) کہہ دے  
کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ شخص جو (زیادہ تر) صدقہ پوشیدہ طریقے پر کرے، حتیٰ کہ داہنے  
ہاتھ سے جو دیا اُس کا علم بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہونے دے (۷) وہ شخص جو اللہ کو خلوت میں یاد کرنے

اور اس کی دونوں آنکھیں بند پڑیں۔ (رواہ البخاری و مسلم وغیرہما)  
 کوشش کرو کہ (اخیر کے) چھ اعمال خیر پر قائم رہو اور بہ "نیابت، امام" عدالت پر بھی  
 مستقیم رہو۔ یہ بات اچھی طرح جان لو کہ ہمارے بزرگوں کے طریقے کا حاصل، اتباع سنت،  
 اجتناب از بدعت اور جنابِ قدس سبحانی میں "وصفِ عجز و نیستی" کے ساتھ "دوامِ توجہ و  
 نگرانی" ہے۔ حتیٰ کہ ماسوا سے انقطاعِ تام حاصل ہو جائے، نیز تمام اشیاء سے تعلقِ علمی و  
 حسی ختم ہو اور ماسوا کی غلامی سے آزادی مل جائے۔ نہ ماسوا کی خوشی سے خوش رہو اور نہ اس کی  
 غمی سے غمگین۔ نیز دل کو مطلوبِ حقیقی کے ساتھ "حضور و آگاہی" اس قدر ہو کہ "غیبت" اس  
 کے بعد نہ ہو۔ وہ "حضور" کہ اس کے بعد غیبت ہو، اکابر کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔ جب تک  
 "حضور و آگاہی" اس طرح کا ملکہ اور وصفِ ذاتی نہ بن جائے جس طرح سمح، صفتِ سامع ہے اور لُصْرُ  
 صفتِ باصرہ ہے، اس وقت تک یہ نسبتِ شریفہ متصور نہ ہوگی۔

میں نے (فقط) بزرگوں کے طریقے کا حاصل بتایا ہے، حقیقت تو اس گفتگو سے بالاتر ہے۔  
 یہ ایسا بھید ہے کہ اس کی تعبیر اس قسم کی عبارات سے مشکل ہے "مَنْ لَوْ يَذُقُ لَسَوْ يَذُوقُ"  
 (جس نے اس کا ذائقہ نہیں چکھا، اس نے اس کو نہیں جانا)۔ ان معانی کا معلوم کرنا "ذوق و  
 وجدان کے ساتھ ساتھ" بے طولِ صحبتِ اکابر "دُشوار ہے" .. ..

والسلام

مکتوب (۱۰۲) اجاب اکبر آباد (اگرہ) علی الخصوص میر محمد نعمان

اکبر آبادی کے نام۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَ سَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ — اما بعد! — یہ تحریر

میر محمد نعمان اکبر آبادی۔ آپ فرزندوں کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمہ کے پہلے خلیفہ ہیں۔ آپ کے والد  
 کا اسم مبارک سید شمس الدین بچینی تھا جو میر بزرگ کے نام سے مشہور تھے۔ میر محمد نعمان کی ولادت بمقام سمرقند  
 باقی صفحہ ۱۱۸ پر

ایک "مذکار" ہے۔ اس خستہ دل افکار کی طرف سے خردمند اہل حق کے لئے فَاغْتَبُوا وَايَا اولی  
الاکْبَادِ جانا چاہئے کہ آفرینش انسان سے مقصود، تحصیل معرفت حق ہے۔ معرفت میں لوگ  
تفاوت استعدادات کی بنا پر مختلف ہیں بَعْثُهُمْ اَفْوَقَ بَعْضِهِمْ ایک نے اپنے عرفان کے مطابق

۹۶ھ میں ہوئی۔ عالم رویا میں حضرت امام اعظم ر.کے ارشاد کے مطابق آپ کا نام نعمان رکھا گیا۔ بچپن  
سے آپ پر آثار درویشی نمایاں تھے۔ فقراء و مشائخ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ ہندوستان آئے تو  
یہاں بہت سے درویشوں سے ملے، یہاں تک کہ حضرت خواجہ محمد باقی بائند نقشبندی دہلوی کی خدمت  
میں دہلی آئے اور ان کے الطاف بے پایاں کو دیکھ کر طریقہ نقشبندیہ میں داخل ہو گئے۔ حضرت خواجہ  
نے جب حضرت مجدد کو بیعت و ارشاد کی اجازت دے دی اور اپنے مریدین کو آپ کے سپرد کر دیا،  
تو ان میں آپ بھی تھے۔ جب یہ حضرت مجدد کی خدمت میں پہنچے تو حضرت ر. نے فرمایا کہ تم ہمارے ہی ہو  
لیکن کچھ دنوں ہمارے پیر و مرشد کی خدمت میں اور رہو۔ حضرت خواجہ ر. کے انتقال کے بعد حضرت مجدد  
دہلی تشریف لائے تو میر صاحب نے آپ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا، جس میں اپنی شکستہ دلی،  
بے نصیبی اور بے استعدادی کا ذکر تھا اور یہ بھی تحریر تھا کہ میرے پاس بجز اس کے اور کوئی وسیلہ  
نہیں کہ میں حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہوں۔ حضرت مجدد پر اس عریضے  
کے مطالعہ سے رقت طاری ہوئی اور فرمایا۔ "میر! گھبراؤ نہیں"۔ الغرض میر موصوف کو اپنے ہمراہ  
سرہند لے گئے۔ یہ سا لہا سال آستانہ مجددی پر مقیم رہے اور مقامات عالیہ سے سرفراز ہوئے، بالآخر  
اجازت دے کر برہانپور بھیج دیا گیا۔ میر صاحب دو دفعہ بعض وجوہ کی بنا پر شہر برہانپور سے چلے گئے،  
تیسری مرتبہ پھر برہانپور ہی کے لئے مامور فرمایا گیا۔ اس دفعہ جب آپ برہانپور تشریف لائے، تو رنگ  
ہی دوسرا نظر آیا۔ آپ کی مجلس میں عجیب کیفیات کا ظہور ہوا۔ بہت سے اشخاص سلسلہ نقشبندیہ میں  
میں داخل ہوئے اور کتنے ہی بدکار صلاح و تقوائے کے لباس سے آراستہ ہو گئے۔ صاحب زبده المقامات  
مولانا محمد ہاشم کشمیری نے آپ ہی کی رہنمائی سے حضرت مجدد سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اگرچہ آپ نے  
علوم ظاہر کی تحصیل کم کی تھی، لیکن حضرت مجدد کے علوم و معارف سمجھنے کی خاص اہلیت رکھتے تھے۔ خود  
حضرت مجدد نے آپ کے خیم خداداد کی تعریف کی ہے۔ مکتوبات مجددیہ میں بہت سے مکاتیب آپ کے نام

اس معاملے میں گفتگو کی ہے، لیکن جو بات صوفیاء کے یہاں متفق علیہ اور قدرِ مشترک کے طور پر ہے نیز جو مدارجِ قرب میں لابد و ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ "معروف" میں فنا ہوئے بغیر معرفت ظہور نہیں ہوتی۔

ہیچ کس را تا نگرود او فنا نیست برہ در بارگاہ کبریا

پس یارانِ ہوشمند کے لئے ضروری ہے کہ "حاصل کار" اور "نقدِ روزگار" میں اچھی طرح غور و تامل فرمائیں، جس کسی کو معرفتِ مذکورہ حاصل ہے فَطَوَّبَ لِي لَهُ وَبَشَّرَ لِي اس کے لیے خوش خبری ہے، اُسے چاہئے کہ اس "حاصل" کو امورِ غیرِ حاصلہ میں صرف کرے۔۔۔ جس کسی کے لئے معرفت کا راستہ نہیں کھولا گیا اور اس "دولت" کی طلب کا درد نہیں دیا گیا۔ فَاتَّوَيْلُ لَهُ كُلُّ الْاَوْيَلِ (اس کے لئے بڑی فراہی ہے) کیونکہ جو کچھ اس کی خلقت و پیدائش کا مقصود تھا اس نے ادا نہیں کیا اور اس دنیا میں جو چیز اس سے طلب کی گئی تھی اس کو انجام نہیں دیا، خواہشات و لالینِ امور میں اس نے سرمایہٴ عمرِ گرامی کو صرف کر دیا اور اپنی استعداد کی زمین کو باوجود اسبابِ حاصل ہونے کے بیکار چھوڑ دیا۔

بیان کرتے ہیں کہ اُسُودِ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے بوعلی دقاق قدس سرہ کو بعدِ وقتِ خواب میں دیکھا کہ بہت بیقرار ہیں اور رو رہے ہیں۔ دریافت کیا :- "جنابِ عالی! بیقراری کا کیا سبب ہے؟ شاید آپ دنیا میں واپس جانا چاہتے ہیں" انہوں نے فرمایا:- "اے! چاہتا

ہیں (ماخوذ از زبدۃ المقامات)۔ آپ نے اکبر آباد (آگرہ) میں بقولِ صاحبِ تذکرۃ العابدین ۱۰۵۷ھ میں وفات پائی۔ لیکن تاریخِ محمدی (رضالائبریری رام پور) میں ۱۸ صفر ۱۰۵۷ھ تاریخِ وفات بتائی ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی لکھا ہے۔ قِيلَ اِنَّهُ هَاتِفًا ۱۰۶۱ھ۔ یعنی بعض نے ۱۰۶۱ھ تاریخِ انتقال بتائی ہے۔ تاریخِ محمدی میں فوتِ امیرِ نمان عالی۔ اور فوتِ امیرِ نمان سامی مادہٴ تاریخِ وفات ہے۔ جس سے ۱۰۵۹ھ برآمد ہوتے ہیں۔

نزہتِ انمخاطر جلد ۵، اوروفیات الاخیار مولف مولوی محمد احسن صابری نگرانی۔ میں ۱۸ صفر ۱۰۵۷ھ تاریخِ وفات ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہوں، مگر برائے مصالحتِ دنیا نہیں اور نہ اس لیے کہ وہاں مجلس آرائی کروں بلکہ اس لئے کہ وہاں پہنچ کر کمر باندھوں اور عصا ہاتھ میں لوں اور تمام دن ایک ایک دروازے پر جا کر عصا اور کندھیوں سے دروازے کو کھٹکھٹا کر لوگوں کو بلا کر کہوں کہ اے لوگو! ایسی غفلت اختیار نہ کرو، تم یہ نہیں سمجھتے کہ کس ذات سے غافل ہوئے بیٹھے ہو۔ یہ

صاحبِ خانہ را دہم آواز کز پئے بیچ ماند از ہمہ باز  
عمر بگذشت در پریشانی بسگر کز چہ باز میمانی

پس ہم جیسے "مہجوروں" پر لازم ہے کہ عمر گرامی کو ایسے معانی میں صرف کریں اور اس زندگانی فانی میں "حکمت و وصول الی اللہ" کو چاہیں، سیرتِ صالحین و نعتِ عارفین سے اس معنی کا بیان، اور اس حدیث کی تفسیر کریں، اس حکمتِ عمل کی طلب میں جان و دل سے کوشش کریں اور جہاں کہیں سے اس کی کوئی خوشبو مشامِ جاں میں پہنچے، وہاں جائیں چاہے "دستِ طبع" اس گنجینے کے نقد سے خالی ہی رہے، لیکن اس کی طلب سے اور اس کی کشش کے درد سے فارغ نہ رہیں اور متمرّدین کے جرگے سے باہر رہیں، کسی نے کیا اچھا کہا ہے :-

بچہ مشغول کتم دیدہ و دل را کہ بام  
دل ترامی طلبد، دیدہ ترامی خواہد

والسلام

مکتوب (۱۰۸) محمد فاروق ولد خواجہ عبدالغفور سمرقندی کے نام

برخوردار سعادت آثار۔ دُعا۔ چاہئے کہ تم علومِ دینیہ میں کوششِ بلیغ کرو، اس بات کی بھی سعی کرو کہ عمل، علم کے مطابق ہو جائے۔ ناجنس، اہل تفرقہ اور اہل بدعت سے بچتے رہو، اپنے باطن کو "نسبتِ ماخوذہ" کے ساتھ مہمور رکھو، اس کے دوام کی کوشش کرو اور جو چیز منافی دوام ہو، اس سے اجراض کرو۔ کیا اچھی نعمت ہے یہ کہ ظاہر، احکامِ شرعیہ سے آراستہ اور باطن "نسبت" سے آباد ہو۔ اپنے برادرِ کلاں کی صحبت کو غنیمت سمجھنا، ان کی مجلس

میں اپنی مشغولیت رکھنا اور جس طریقے پر وہ رہنمائی کریں، حتی الامکان اس کا لحاظ رکھنا۔ اپنے حالات برابر لکھتے رہنا اور نسبتِ فقر اور پر قائم رہنا۔ والسلام

### مکتوب (۱۰۹) خواجہ محمد فاروق کے نام

(اس حالت کی تفصیل میں، جو قیامت، موت اور نوم میں ظاہر ہوتی ہے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ  
 الْکَرِیْمِ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَهُ فِیْ سُلُوْکِ الْمَنْهَجِ الْقَوِیْمِ — سُنَا گیا ہے  
 کہ تم تعمیرِ اوقات میں کوششِ بلیغ کرتے ہو اور حتی الامکان امورِ لایعنی میں مشغول نہیں ہوتے۔  
 اللہ کا شکر ہے۔ کتنی عجیب نعمت ہے کہ ایامِ جوانی میں اور اسبابِ کامرانی کے ہوتے، جنازہ  
 قدس کی جانب توجہ رکھتے ہوئے "جمعیتِ اوقات" میں کوشش کر رہے ہو، اس نعمتِ عظمیٰ  
 کا شکر بجالاؤ اور اس نعمت کو اور زیادہ کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَیْسَ  
 شَکْرٌ تَوْفَاقًا زَیْدًا تَنْکُرُوْا تَمَّ شَکْرًا اِذَا کَرُوْا، تو میں تمہارے لئے نعمت اور  
 زیادہ کروں گا)۔ جاننا چاہئے کہ "جمعیتِ صوری" جو ظاہر سے وابستہ ہے، اس نسبت  
 معنوی "کا اثر ہے، جو نصیبِ باطن ہے، یہ لازم نہیں ہے کہ نسبتِ باطن پورے طور پر ظاہر  
 پر جلوہ گر ہو جائے۔ اس لئے کہ "نسبتِ باطن" بمنزلہٗ محبوب ہے اور "ظاہر" محب کی مانند  
 ہے اور محبوب، قیدِ محب میں مشکل ہی سے آتا ہے۔ کرشمہ و نماز لازمہٗ محبوب ہے۔ عاشقِ بیچارہ  
 جس قدر محبوب کا شائق و شیفتہ ہوتا ہے، محبوب اسی قدر ناز بڑھاتا ہے۔ عجیب معاملہ ہے  
 کہ ظاہرِ باطن کی جتنی خدمت کرتا ہے اور اس کی ترقی میں جتنی سعی جمیل ملحوظ رکھتا ہے، باطن  
 اتنا ہی زیادہ اس سے بیگانہ ہوتا رہتا ہے اور آغوشِ ظاہر سے دور ہوتا جاتا ہے۔  
 طاعات و مجاہداتِ ظاہری "حسن و طراوتِ باطن" کے از یاد کا سبب ہیں، اسی ظاہر  
 کے مجاہدات سے باطن کا وصفِ محبوبی۔ کہ ناز و استغنا اس کے لوازم سے ہیں، کمال کو  
 پہنچتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اتنا میں جا کر نسبتِ باطن "درک" سے بھی دور ہو جاتی ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ: نسبت باطنِ جتنی بھی مجھول ہو زیبا تر ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے الْعَجْزُ عَنِ دَرْكِ الْاِذْرَاكِ اِذْرَاكٌ (ادراک کی دریافت سے عاجز رہنا بھی ادراک ہے)۔ ظاہر کا یہ "تعطش و نایافت" اُس وقت تک ہے جب تک "کارخانہ ظاہر" قائم ہے، جب ظاہر میں خلل واقع ہوگا اور اس کے کوچ کی نداء بلند ہوگی، باطن میدانِ خالی پا کر بصد آب و تاب بے پردہ جلوہ گستر ہو جائے گا۔ اس لئے کہ باطن کا پردہ تو اس نسبتِ ظاہر سے تھا جو کوچ کر گئی اور چونکہ موت، مقدماتِ قیامت سے ہے اس لئے اُس وقت جو کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ بھی اتم و اکمل نیز "ظلیت" سے دور، اور "اصالت" سے نزدیک تر ہوتی ہے۔ چونکہ نیند کو موت کے ساتھ "انخت و مناسبت" ہے اس لئے بعض خوش نصیبوں کو نیند کے عالم میں ایسی حالت رونما ہوتی ہے جو حالتِ موت کے مشابہ ہوتی ہے اور حالتِ بیداری پر تفوق رکھتی ہے۔

"زہے مراتبِ خوابے کہ بہ زبیدار لیست"

اس معاملہ کی تفصیل اس حقیر نے ایک دوسری تحریر میں کی ہے، وہاں دیکھ لینا۔  
 "جب" برزخِ صغریٰ "کا معاملہ انجام کو پہنچے گا اور" برزخِ کبریٰ "نمودار ہوگا، نیز اجزائے منتشرہ اور "عظامِ رمیمہ" کو جمع کریں گے اور معاملہ خلل و نقصان سے پاک و صاف ہو جائے گا۔ اُس وقت "دولتِ قرب" بالاصالت بدنِ عنصری کو حاصل ہوگی اور بدن اس آیت کریمہ کا مصداق ہو جائے گا۔ وَ نُرِيدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتَضَعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَيْمَةً وَ نَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ (اور ہم چاہتے ہیں کہ نعمتِ فراواں دیں ان لوگوں کو جو ضعیف کر دیئے گئے ہیں زمین میں اور پیشوا کریں ہم ان کو اور وارث بنائیں) اس "بدنِ نامراد" کو جس نے دنیاوی شہادتِ جھیلے تھے، ایذائے خلق برداشت کی تھی، جو اوامر و نہی کے بوجھ کے نیچے دبا رہا تھا اور پھر تلخی مرگ چکھی تھی، بعدہ "خاکساری گور" سے واسطہ رکھا تھا، آتشِ فراق اور سوزشِ اشتیاق سے جلا تھا۔ بصد خوبی و ناز، خلائق کے بھرے مجمع میں سر پر سلطنت پر نبھا دیں گے اور کمالِ عزت و جاہ کے ساتھ "لطائفِ عالمِ امر" کا امام و پیشوا بنا دیں گے۔ برخلاف معاملہ دنیاوی



کے، کہ یہاں پر "باطن" معاملاتِ قرب میں اصل ہے اور ظاہر اس کا تابع ہے۔ یہ بات نہیں ہوگی کہ باطن سے نسبت سلب کر کے ظاہر کو دیدی جائے گی۔ نہیں۔ بلکہ صورت یہ ہوگی کہ باطن بدستور سابق ممکن و قادر رہے گا، البتہ ظاہر کو ایسا قرب عطا کریں گے کہ باطن باوجود اپنی شان و شوکت کے ظاہر کے تابع ہونے کی آرزو کرے گا اور اپنی نسبت کو اس (ظاہر) کی نسبت کے پہلو میں محدود دیکھے گا۔۔۔۔

### مکتوب (۱۱۱) مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ حَامِدًا اللّٰهَ تَعَالٰی وَ مُصَلِّيًا عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔  
 صحائفِ گرامی پے پے پہنچے، خوشوقت کیا، صد شکر کہ یادِ فقراء سے غافل نہیں ہو اور نظرِ ہمت کو ایک مطلوب پر جمایا ہے۔۔۔۔ تم نے اکثر خطوط میں خوفِ خاتمہ کے غلبہ کو لکھا ہے۔  
 مخدوما! یہ تو ایسا غم ہے کہ تائبِ گورہ ہمراہ ہے، کسی مسلمان کو اس غم سے خالی نہیں رہنا چاہیے، تھوڑا ہو یا بہت، ہونا چاہئے۔ جس کا یہ غم زیادہ ہے اس کے کمالِ ایمان کی علامت ہے، تم اس نعمت کا شکر بجالاؤ۔ لَیْسَ شُكْرٌ تُوْلَانِ يَدَنَّكَو۔  
 تم نے لکھا تھا کہ حصولِ ایمانِ کامل کے بارے میں کوئی بشارت حاصل نہیں ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ تم سوالِ ایمانِ کامل کی بشارت حاصل کر چکے ہو، جیسا کہ تم نے لکھا تھا کہ میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے استدعا کرتا تھا کہ وہ مجھے "ذرۃ ایمان" نصیب کرے۔ الحال اس بیماری میں جو ماہِ رمضان میں تم کو لاحق ہوئی، تم کو الہام ہوا کہ ہماری درگاہ میں کوئی کمی نہیں ہے، تم

مولانا خواجہ محمد صدیق پشاوری۔ آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے قدیم خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کو خلافت دے کر پشاور بھیجا گیا، وہاں قبولیتِ عامہ نصیب ہوئی۔ بہت سے لوگ آپ کے طفیل گرامی کے بھنور سے نکل کر نجات کے ساحل پر پہنچے۔ اور بہت سوں نے آپ سے خلافت حاصل کی۔

(روضۃ القیومیہ رکن دوم)

ایمانِ کامل مانگو۔۔۔ کریم جب کسی ایسی چیز کے سوال کی دلالت کرتا ہے جو اس کے پاس ہے تو یہ امر اس کے عطا و بخشش کی دلیل ہوا کرتا ہے (یوں اگر بہ نظر تحقیق دیکھو تو بشارتِ صحیح بھی ہو تو چونکہ قطعی نہیں (بذریعہ وحی نہیں) اس لئے ابہام باقی ہے اور خوفِ دائمیگر ہے... تم نے (اپنے مرید) صوفی محمد شریف کی کج ادائیگیوں کو بار بار لکھا ہے۔

مخدوما! اس نے جو کچھ بھی بے ادب اور بے ادائیگی ہے، تنہا تمہارے ساتھ نہیں کی، اس سلسلے کے تمام بزرگوں کے ساتھ کی ہے، تم اس کے پیر ہو اور اس سے آزرده ہو تو ہم کو پھر اس سے کیا تعلق رہا۔۔۔ "قوتِ انتقامیہ" فقیر کے اندر جم ہے، بس دو باتیں آزرده غیرت اس کو بھی (علیحدہ) لکھ دی ہیں، اگر متاثر ہوتا ہے تو فہما، ورنہ وہ جانے اور اس کا کام۔ تم نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ میرے اندر "بے حلاوتی" کا ظہور "علوہمت" کی بناء پر ہے، یا "قصورِ استعداد" کی وجہ سے؟

مخدوما! نسبتِ باطن جس قدر بلند ہوتی جاتی ہے، زیادہ مجہول ہوتی جاتی ہے۔ ظاہر کو "بے حلاوت" رکھتی ہے، اس لیے کہ ظاہر، باطن سے "بعید و بیگانہ" ہو جاتا ہے، عارف جتنا معرفت کے اندر اعلیٰ ہوگا، یہ کیفیت (بے حلاوتی) زیادہ ہوگی اور جتنا بھی نزدیک ہوگا دُور تر ہوتا جائے گا۔ وہی ایک رسی بٹنے والے شاگرد کا قصہ ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے استاد سے کہتا تھا کہ میں جتنا زیادہ بتتا ہوں آپ سے دُور ہوتا جاتا ہوں۔ تم نے لکھا تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "رجوعِ خلائق" کسی شخص کے کمال کی دلیل نہیں ہے! بیشک ایسا ہی ہے جب کہ "قبولِ خلائق" "قبولِ خالق" کی دلیل نہیں... کیونکہ کبھی باطل کو بھی فروغ حاصل ہو جاتا ہے... تو پھر یہ رجوعِ خلق، دلیلِ کمال کیسے ہو سکتا ہے؟ والسلام

مکتوب (۱۱۲) شیخ محمد شریف کابلی کے نام

بعد الحمد والعتوة واضح ہو۔ سنا گیا ہے کہ تم نے اپنے پیر و مرشد مولانا محمد صدیق کو

لہ آپ حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلیفہ خواجہ محمد صدیق پشاوری کے خلیفہ ہیں۔ ان کے پیر و مرشد  
باقی صفحہ ۱۲۵ پر

رنجیدہ کر دیا ہے، اُن کی شان میں گستاخیاں اور بے ادبیاں تم سے سُرزو ہوئی ہیں اور تمہارے سابق طرزِ عمل میں تغیر پیدا ہو گیا ہے۔ مولانا تم سے اس درجہ ناراض ہیں کہ معاملہ سلبِ اجازت تک پہنچ گیا ہے۔ وہ تو اضع، نیستی اور خدا طلبی جو تم سے ظاہر ہوا کرتی تھی اُس کے پیش نظر یہ اُمور بہت ہی بعید اور محلِ تعجب ہیں۔ پیر و مرشد سے جو رشتہ توڑا ہے، اب کس سے جوڑ لگانا ہے؟ کیا مصیبت ہے، رعایتِ حقوق، دُنیا سے بالکل ہی رخصت ہو گیا جو بھی آئندہ روحانی نشوونما حاصل کر کے مخلوق میں مقبول ہو جایا کرے گا، یا اپنے حالات طنیہ کچھ اچھے محسوس کرے گا وہ اسی طرح پیر و مرشد سے ترکِ تعلق کر لیا کرے گا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ان ترقیات کے مشاہدہ کے بعد رابطہ محبت اور ”رُشوخِ عقیدہ“ مرشد کے ساتھ اور زیادہ ہو جاتا، انکساری و خاکساری کا معاملہ بیش از بیش کیا جاتا، کیونکہ یہ دولتِ روحانی اور یہ صفا و قبولِ مرشد کے ہی انوار و برکات کا صدقہ ہے، نہ یہ کہ گردن کشتی اور رعوت کا مظاہرہ ہو... .. نفحات میں ایک درویش کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے کہ: ”جو شخص تیرے مرشد کو رنجیدہ کرے اور تو اس شخص سے اپنے تعلقات اچھے رکھے، تو تجھ سے کتنا اچھا ہے“۔ چہ جائیکہ مرید خود اپنے پیر کو رنجیدہ کرے۔ تم نے جو کچھ سوچا ہے غلط سوچا ہے جلدی تدارک کرو اور مولانا کو راضی کرو جس طرح بھی ہو سکے۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے، اگر مولانا راضی ہیں ہم بھی راضی ہیں ورنہ ہم بھی ناراض ہیں۔ ہمارتی رضا مولانا کی رضا مندی کی فرع ہے۔

ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ تمہارا سر ہند آنے کا ارادہ ہے، مولانا کو راضی کئے بغیر تمہارا سر ہند آنا بالکل بیکار ہے، یہاں آؤ گے تو پھر پشاور کو واپس ہونا پڑے گا اور ان کو راضی کرنا ضروری ہوگا۔ جب مولانا لکھ دیں گے کہ ہم فلاں سے راضی ہو گئے۔ اُس کے بعد ہم بھی راضی ہو جائیں گے، خواہ سر ہند آؤ یا نہ آؤ۔ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے تمہاری بہبودی کے لئے ہے، بُرا نہ ماننا۔

ان سے ناراض ہو گئے تھے، بالآخر انہوں نے معافی چاہی اور قصور معاف ہوا۔ (ردضہ رکن دوم)

من آنچه شرطِ بلاغ است با تومی گویم  
 تو خواه از سخنم پسند گیر و خواه ملال  
 نصیحت بظاہر کر دی ہوتی ہے لیکن سعادت مند وہ ہے، جو اس تلخی کو شکر کی طرح استعمال  
 کر لے اور عداوتِ معنوی سے بہرہ ور ہو .. ..

### مکتوب (۱۱۴) مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - صحیفہ گرامی نے خوش وقت کیا۔ ملا محمد شریف کابل کے متعلق  
 لوگ کہتے ہیں کہ اب اس کی بہت کچھ اصلاح ہو گئی ہے، اور اس نے اپنے پچھلے (غلط) طرزِ عمل  
 کو تبدیل کر دیا ہے، اس صورت میں اس امر کی گنجائش ہے کہ اس کی سابقہ غلطیوں کو معاف  
 کر دیا جائے .. .. وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ وَ عَلٰی مَنْ لَّدَیْكَو۔

### مکتوب (۱۱۸) محمد صدیق پشاوری کے نام

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ السَّلَامُ عَلٰی عِبَادِهِ الذِّیْنَ اصْطَفٰی - مکتوب مرغوب جو ارسال  
 کیا تھا، پہنچا، خوش وقت کیا۔ حضرت حق سبحانہ، طریقہ مرضیہ میں استقامت نصیب  
 فرمائے اور "وصولِ مطلبِ ارجمند" کے موانع سے محفوظ رکھے۔ تم نے لکھا تھا کہ حبِ الحکم  
 طالبین کے کام کو سرگرمی سے انجام دے رہا ہوں، کوئی طالبِ تاثیر سے خالی نہیں رہتا  
 اکثر طالبین پہلی توجہ ہی میں متاثر ہو جاتے ہیں۔ الحمد للہ۔ تم اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر بجا  
 لاؤ، البتہ تکرار اور گھمنڈ سے بچتے رہنا۔ اس امر کو جو کہ "مقامِ دعوت" ہے عظیم الشان سمجھنا  
 اور ہمیشہ اس بات کا اقرار کرتے رہنا کہ میں کما حقہ، اس کو انجام نہ دے سکا۔ طالبین  
 کے حالات کی جانچ پڑتال رکھنا اور ان پر توجہات مبذول کرنا ایک بڑی عبادت ہے،  
 تم اس سے تساہل نہ برتنا۔ اس کام سے فارغ ہونے اور ادائے حق کے بعد بقدر طاقت

دوسری طاعتوں "درس و اذکار" میں مشغول ہوا کرو۔ "إِنَّ أَحَبَّ عِبَادِ اللَّهِ إِلَيَّ اللَّهُ مَنْ حَبَّبَ اللَّهُ إِلَيْهِ عِبَادَهُ" (اللہ کے نزدیک محبوب ترین بندہ وہ ہے جو اللہ کے بندوں میں اللہ کو محبوب بنائے اور اللہ کی محبت پیدا کر لے)۔۔۔۔

### مکتوب (۱۱۹) مولانا محمد امین کے نام

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ — مکتوب مرغوب وصول ہو کر باعث مسرت ہوا۔۔۔ تم نے (منجد اور باتوں کے) یہ بھی دریافت کیا تھا کہ ان دو آیتوں کے مفہوم میں تطبیق کس طرح ہوگی؟

۱۔ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ (کہہ دیجئے کہ ہر ایک امر اللہ کی طرف سے ہے)۔

۲۔ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ (جو پہنچی تجھ کو نعمت پس وہ اللہ کی طرف سے ہے۔۔۔ اور جو پہنچی تجھ کو محنت و

بلا پس وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ (سیئات) جس سے اس جگہ بلیات مراد ہیں) کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے لیکن یہ بندے کے اعمالِ بد کی سزا ہے، وہ اپنی بد اعمالی سے موردِ بلا و مصیبت ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ فرمایا:۔

"جس کسی مسلم کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے، حتیٰ کہ کانٹا لگے یا جوتی کا تسمہ ٹوٹے، یہ اس کے گناہ کی سزا ہوتی ہے۔ اور جو اللہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ تو بہت ہی زیادہ ہے۔ پس "خلق بلا" اور ایصالِ بلا کے لحاظ سے قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ " فرمایا گیا، اور بندے نے گناہوں کے

ذریعہ جو اس بلا و مصیبت کو کھینچ بلایا ہے، اُس لحاظ سے "مِنْ نَفْسِكَ" فرمایا، پس اب کوئی بھی تعارض باقی نہ رہا بخلاف "حسنہ" کے، کہ وہ محض فضلِ رب ہے۔

بندے کے تمام اعمالِ خیر صرف اُس کے وجود کی نعمت کا بھی بدلہ نہیں بن سکتے، چہ جائیکہ خدا کی دوسری ان گنت نعمتیں۔۔۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا يَدْخُلُ

الْجَنَّةَ أَحَدٌ إِلَّا بِرَحْمَةِ اللَّهِ قِيلَ وَلَا أَنْتَ قَالَ عَلَيْهِ وَآلِهِ الصَّلَاةُ  
وَالسَّلَامُ وَمَا أَنَا — (جنت میں نہیں داخل ہوگا کوئی بھی، مگر اللہ کی رحمت سے  
عرض کیا گیا :- اور آپ بھی؛ فرمایا :- ہاں! میں بھی اللہ کی رحمت ہی سے داخل جنت  
ہوں گا)۔

جو کچھ بندے کے اچھے اعمال کی جزا میں دنیا و عقبیٰ کی نعمتیں قرآن و احادیث میں ذکر  
کی گئی ہیں، وہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہی ہے جو بندے کے عمل کو اس درجہ پر پہنچا دیا ہے  
چشمِ دارم کہ دہر اشکِ مرا حسنِ قبول آنکہ در ساختہ است قطره بارانی را

### مکتوب (۱۲۰) مولانا محمد حنیف کے نام

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ — صحیفہ شریفہ پہنچا،  
باعثِ بہجت و مسرت فراواں ہوا۔ حق تعالیٰ مدارجِ قرب میں ترقیات بے اندازہ عطا  
فرمائے .. ..

تم نے (مضامین کے) "مسوداتِ جدیدہ" طلب کئے تھے، اگر توفیق ہوئی تو کسی دوست  
سے کہوں گا کہ ان میں سے جو حصہ قابلِ نقل ہو، نقل کر کے تم کو بھیج دیں... تم نے جو کچھ  
اپنے مریدوں کے حالات لکھے ہیں ان سے بہت خوشی ہوئی — تمام احوال سنجیدہ  
و مقبول ہیں... .. اللہ تعالیٰ ترقیاتِ عنایت فرمائے اور مطلبِ حقیقی تک پہنچائے  
چونکہ "ایامِ اعتکاف" ہیں اور امورِ ضروریہ درپیش — اس لیے کچھ زیادہ تحریر نہیں کر سکتا،  
ضروری جوابات پر اکتفا کیا گیا ہے — رَبَّنَا آتِنَا خَيْرَ مَا نَسَأَ وَاعْفُ عَنَّا  
إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ .. .. والسلام

### مکتوب (۱۲۲) مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام

مقصود، حصولِ نسبت ہے — اس کا علم ہونا یہ ایک علیحدہ امر ہے، اگر یہ علم دیدیا

گیا ہے، تو فہما، ورنہ مضائقہ نہیں ہے۔ نسبت جب دشواری سے حاصل ہوتی ہے تو اس کی قدر و عزت بھی سمجھ میں آتی ہے اور سہولت و جلدی سے ہاتھ لگ جاتی ہے تو اس کی چنداں قدر و عزت نہیں ہوتی۔ جو بھی اس سلسلہ میں جلدی کرتا ہے، بوالہوس ہے۔ طالب نہیں۔ ایسا شخص قابل، سمنشینی بھی نہیں۔ لوگ طلب دنیا میں کیا کچھ پاڑ نہیں بیلتے؟ طلب حق تعالیٰ تو بہت زیادہ مشقت کی مستحق ہے۔ بزرگان دین نے تو بڑی ریاضتیں برداشت کی ہیں اور عمریں گزار دی ہیں سے

اودھی شصت سال سختی دید تاشبے رُوسے نیک بختی دید

حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی نے "عوارف المعارف" میں خوارق و کرامات کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ: "یہ خوارق و کرامات"۔ "مواہب الہی" ہیں، کبھی کسی جماعت کو ان سے مشرف کر دیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس جماعت سے اعلیٰ ایک جماعت ہے، اس کے پاس خوارق و کرامات میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔" اس کے بعد شیخ الشیوخ نے لکھا ہے کہ "یہ تمام خوارق و کرامات ذکر الہی اور حضور قلب کے مقابلہ میں کم درجہ ہیں"۔

مکتوب (۱۲۸) حافظ عبد الغفور کے نام

تم چونکہ فقراے شکستہ حال سے اللہ کے لئے محبت رکھتے ہو، اس لئے امید ہے کہ

لہ غالباً حافظ عبد الغفور پشادری مجددی جو حاجی اسمعیل پشادری کے خلیفہ اور شیخ سعدی مجددی لاہوری کے بھی مرید تھے۔ اول الذکر مرشد کے لحاظ سے دو واسطوں سے اور آخر الذکر کے لحاظ سے ایک واسطے سے شیخ آدم بنوری کے مرید تھے، بڑے صاحب کمال اور جامع صفات حسنہ تھے۔ ۱۴ شعبان المعظم ۱۱۶۶ھ میں وفات ہوئی۔ مزار پشاور میں ہے۔

(ماخوذ از خزینۃ الاصفیاء ص ۶۵۴ تا ۶۵۵)

یہ محبت نتیجہ بخش ثابت ہو اور "کشائش کار" ہو جائے۔ "درجہ فنا و بقا" سے پہلے گونا گوں حالات جو بعض طالبین کو اثنائے سلوک میں رونما ہوتے ہیں وہ مقصود نہیں غیر حقیقی ہیں۔ طالب حق کو ماسوائے اللہ سے اعراض ضروری ہے تاکہ توجہ پر اگتہ نہ ہو جائے۔ پس جو احوال و کیفیات کا طالب ہے وہ ماسوائے گرفتار ہے۔ ہاں فنا و بقا مقاصد میں سے ہیں، ان کی تحصیل میں کوشش کرنا اور ان کی درپوزہ گرمی کرنا اہم شے ہے۔ کیونکہ ولایت "فنا و بقا" سے ہی مربوط ہے اور معرفت جو کہ تخلیق انسانی کا مقصود ہے، اسی مقام سے وابستہ ہے۔ وہ دلولہ، مشوق اور شعلہ عشق جو عالم مجاز میں ظاہر ہوا کرتا ہے، راہ حقیقت میں درکار نہیں، حقیقی عشق و محبت کا اس ذات سے تعلق ہے جو بے کیف و بے چوں ہے، اسی لئے اس عشق میں بھی (زیادہ تر) "بیچونی" کی کیفیت ہے، اسی بناء پر بعض نے اس عشق کو "ارادہ طاعت" سے تعبیر کیا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ محبت حقیقی "چوں و کیف" کے لباس میں جلوہ گر ہو جاتی ہے اور گرمی نعرہ وزاری پیدا کر دیتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس طرح ظاہر نہیں ہوتی، اپنی بے کیفی کی حقیقت پر ہی قائم رہتی ہے، بلکہ یہ بھی روا ہوتا ہے کہ بعض اوقات محبت کی نفی محسوس ہوتی ہو، اور فی الحقیقہ محبت درجہ کمال پر ہو۔ تم نہیں دیکھتے کہ عالم مجاز میں کسی شخص کو کوئی چیز اپنے نفس و ذات سے زیادہ محبوب نہیں، جس چیز کو بھی۔ مال، بیوی، بچوں میں سے دوست رکھتا ہے، اپنی ذات کے لئے ہی دوست رکھتا ہے اس کے باوجود اپنے نفس کی محبت میں اس سے کوئی نعرہ اور کوئی شوق ظاہر نہیں ہوتا سب سے زیادہ اپنے نفس و ذات سے محبت ہونے کے متعلق جو میں نے کہا، وہ عالم مجاز کی بات ہے ورنہ عالم حقیقت میں محبوب حقیقی اپنی ذات سے بھی زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ فنا اسی محبت حقیقی کا اثر ہے۔

گرایں سودا بجاں بودے چہ بودے

محبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی قبیل سے ہے، چنانچہ حدیث شریفہ میں آیا ہے۔ حضور فرماتے ہیں: "لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدٌ بَكْرٍ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ



إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَ أَهْلِهِ وَ النَّاسِ جَمِيعًا (او کما قال) تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومنِ کامل نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لئے اس کے نفس اس کے اہل و عیال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب و عزیز نہ بن جاؤں۔  
 شیخ طریقت چونکہ نائبِ منابِ رسول ہے اور واسطہ فیضِ الہی ہے۔  
 اس کی محبت کا بھی یہی عالم ہونا چاہیے۔ والسلام

### مکتوب (۱۳۴) مولانا حسن علی کے نام

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ وَ سَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ أَصْطَفَىٰ - حضرتِ حق  
 سبحانہ، تم کو جادہ شریعت و سنتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مستقیم و مستقیم رکھے۔  
 مخدوما! ہمارے بزرگوں نے عملِ سنت کو اختیار اور بدعت سے اجتناب کیا ہے، وہ  
 امورِ جو دین میں (غلط طریقے سے) داخل کر لئے گئے ہیں ہر چند باطن کے لئے نافع معلوم ہوں  
 وہ ان پر عمل نہیں کرتے اور اتباعِ سنت کو اگرچہ صورتاً باطن کے لئے سود مند دکھائی دے  
 یا تھو سے نہیں جانے دیتے .. ..

وَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ عَلَىٰ مَنْ لَدَيْكُمْ

### مکتوب (۱۴۰) شیخ علیم جلال آبادی کے نام

بَعْدَ الْحَمْدِ وَ الصَّلَاةِ وَ تَبْلِيغِ الدَّعَوَاتِ - یہاں کے فقراء کے احوال و  
 اوضاع مستوجبِ حمد ہیں، اُمید کہ اجائے دورِ افتادہ بھی "نیچ صلاح" اور متابعتِ سید  
 کائناتِ فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات پر ظاہراً و باطناً مستقیم

لے شیخ عبد العلیم جلال آبادی خلیفہ حضرت خواجہ محمد مصوم

ہوں گے۔ متابعت رسولؐ کے چند درجات و مراتب ہیں۔ حضرت قبلۃ الواصلین (حضرت مجدد الف ثانیؒ) نے مکتوب (۱۵۲) جلد ثانی میں متابعت کے سات درجے قرار دیئے ہیں۔ پہلے دو درجے کسی ہیں کہ اعمال ظاہرہ و باطنہ سے تعلق رکھتے ہیں، درجہ سوئم من وجر کسی ہے اور من وجر وہی، اس لئے کہ مبادی و مقدمات اس کے کسی ہوتے ہیں، درجہ چہارم وہی ہے لیکن اعتقاد و عمل کو اس کے حصول میں دخل ہے، درجہ پنجم و ششم اس سے بھی بالاتر ہے، درجہ ہفتم کے متعلق کیا لکھوں کہ وہ تو (بالاتر سے بالاتر ہے)۔

والسلام

### مکتوب (۱۱۲۲) محمد کاشفؒ کے نام

بَعْدَ السُّجْدِ وَالصَّلَاةِ وَتَبْلِغِ الدَّعَوَاتِ — تم نے دوسرا استفہار یہ کیا تھا کہ وتروں کے بعد سجدہ درست ہے یا نہیں؟ فقیر نے اس سوال کا جواب اس سے پہلے بھیج دیا تھا، تعجب ہے کہ وہ نہیں پہنچا۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ہمارا عمل اور ہمارے حضرت (حضرت مجددؒ) کا عمل نہیں ہے۔ علماء نے اس کو منع کیا ہے، نہیں کرنا چاہیئے۔ کتاب سنن الہدیٰ میں ہے: "صلوٰۃ الوتر کے بعد دو سجدے جو آیت الکرسی پڑھ کر بلا دہند میں رائج ہیں ان کی کوئی اصل اخبار و آثار سے نہیں ہے فقہ میں بھی اس کی کوئی روایت نہیں ہے، اہل عرب کا بھی اس پر عمل نہیں، بلکہ شافعیہ اس کی حرمت کے قائل ہیں اور اکثر حنفیہ اس کو بالکل جانتے تک نہیں۔ میں نے فقہائے مدینہ سے ان دونوں سجدوں کے متعلق دریافت کیا انہوں نے بھی ان میں کراہت نقل کی ہے"

والسلام

لہ خواجہ محمد کاشف کاشغری حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلفاء میں سے ہیں، آپ کو خلافت

دے کر کاشغری بھیجا گیا۔ (روضۃ القیومیہ)

## مکتوب (۱۲۵) محمد عاشور بخاری کے نام

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ صحیفہ شریف نے خوش وقت کیا۔ حضرت حق جل مجدہ تم کو گرفتاری ماسوا سے کلید آزاد کرے، مدارج قرب میں ترقیات بخشے اور برکات کلمہ طیبہ سے سیراب کرے۔ اہل اللہ کے یہاں یہ امر مسلم ہے کہ "تنویر باطن" کے لئے اس کلمہ مبارکہ سے بہتر کوئی کلمہ نہیں ہے، اس کے جزو اول سے "سالک مستعد" مطلوب حقیقی کے ماسوا کی نفی اور جزو دوم سے معبود برحق کا اثبات کرتا ہے اور یہی تمام سلوک کا خلاصہ ہے۔

تا بجا روبر لا تروبی راہ نرسی در سرائے الا اللہ

تم نے ایسے نصائح طلب کئے ہیں جو تہذیب اخلاق پر مشتمل ہوں۔

مخدوما! کتب شرعیہ اور احادیث نبویہ علیٰ وجہ الکمال، تہذیب اخلاق کی ضامن ہیں بمقتضائے "شریعت نورا" عمل کرو اور سنن مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام امور میں پیشوا قرار دو۔ نجات اخروی اور درجات قرب الہی کا اصول اسی سے وابستہ ہے۔ تعمیر اوقات میں انتہائی سعی کرو، کیونکہ وقت بہت ہی زیادہ عزیز شے ہے، یہ لایعنی امور میں صرف نہیں ہونا چاہئے، مخلوق سے میل جول بقدر ضرورت ہو، قدر حاجت سے زائد ملنا جلنا اس راہ میں "درندہ مہلک" ہے۔ شب زندہ داری اور گریہ سحری کو غنیمت شمار کرو، لذات فانیہ میں کھپ جانے سے بچتے رہو، یہ امر باطن کو بے رونق اور مکدر کر دیتا ہے، ہر کسی سے خنداں روئی اور کشادہ پیشانی سے پیش آؤ۔ "امر معروف" اور "نہی عن منکر" کو اچھی طرح انجام دو، اس میں کوتاہی نہ ہونا چاہئے۔ طعام، منام اور کلام میں حدِ اوسط کی رعایت کرنا چاہئے۔

پنخداں بخور کنز دہانت برآید پنخدا نکہ از ضعف جانت برآید

## مکتوب (۱۲۶) مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام

الْحَمْدُ لِلَّهِ فِي الشَّرِّ آءٍ وَالصَّوَابِ - جو کچھ محبوب حقیقی جل سلطانہ کی طرف

سے آئے، وہ نظرِ محب میں بلکہ نفسِ الامری میں رعنا و زیبا ہے۔ محب اس کے "ایلام" (الم  
پہنچانے سے بھی ایسی ہی لذت حاصل کرتا ہے، جیسا کہ اس کے "انعام" سے۔ انعام کو اس  
کا ظہورِ جمال سمجھتا ہے اور ایلام کو منظرِ جلال، (غرضکہ) دونوں کو اس کی صفتِ کمال تصور کرتا  
ہے۔ صفت کو زینہ موصوف جانتا ہے۔ نیز صفت سے موصوف کی طرف مائل ہوتا ہے۔  
فرزندِ دلبند کے انتقال پر رضا و شکیبائی اختیار کرو، بلکہ چونکہ یہ محبوبِ حقیقی کا فعل ہے،  
اس لئے اس سے لذت گیر ہو جاؤ اور فعل کو "زینہ" وصولِ فاعل "بنادو۔ چیں بجیں ہونے اور  
بے صبری کرنے کی کہاں گنجائش ہے؛ بعینہ اسی طرح اس کے گم ہو جانے (مر جانے) سے  
بھی خوش وقت رہو اور اپنے حق میں "تربیتِ جلالی" جانو۔ نیز اس دردِ عالم میں جو کہ دریچہ  
رضامندیِ محبوبِ حقیقی ہے۔ اپنی سعادت کو مضمحل سمجھو۔ اس دنیا کی مصیبتیں ہر چند بظاہر جگر  
کو چھیل دینے والی، اور مستقل زخم ہیں، لیکن بہ نظرِ حقیقت مرہم اور راحت ہیں، قرب و ترقیات  
کا سبب ہیں، کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

بادرد بس زچوں دوائے تو منم      در کس منگر چو آشنائے تو منم  
گر بر سر کوٹے عشقِ ماکشہ شوی      شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم

مکتوب (۱۱۲۷) میر محمد خانی کے نام

(فضائلِ حسنِ اخلاق میں)

بِسْمِ اللّٰهِ سُبْحٰنَهُ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ  
حَيْثُ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ . . . . .

شفقتِ آثار! حیاتِ دنیوی بہت تھوڑی ہے اور معاملاتِ ابدی و سرمدی اسی  
(مختصر) حیات سے وابستہ ہیں۔ سعادت مند وہ ہے جو اس تھوڑی سی فرصت کو غنیمت  
جان کر کارِ آخرت کی تیاری کرے اور ایک لمبے سفر کے لیے توشہ مہیا کر لے۔ تم کو اللہ تعالیٰ  
نے اپنی مخلوق میں سے ایک بڑی جماعت کا مزج بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے

ہوئے، حاجاتِ خلق اللہ کو پورا کرنے کے لئے کمر ہمت کو خوب اچھی طرح باندھ لو، اور اپنے خالق کے بندوں کی خدمت گاری کو درجاتِ دنیوی و اُخروی پر فائز ہونے کا وسیلہ تصور کرو۔ نیک سلوکی، احسان باخلائق، خندہ روئی، حسنِ خلق اور مخلوق کے معاملات میں نرمی و سہولت کو رضامندی حق تعالیٰ کا ذریعہ، سببِ نجات اور واسطہ ترقی مدارج سمجھو۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاحْبِبْ الْخَلْقَ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلَى عِيَالِهِ (مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے، لہذا اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرے)۔

اب چند احادیث، مسلمانوں کی حاجات پورا کرنے اور ان کو خوش کرنے کی فضیلت نیز حسنِ اخلاق اور نرمی و تحمل کی فضیلت کے سلسلے میں لکھی جاتی ہیں، ان پر اچھی طرح غور کرنا اور اگر کسی حدیث کے معنی سمجھ میں نہ آئیں تو اس کو کسی متدین اہل علم سے سمجھ لینا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: —————

”مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اپنے بھائی پر نہ خود ظلم کرتا ہے، نہ کسی کو اس پر ظلم کرنے دیتا ہے، جو شخص بھی اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کی حاجت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلم بھائی کا غم دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں قیامت کے دن اس کے غم کو دور کر دے گا۔ اور جو شخص مسلمان کو خوش کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو خوش کرے گا“

(بخاری و مسلم)

مسلم کی روایت یوں ہے: —————

”اللہ بندے کی مدد پر رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد پر رہتا ہے۔“

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ: —————

”اللہ کی مخلوق میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو اس نے پیدا ہی اس لئے کیا ہے

کہ وہ لوگوں کی حاجتیں پوری کریں۔ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں لے کر ان کے پاس آتے ہیں۔ (ملخصاً۔ طبرانی)

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ:

”اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو دولت کے ساتھ مخصوص کیا ہے تاکہ وہ بندوں کو فائدہ پہنچائیں، جب تک وہ اس دولت کو اللہ کے بندوں پر خرچ کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دولت پر برقرار رکھتا ہے اور جب وہ اپنی داد و دہش بند کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے وہ دولت چھین لیتا ہے اور دوسروں کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔“

(رواہ ابن ابی الدنیا و الطبرانی)

یہ بھی حدیث ہے کہ: \_\_\_\_\_

”جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں کوشش کرے گا اس کا یہ عمل دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہوگا۔“

(ملخصاً۔ رواہ الطبرانی و الکحکم و قال صحیح الاسناد)

یہ بھی حدیث ہے کہ: \_\_\_\_\_

”جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے دوڑ دھوپ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھے گا اور ستر خطا میں مٹا دے گا، یہاں تک کہ وہ اپنے مقام پر لوٹ آئے، پس اگر اس بھائی کی حاجت پوری ہو گئی تو وہ کوشش کرنے والا گناہوں سے ایسا صاف ہو جائے گا گویا آج ہی اس کی پیدائش ہوئی ہے اور اگر وہ اثنائے کوشش میں مر گیا تو جنت میں بلا حساب داخل ہوگا۔“

(رواہ ابن ابی الدنیا)

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ: \_\_\_\_\_

”جو شخص اپنے مسلم بھائی کے لئے ذریعہ بن جائے کسی ذی قدرت تک

پہنچنے کا، اور عسرت دور کرنے کا، تو اللہ تعالیٰ اپنی صراط پر گزرنے کے  
دقت اس کی اعانت فرمائے گا جبکہ لوگوں کے قدم اپنی صراط پر لغزش میں  
ہوں گے۔ (رواہ الطبرانی)

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ:

”کسی مومن کو مسرور کرنا اس طرح کہ اس کے لئے کپڑا مہیا کر دیا، یا اس  
کی بھوک دور کر دی، یا اس کی کوئی ضرورت پوری کر دی۔ یہ بہت ہی اعلیٰ و  
افضل عمل ہے۔“ (رواہ الطبرانی والبخاری)

ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ:

”اللہ کے نزدیک فرائض کی ادائیگی کے بعد سب سے زیادہ محبوب عمل  
مسلمان بھائی کو خوش کرنا ہے۔“ (رواہ الطبرانی)

ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کے متعلق سوال کیا گیا جس کے  
ذریعہ لوگ زیادہ تر جنت میں داخل ہوں گے، آپ نے فرمایا:۔ وہ چیز تقویٰ  
اللہ اور حسن اخلاق ہے۔ اور آپ سے سوال کیا گیا اس چیز کے متعلق جس  
کی وجہ سے اکثر لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ دہن  
اور شرمگاہ ہے۔“ (رواہ الترمذی وابن حبان والبیہقی)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ:

”ایمان میں زیادہ کامل مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا اور اپنے  
اہل و عیال کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرنے والا ہو۔“ (رواہ الترمذی)

یہ بھی حدیث میں ہے کہ:

”میں اس شخص کے لئے جنت کے احاطے کے پاس گھر دلانے کا ضامن  
ہوں، جو جھگڑا کرنا ترک کر دے، اگرچہ حق پر ہی کیوں نہ ہو اور وسط جنت  
میں گھر دلانے کا اس شخص کے لئے ضامن ہوں، جو جھوٹ چھوڑ دے، اگرچہ

مذاق ہی میں کیوں نہ بولتا ہو، اور جنت کے بالائی حصے میں گھردلانے کا  
اس شخص کے لئے ضامن ہوں جو اپنے اخلاق کو اچھا کرے۔“

(رواہ، ابوداؤد وابن ماجہ والترمذی)

یہ بھی حدیث میں ہے کہ: \_\_\_\_\_

”بیشک اللہ نرمی کرنے والا ہے اور تمام کاموں میں نرمی کو پسند کرتا ہے“

(رواہ، البخاری و مسلم)

یہ بھی حدیث میں ہے کہ: \_\_\_\_\_

”اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے اور نرمی

پر جو مدد کرتا ہے وہ سختی پر نہیں کرتا۔“

(رواہ، الطبرانی)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے: \_\_\_\_\_

”کیا میں تمہیں ایسے شخص کو نہ بتلاؤں جو دوزخ کی آگ پر حرام ہے،

یا (فرمایا، کہ) اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے (سنو) ہر وہ شخص جو آسانی

کرنے والا اور نرم خو ہو اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔“ (رواہ، الترمذی)

یہ بھی حدیث ہے کہ: \_\_\_\_\_

”بندہ تھکل و بردباری سے وہ درجہ پاتا ہے جو ایک صائم النہار اور

قائم اللیل کا ہوتا ہے۔“

(رواہ، ابن حبان)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے، آپ نے فرمایا کہ: \_\_\_\_\_

”کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتلا دوں جس سے اللہ بلندی عطا کرے اور درجات

کو اونچا کر دے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص

تم سے جہالت کا معاملہ کرے تم اس سے بردباری کا معاملہ کرو اور جو ظلم کرے اس

کو معاف کر دو اور جس نے تم کو محروم کیا ہو اس کو عطا کرو، اور جو تم سے رشتہ

توڑے تم اس سے جوڑو اور صلہ رحمی کرو۔“

(رواہ، الطبرانی والبخاری)



یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ: —————

”طاقتور وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے، درحقیقت طاقت ور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے (تخل کرے)۔“ (رواہ، البخاری و مسلم)

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ: —————

”یہ بھی ایک قسم کا صدقہ ہے کہ تو کشادہ پیشانی کے ساتھ لوگوں کو سلام کرے،“ (رواہ، ابن ابی الدنیا)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ: —————

”تیرا تبسم کرنا اپنے مسلم بھائی کو دیکھ کر صدقہ ہے، تیرا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا صدقہ ہے۔ کسی بھٹکے ہوئے کو سیدھا راستہ بتا دینا صدقہ ہے راستے سے پتھر، کانٹا یا ہڈی کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ اپنے ڈول میں پانی بھر کر اپنے بھائی کے ڈول میں ڈال دینا صدقہ ہے۔“ (رواہ، الترمذی)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ: —————

”جنت میں ایک ایسا بالا خانہ ہوگا جس کے باہر کا حصہ اندر سے اور اندر کا باہر سے (شفاف ہونے کی وجہ سے) نظر آئے گا۔ حضرت اشعریؓ نے دریافت کیا یہ کس لئے ہوگا! یا رسول اللہ! فرمایا:۔ اس شخص کے لئے جو اچھا کلام کرے لوگوں کو کھانا کھلائے اور جب کہ رات کو لوگ سو رہے ہوں، یہ نماز تہجد میں کھڑا ہو۔“ (رواہ، الطبرانی والحاکم)

یہ چند احادیث کتاب ”ترغیب و ترہیب“ سے جو ”کتب معتبرہ علم حدیث“ میں سے ہے لکھی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے موافق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنے حال کا ان احادیث کے مضامین سے موازنہ کرو، ان احادیث کی موافقت ہو رہی ہو تو اللہ کا شکر ادا کرو، اور اگر موافقت نہیں ہے تو عجز و زاری کے ساتھ اپنا حال ان احادیث کے موافق ہونے کی اللہ تعالیٰ سے دعا و درخواست کرو۔ اگر بالفعل ان پر عمل کی توفیق کوئی نہ پائے تو کم از کم اعتراف کوتاہی تو ہونا چاہیے۔ یہ اعتراف بھی ایک نعمت ہے۔ پناہ بخدا اگر کوئی توفیق عمل بھی

نہ رکھتا ہو اور خود کو کوتاہ عمل بھی نہ جانے ایسا شخص کم نصیب ہے ۵  
ہر کس کہ بیافت دوستے یافت عظیم آنکس کہ نیافت درد نیافت عظیم

### مکتوب (۱۴۸) ارشادِ پناہ میر محمد نعمان کے نام

اللہ تعالیٰ آپ کی ذاتِ بابرکات کو الطاف سے بھر پور رکھ کر مسندِ ارشاد پر جلوہ آرا رکھے  
ظہر انفساد فی الکبر والبحر بما کسبت ایدی الناس (بڑو بجر میں لوگوں کے  
کرتوتوں کی وجہ سے فساد ظاہر ہو گیا)۔ ہمارے شامتِ اعمال کے باعث دوسرا سال  
ہے کہ مخلوق قحط کی مصیبت میں گرفتار ہے۔ لوگ نمازِ استسقاء کے لئے جنگل کی طرف نکلے  
تھے اور یہ "دور از کار" (میں) بھی سب کے ساتھ تھا، میں اپنے بارگاہ کو لئے ہوئے یقینی  
طور پر سمجھ رہا تھا کہ اس بلائے قحط کا ورود میرے ہی اعمالِ سوء کے نتائج میں سے ہے۔  
لوگ خواہ مخواہ میرے وجود سے برکت ڈھونڈتے تھے اور مجھے دفعِ بلا کا ذریعہ بنا رہے تھے۔  
میری حقیقتِ حال سے واقف نہ تھے۔ لوگ حکام کے ظلم کا شکوہ بھی کر رہے تھے، مگر جب  
میں اپنے اعمال کو دیکھتا تھا تو مقابلہ ان حکام کے اعمال کچھ بھی نہیں تھے۔

مخدوما! ان تفصیلات کے باوجود احباب سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ میرے حال پر  
رحم فرمائیں گے۔ میرے لیے عفوِ زلات کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے اور میرے  
"کثرتِ معاصی" کی بنا پر مجھے چھوڑیں گے نہیں۔ ہر چند کہ عاصی ہوں لیکن اُمیدوارِ رحمت  
الہی ہوں۔ ارحم الراحمین "عاصیانِ راجی" کے حال پر رحم فرماتے ہیں۔ کل بروز قیامت  
شفاعت بھی نصیبِ عاصیاں ہوگی... .. والسلام۔

### مکتوب (۱۵۰) مولا نعمت اللہ کے نام

اس مضمون میں جس قدر نسبتِ باطن قوت پذیر ہوتی ہے اتنی ہی احکامِ شرعیہ

کی تجلی بھی زیادہ ہوتی ہے)۔

عجب معاملہ ہے کہ جس قدر نسبت باطن عارف پر غالب آتی ہے احکام شرعیہ کے ازویادِ تجلی کا سبب بنتی ہے۔ اس لیے کہ — نفسِ آمارہ جو بالذات احکام شرعیہ کا منکر ہے اس وقت مطیع ہو جاتا ہے اور کمالِ تجلی، کمالِ اطمینانِ نفس کے ساتھ وابستہ ہے۔ شریعت کے معاملات میں مدہانت برتنے والا حقیقت نسبت سے بے بہرہ ہے، وہ ”مغز“ سے ہٹ کر پوست میں اُلجھ گیا ہے۔ ”نسبت“ کا کمال اطمینان سے ہی حاصل ہوتا ہے اور علامتِ اطمینان ”یہ ہے کہ“ احکامِ منترکہ کا پورا پورا اتباع ہو۔ اتباع نہیں تو اطمینان بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں، کمالِ متابعتِ صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت قدم رکھے .. .. والسلام۔

مکتوب (۱۵۶) مولانا عبد الغفور سمنگانی کے نام

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ — کیا عجب نعمت ہے کہ کوئی شخص عالمِ پیری میں زیورِ اطاعت سے آراستہ ہو اور ہنگامِ ضعف میں بھی ”اعدائے قویہ“ پر غالب ہو، اہل اللہ کی قبولیت کے آثار اُس کے اطوار سے ظاہر ہوں اور اُس کی پیشانی کے انوار حقیقتِ حال کے گواہ۔ اُس عزیز کے ”اختیارِ توفیق“ باعثِ فرحت و شکرِ خداوندی ہیں اور اس نعمت کی زیادتی کے لینے دُعا کا سبب۔ یہ تمام انوار ”نظرِ دوستانِ خدا“ کی برکات کے انوار ہیں اور یہ جمعیتِ صوری جو ”ظاہر نے“ ”ادائے وظائفِ بندگی“ کے لیے پائی ہے، اسی نسبتِ معنوی کا اثر ہے، جو باطنِ اکابر سے آپ کے باطن پر چمکی ہے جو جماعتِ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے حلقہٴ خدام میں رہ کر سعادتِ پابوسی سے مشرف ہوئی ہے وہ میری نظروں میں بغایت عزیز و محبوب اور

۱۵ آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلفاء میں سے تھے، اظہارِ اہلِ سپاہ اور بعضی از اجلہ اصحابِ خانقاہ۔

(ازبدق المقامات ص ۳۸۹)

شریف و مرغوب ہے۔ اس لیے کہ۔ یہ لوگ کمالاتِ محبوب کا آئینہ ہیں اور اس جمالِ دل آرا کی یادگار۔ جس وقت اس جماعت کو دیکھتا ہوں میری عجیب حالت ہو جاتی ہے گویا کہ حضرت گرامی قدر رحمۃ اللہ علیہ کا جمالِ مبارک مشاہدہ کر رہا ہوں۔ وہ اجتماعِ اللہ فی اللہ کہ جس کی نظیر آج نہیں ملتی، جب میرے دل میں گھومنے لگتا ہے، تو اس کی یاد سے "دیدہ پر آب" اور "جگر کباب" ہو جاتا ہے۔ آرزو یہی ہے کہ اس جماعت کے ساتھ رہوں اور "حرف و حکایت" انہیں سے کروں، لیکن افسوس! یہ جماعت روز بروز قلت میں آرہی ہے اور باوجود قلت اس کے افراد ایک دوسرے سے دور ہیں۔

زہجر دوستاں خوں شد درونِ سینہ جان من      فراقِ ہنشیناں سوخت، مغزِ استخوانِ من  
اللہ جو کچھ کرے اسی میں خیر ہے، جہاں کہیں بھی یہ حضرات ہیں بہر حال غنیمت ہیں

بیادگار بمانی کہ بوٹے او داری

.. .. والسلام

مکتوب (۱۵۸) مولانا محمد حنیف کے نام — (اظہارِ درد و سوز)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰ  
مکتوبِ مرغوبِ لاہور سے ایک عزیز کی معرفت بھیجا ہوا۔ آیا۔ اس کے مطالعہ سے خوش وقت ہوا۔ مضمونِ خط سے جاذبہ شوق ظاہر، اور طلبِ حرارتِ آشکارا تھی۔  
الْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحٰنَهُ عَلٰی ذٰلِكَ... جس قدر "جذب و حرارت" حاصل ہو نعمت ہے... .. خط میں اس دیار (سرہند) کے آنے کا اشتیاق اور میرے بلاوا بھیجنے کا انتظار ظاہر کیا ہے۔

مخدوما!۔ اس دیار کے ساکنین اپنے سر میں دوسرے دیار (داراللقاء) کا خیال رکھتے ہیں۔ اس کی دُوری سے ہمیشہ سوگوار رہتے ہیں اور دوستوں کو بھی اسی دیار کی ولالت کرتے ہیں۔ اگرچہ کوئی نشان اس دیار کا (اب تک) ظاہر نہیں ہوا اور سوائے ہجر و

دوری اور سوز و گداز کے کچھ بھی پلے میں نہیں .. .. تم بھی اس دیار کو عبور کرنا چاہو، نیز ہم "ماتم زدگان ہجران" کے درد شریک اور تلخ نشانِ بزمِ سوزشِ فقدان کے ساتھ جڑے کش بنتا چاہو تو کیا مضائقہ ہے، یہاں آ جاؤ۔ مگر ہماری یہ بات بھی ہے کہ اس دردِ دوری اور سوزِ ہجران کے باوجود "ادھر" سے عنایاتِ بیش از بیش ہیں اور الطافِ پہلے سے زائد۔ بھائی یہ بھی مستقل عنایت ہی ہے کہ اس درد سے مانوس کر رکھا ہے اور اس سوز سے موافقت و سازگاری کی ہمت دے دی ہے۔

دریں دیار بآں زندہ ام کہ گہ گاہے نسیمِ عاطفتے زانِ دیار می آید  
 .. .. والسلام

### مکتوب (۱۵۹) شیخ حسن کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ  
 اصْطَفٰ۔ انوی، اعزی شیخ حسن کو اس "درویشِ دلریش" کا سلامِ عافیت انجام،  
 "اخبار توفیق" "گرمی ہنگامہ طالبان" "استقامتِ اوضاع" اور "استمرارِ حلقہ ذکر و  
 فکر" کو سن سن کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔ یہ چیز مزید حمد و شکر کا باعث ہے۔ اس قربِ  
 قیامت کے زمانہ میں اس قسم کا دینی اجتماع اور لِلّٰهِ فِي اللّٰهِ ہنشینِ اللہ کی بڑی نعمتوں  
 سے ہے۔

آسماں سجدہ کند بہر زینے کہ درو . . . یک دو کس یک دو نفس بہر خدا بنشیند  
 اپنے کام میں سرگرم رہو اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہو .. .. وہ فرماتا ہے: —  
 "لَیْسَ شُكْرٌ تَقْرُلَا نَزِیْدَ نِعْمَتِکُمْ" (اگر تم نعمت کا شکر ادا کرو گے تو میں تمہارے  
 لیے نعمت میں ضرور اضافہ کروں گا)۔

ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ کی آزمائشی ڈھیل سے لرزاں اور کیدِ شیطانی سے ترساں  
 بھی رہنا، نیز نفسانی وسوساں اور شرکِ خفی کے دقائق سے بھی خبردار رہنا۔

الغرض بزرگوں کے ساتھ رابطہ معنوی کو محکم کرنا، سنن نبویہ کے عرودہ و ثقی کو اپنے  
 ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور درگاہ الہی میں دوام التجا، نیز تصریح و زاری کو لازم کر لینا۔ .. دوستوں  
 سے یہ توقع ہے کہ اس دُور از کار کو دعائے خیر میں یاد رکھیں گے اَللّٰهُ تَعَالٰی مُعِينُكُمْ  
 وَ نَاصِرُكُمْ .. .. وَالسَّلَام۔

### مکتوب (۱۶۰) شیخ عبداللطیف لشکر خانی کے نام

اس مسکین کی تمنا اپنے بارے میں اور دوستوں کے بارے میں یہ ہے کہ اپنی ہمت کو  
 کلینتہٗ مطلوب حقیقی کی طرف مصروف رکھیں اور جو بات اس "دولتِ عظمیٰ" کے منافی ہو اس  
 سے بالکل اعراض کریں۔۔۔ مگر ایسا بھی نہ ہو کہ معموری باطن پر اکتفا کر کے ظاہر کی طرف سے  
 غفلت برتیں۔۔۔ اگرچہ ایک درویش کا یہ مقولہ ہے کہ: "کوئی سعادت مندا اگر اللہ کی طرف  
 تمام عمر متوجہ رہا، پھر ایک لحظے کے لیے غافل ہو گیا تو اس نے جو کچھ پایا تھا اس سے زیادہ  
 فوت ہو گیا" لیکن کیا کیا جائے، تمام آرزوئیں میسر نہیں۔۔۔ مقتضیاتِ بدنی اور اختلاطِ  
 خلق کے بغیر بھی چارہ نہیں۔۔۔ ہاں یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس "غفلتِ ظاہری" کو جو کہ  
 لا بدی اور ضروری ہے اگر نیتِ صالحہ کے ساتھ ملا لیا جائے تو یہ غفلتِ ظاہری غفلت نہ  
 رہے گی "ذکر" کے ساتھ ملحق ہو جائے گی، مثلاً نیند جو کہ سراسر غفلت ہے اگر اس نیت  
 سے ہو کہ سونے کے بعد عبادت کرنے میں سُستی نمودار نہیں ہوگی تو یہی نیند، ذکر بن جائے  
 گی۔۔۔ "علماء کی نیند عبادت ہے"۔ یہ تو تم نے سنا ہی ہوگا (یہ نیت ہی کی بنا پر ہے)۔  
 لوگوں کے ساتھ اس نیت کے ساتھ ملنا جلنا کہ ان کے حقوق ادا کر دیئے جائیں، یہ بھی  
 عبادت ہے۔۔۔ علیٰ ہذا القیاس۔۔۔ ذکر زبان ہی پر منحصر نہیں ہے، جس عمل سے بھی رضا  
 مولیٰ، ملحوظ و مطلوب ہوگی وہ ذکر ہو جائے گا۔ "اِنَّ هٰذِهِ تَذْكِرَةٌ" فَخَمِّنْ شَاءَ

عہ بیشک یہ ایک نصیحت ہے، پس جس کا دل چاہے وہ اپنے رب کی طرف راہ پیدا کرے۔

اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا“ وہ بزرگ جو حقیقتِ اخلاص کو پہنچ گئے ہیں اور تصنع و تکلف سے چھٹکارا پانچے ہیں وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ کے لیے کرتے ہیں اور جو کچھ ان سے ظہور میں آتا ہے وہ اللہ کے لئے ہی ہوتا ہے وہ نیت کریں یا نہ کریں ... نیت ”امر محتمل“ میں ہوا کرتی ہے ”امر متعین“ میں تصیح نیت کی احتیاج نہیں ہے ... چونکہ ان کا نفس فدائے مولیٰ ہو چکا ہوتا ہے .. اس لئے وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ کی طرف ہی عائد ہوتا ہے جیسا کہ اس مقام کے حاصل ہونے سے پہلے وہ جو کچھ کرتے تھے برائے نفس کیا کرتے تھے اور اس وقت بھی کسی نیت کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ اس قسم کے عارفوں کی شان میں جو گستاخی اور ایذا دہی ہوتی ہے، وہ (براہِ راست) اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی ہو جاتی ہے۔

### مکتوب (۱۶۲) تربیتِ خان کے نام

صحیفہ ”کرمت نے“ جو مضمون ”رنجِ فرقت“ پر مبنی تھا، مشرف کیا ... ..  
 بھائی! کیا کیا جائے، دنیا سراسر محلِ فراق و اندوہ ہے، جائے ملاقات تو آخرت ہے۔  
 حق تعالیٰ اعمالِ آخرت میں سرگرم رکھے، تاکہ ”وہاں“ کی ملاقات کی شکل نکل آئے، جب کہ مطلوبِ حقیقی کی ملاقات وہاں کے لیے ”موجود ہے۔“ پھر دوسروں کی ملاقات تو اس ملاقات کی فرج ہے۔ دنیاوی زندگی، ملاقاتِ حق تعالیٰ کی تاب برداشت عمل و جہدِ کمال نہیں رکھتی، طالب اس عالم میں ہمیشہ ”جگر کباب“ دیکھ پڑے، ہمہ وقت سوگوار، سوز و گداز میں بیقرار، ہر رات طلوعِ آفتابِ حقیقی کے انتظار میں بیدار اور ہر دن ماہتابِ حقیقی کی چاہت میں مضطرب

۱۔ ایک تربیتِ خان فوجدار ی جو پوری تھی، جن کے متعلق ماٹریا لنگیری میں لکھا ہے کہ، ۲ شعبان ۱۰۹۵ھ کو وفات پائی۔ ایک تربیتِ خان فخر الدین احمد برلاس تھے، جو امراتے شاہجہانی میں سے تھے۔ جنہوں نے بقول صاحبِ تاریخِ محمدی ۱۰۵۲ھ میں یا ۱۰۵۳ھ میں انتقال کیا۔ واللہ اعلم یہ تربیتِ خان کون سے تھے۔

دکھائی دیتے ہیں ۛ

متاعے کزین رہ گزرمی بر بند  
لب تشک و مژگان ترمی بر بند  
اطالب (بغیر مطلوب حقیقی کے آرام نہیں پاتے، ماسوائے انس و الفت نہیں رکھتے،  
اور اس ترانے کے ساتھ مترنم رہتے ہیں ۛ

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ نام  
دل ترامی طلب دیدہ ترامی خواہد  
یہ بندگان خدا "شوریدگان" اور آشفہ حال ہیں۔ جہاں میں ہیں، لیکن "بے جہان" ہیں۔  
عالم میں ہیں، مگر "بے عالم" ہیں۔ اس کے باوجود، عالم میں درحقیقت یہی لوگ ہیں اور تمام  
افراد عالم انہیں کے وجود سے قائم ہیں۔ حقیقی دولت مندی یہی لوگ ہیں، آزاد بھی یہی ہیں، نہ  
یہ کسی شخص سے پیوند لگاتے ہیں، نہ اپنے نفس سے ۛ

غلام نرگس مست تو تا جدار اند  
خراب بادہ لعل تو ہوشیار اند  
اگر کوئی "سرمایہ و حاصل" رکھتے ہیں تو اسی ذات مقدس کو رکھتے ہیں اور اگر "تکلم و خطاب"  
کرتے ہیں، تو اسی سے کرتے ہیں ۛ

ہر کے کو دور ماند از اصل خویش  
باز جوید روزگار وصل خویش  
"جو انسان مستعد سے افسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنی "فطرت ہائے عالی" کو اس دنیائے دوں میں  
مصروف کئے ہوئے ہیں اور اس "قحبہ غدار" کے فریفتہ ہو گئے ہیں، وہ "جو اہر نفسیہ" کو چھوڑ کر  
چند "خزف ریزوں" میں پھنسے ہوئے ہیں۔ "جمال مطلق" تاہاں ہے اور راہ آمد و رفت کشادہ  
لیکن ہم جیسے "پست فطرت" ہیں کہ اس جمال سے محبوب و ہجور ہیں ۛ

در جہاں شاہدے و ما فارغ  
در قدح، جرعه و ما ہشیار  
آمد سحر، آں دلبر خو نہیں جگر اں  
گفتار تو بر خاطر من بار گراں  
شرمت بادا کہ من بسویت نگر اں  
باشم، تو نہی چشم بروٹے گراں  
والسلام علی من لدیکم ..

مکتوب (۱۸۹) میر ضیاء الدین حسین کے نام

یہ میر ضیاء الدین حسین وہی ہیں جن کا اسلام خاں لقب ہے، کسی دوسری جگہ ان کے مفصل حالات درج کر دیے  
گئے۔



اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی — صحیفہ شریفہ پہنچا،

مترت بخش ہوا

”اے وقت تو خوش کہ وقتِ ماخوش کر دی“

تمھاری وہ تمام مفصل باتیں جو عمل سے ”یاس تام“ اور ”کرم و فضل الہی“ پر اعتماد کئی کے بارے میں تھیں، معلوم ہوئیں۔ بیشک۔ جس قدر اپنے اعمال سے مایوسی زیادہ ہوگی، فضلِ خدا پر بھروسہ زیادہ ہوگا۔ حضرت رابعہ بصریؒ سے دریافت کیا گیا کہ تمام تر امیدواری جو آپ رکھتی ہیں کس بنا پر ہے؟ انھوں نے جواب میں فرمایا کہ ”یہ تمام امیدواری اپنے عمل سے مایوس ہو جانے (اور ان پر بھروسہ نہ کرنے) کی وجہ سے ہے۔“

جو کچھ اس خط میں تذکرہ ”مرگ و آخرت“ اور شوق ”داراللقاء“ کے غلبے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ”حسن ظن“ کے بارے میں مندرج تھا نیک اور مبارک ہے۔

حدیثِ قدسی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِنِيْ اس حقیقت کی تائید کرتی ہے۔ والسلام

### مکتوب (۱۷۲) محمد کاشف کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے نجات دے۔  
وَ اِنْ تَعَدَّ وَاَنْعَمَ اللّٰهُ لَآ تَحْصُوْهَا — اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندے پر دائمی فیض و انعام ہے اگر اس کا صوری و معنوی، ظاہری و باطنی فیض ایک ساعت کے لیے بھی بندے سے منقطع ہو جائے تو بندے کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے، نہ اس کا وجود باقی رہے اور نہ کمالاتِ تابعدا وجود باقی رہیں۔ پس بندے پر لازم ہے کہ یک لمحہ اور یک چشم زدن بھی اس ذاتِ اقدس سے غافل نہ رہے اور ”دوامِ حضور“ کے ساتھ موصوف ہو۔ — خیران و

عہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں۔

عہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو اس کی نعمتوں کا شمار نہیں کر سکتے۔

تجالت کی بات ہے کہ منعم حقیقی درپے انعام ہو اور جس پر انعام ہو رہا ہے وہ روگرداں ہو وہ  
 کسے کو غافل از حق یکنمانت در آندم کافرست اما نہانست  
 اس میں شک نہیں، کہ اگرچہ "دوام حضور" باطن کے لیے ممکن بلکہ واقع ہے، علی الخصوص  
 ہمارے طریقے میں اللہ کے کرم سے یہ دوام "یسیر الحصول" ہے، ابتداء ہی میں حاصل ہو جاتا  
 ہے۔ لیکن ظاہر کے لیے یہ دوام مشکل ہے۔ اس لیے کہ ظاہر کثرتِ اشغال سے الجھار ہوتا ہے  
 اس کو بغیر غفلت کے چارہ کار نہیں۔ اس کو نیند اور اختلاطِ مردم سے بھی چھٹکارا نہیں ہے  
 ہاں اس غفلتِ ظاہر کو اگر نیتِ صالحہ کے ساتھ ملا لیا جائے، تو غفلت "عین حضور" بن جائے  
 گی۔ نیند بہ نیتِ دفعِ کسل "طاعت میں داخل ہے۔ نوم العلماء عبادۃ (علماء کی نیند  
 عبادت ہے) یہ مقولہ تم نے سنا ہی ہوگا۔ اسی طرح مخلوق سے میل جول رکھنا، ان کے حقوق  
 کی ادائیگی کی نیت سے۔ "مامورات شرعیہ" میں سے ہے۔ اور جو کوئی کسی امر میں اللہ کے  
 حکم کا مطیع ہے، وہ اللہ کا ذکر ہی ہے۔ پس دوام حضور، ظاہر کے لیے بھی متحقق ہو سکتا ہے،  
 اور اس تقدیر پر ظاہر و باطن دونوں "دوام آگاہی" کے ساتھ موصوف ہو جائیں گے۔  
 والسلام

### مکتوب (۱۷۷) "ملا جمال الدین کے نام"

چاہیے کہ کمر ہمت کو احکام شرعیہ کی انجام دہی کے لیے چُست باندھیں۔ "امر بالمعروف"  
 اور "نہی عن المنکر" کو اپنا شیوہ و طریقہ بنائیں "سُنن متروکہ" کے زندہ کرنے کو زبردست کام  
 سمجھیں۔ "ہر وارد" جو قلب پر گزرے، اس کے چھپانے میں کوشش کریں۔ "وقائع"  
 اور "منامات" پر اعتماد نہ کریں۔ اگر کوئی خواب میں "بادشاہ" یا "قطبِ وقت" ہو جائے تو اس  
 سے کیا ہوتا ہے، بادشاہ اور قطب وہ ہے جو خارج میں منصبِ بادشاہت اور منصبِ قطبیت  
 پر فائز ہو۔ اگر (بالفرض) خارج میں بھی کوئی بادشاہ ہو گیا اور کائنات اس کی مسخر ہو گئی، تو  
 کوئی بزرگی اس کو حاصل ہو گئی اور کونسا "عذابِ گور" اور "عذابِ قیامت" اس سے رفع  
 ہو جاتے گا؟

گردیدو مُسْتَحْبِرٌ تو گردد زیں ہر دوچہ حاصل تو گردد؟  
 بلند ہمت لوگ اس قسم کے امور کی جانب التفات نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات  
 میں کوشاں رہتے ہیں، وہ "قنادیستی" اور "ستر واردات" میں کوشش کرتے ہیں۔  
 اللہ کا شکر ہے کہ تم بزرگوں کی محبت میں "سوخ تام" رکھتے ہو اور تمہارے حالات  
 اچھے سننے میں آتے ہیں۔ تم جیسے دوستوں سے اُمید رکھتا ہوں کہ اس عاصی کو دُعا سے  
 فراموش نہ کرو گے اور اس فقیر کے حق میں اللہ سے رحمت مغفرت اور رضا کو مانگو گے۔

----- والسلام

مکتوب (۱۷۸) مولانا حسن علی کے نام

بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلَاةِ وَتَبْلِيغِ الدَّعَوَاتِ .. ..  
 اے بھائی! چونکہ یہ زمانہ آخری زمانہ ہے اور اس وقت دین میں سُستی آگئی ہے، سنت  
 متروک اور بدعت شائع ہے (بنا بریں) تحصیلِ علوم اور نشر و اشاعتِ علوم، ایسے "دورِ ظلمات"  
 میں اہم کام ہے اور "احیائے سنتِ محمدیہ" عَلٰی صَاحِبَيْهَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالْبَيْتِ  
 اعظمِ مقاصد میں سے ہے۔ کسبِ علومِ شرعیہ، اشاعتِ علومِ شرعیہ نیز سنتِ مصطفویہ کے  
 زندہ کرنے کے لئے خوب اچھی طرح کمر ہمت باندھو .. .. والسلام

مکتوب (۱۸۱) مولانا جمال الدین کے نام

نماز اس صورتِ ظاہری میں محدود نہیں ہے؛ بلکہ "عالمِ غیبِ الغیب" میں اپنی ایک  
 حقیقت رکھتی ہے جو تمام حقیقتوں سے بالاتر حقیقت ہے۔ جب تک کوئی اس حقیقت تک  
 نہ پہنچے گا، اس کے (نماز کے) کمال کو کیا پاسکے گا۔ اور وہ حقیقت، صورتِ نماز کے ساتھ ہی  
 وابستہ ہے۔ نماز ایک محبوب و دلیر ہے، اس کی صورتِ زیبا کو گویا اس عالمِ مجاز میں "ارکانِ مَحْضُوۃ"  
 کے ساتھ، اور اس کی اداؤں "اور رعنائیوں" کو اس "قیام و قعود" اور آداب و خشوع کے

ذریعے ظاہر کیا گیا ہے۔ جو شخص اس کی صورت کا شیدا نہ بنے گا ان ارکانِ مخصوصہ کی حقیقت کو کیا پاسکے گا اور جو کوئی اس کی اداؤں اور رعنائیوں پر فریفتہ نہ ہوگا، وہ قیام و قعود کی حقیقت کو کیا سمجھ سکے گا۔

چکدُ مشکِ ترازدستم چو آں گینو بچنگِ افتد  
درد صبح از گریبانم گراں مرد در کنارِ دید  
والسلام

### مکتوب (۱۸۲) میرزا عبید اللہ کے نام

مخدوما! — "استعمالِ اسباب" "منافیِ توکل" نہیں ہے۔ تاثیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے اور اسی پر بھروسہ رکھے اور "سببِ یقینی" کو درمیان میں لائے، یہ عینِ توکل ہوگا۔ ہاں اگر "اسبابِ مہومہ بعیدہ" کے ارتکاب کو توکل سے بعید کہا جائے تو گنجائش ہے لیکن اسبابِ یقینہ کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ آگہ کو روشن کرے لیکن آگ کی تاثیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے۔ کھانا کھاٹے اور شکم میری کو اللہ کی طرف سے سمجھے۔ اگر کوئی شخص اس قسم کے اسباب اختیار کرنے میں کوتاہی کرے اور اس بنا پر اس کو کوئی مضرت پہنچ جائے، تو وہ شخص گنہگار ہوگا۔

اسباب تین قسم کے ہیں :-

۱۔ اسبابِ مہومہ، ان کا ترک کرنا لازم ہے۔ ۲۔ اسبابِ یقینہ، ان کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ ۳۔ اسبابِ مشکوکہ و منظونہ، ان اسباب کا اختیار کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مشورے کا حکم فرمایا ہے کہ مشورہ بھی منجملہ اسباب ہے اور اس کے بعد توکل کا بھی حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَشَاوِذْهُوَ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ

عہ اور ان سے مشورہ کیجئے معاملات میں، پس جب آپ عزم کر لیں، تو اللہ پر توکل کیجئے، بیشک اللہ متوکلین کو دوست رکھتا ہے۔

عَلَى اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝

(البتہ) "اعمال اُخروی" میں توکل کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا اس لیے کہ ان اعمال کے لیے ہم جدوجہد کے مامور ہیں۔ معاملاتِ آخرت میں، خوف و خشیت اور اُمید کا ہونا محبوب و پسندیدہ چیز ہے۔ آیت۔ "يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَ طَمَعًا"۔ اس حقیقت کو ظاہر کر رہی ہے۔ اعتماد اللہ کے فضل و کرم پر ہی رکھے، لیکن اعمالِ ظاہرہ کو بھی ہاتھ سے نہ چھوڑے اور کام کا اتمثال ہو اور منہیات سے پرہیز، طریقہ بندگی اور حقیقتِ توکل یہی ہے اور راہِ حق اسی میں منحصر ہے۔

"قلّت طعام" اور "قلّت منام"۔ مرغوبات میں سے ہے، اس کے دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ لیکن اتنی قلّت نہ ہو کہ طاعت سے روک دے اور خوشی دماغ اور خیالاتِ فاسدہ پیدا کر دے۔

ریاضات و صعوبات میں سے جو بھی موافق سنت ہو مبارک ہے۔ از قسم رہبانیت نہ ہو۔ "لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ" (اسلام میں رہبانیت نہیں ہے) چاہیے کہ اپنے اوقات کو مندرجہ ذیل ان تین چیزوں سے معمور رکھیں۔

۱۔ تلاوتِ قرآن مجید۔ ۲۔ نماز با طولِ قنوت و خشوع و خضوع۔ ۳۔ تکرارِ

کلمہ طیبہ۔

تم نے اُوراد و وظائف طلب کئے ہیں، فہر نے کتبِ معتبرہ و احادیث سے تبلیغِ بلیغ کر کے اُوراد و وظائف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کر دیا ہے لیکن ابھی تک مسوداتِ بیاض کی شکل میں نہیں آئے ہیں، سالہا سال ہو گئے کہ مسودات پڑے ہوئے ہیں، گران کی تبدیلی کی توفیق نہیں ہوئی، اگر ہو سکا تو ان میں سے کچھ حقہ نقل کر کے بھیجا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (فی الحال) اگر مشکوٰۃ یا حصن حصین میں سے انتخاب کر کے کچھ وظائف عمل میں لاؤ تو بہتر ہے۔ .. .. والسلام

عہ وہ خوف اور بخشش کی طبع کے باعث اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

## مکتوب (۱۸۳) عبید اللہ - مرتب مکتوبات جلد ہذا کے نام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اَصْطَفٰى .. سب سے  
 آخری چیز جو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لکھی ہے، وہ مکتوب ہے جو مکتوبات جلد ثالث  
 کے آخر میں ہے۔ اور جو بنام مولانا حسن دہلوی ہے، اس مکتوب میں "تعیین وجودی" سے  
 اوپر "تعیین حقی" کا اثبات کیا ہے .. .. دن میں ان "معارف" کی تحریر میں مشغول رہے،  
 رات کو حضرت والا کو بخار آگیا اور اس بخار کے چھٹے روز انتقال فرما گئے۔ وصال کے  
 بعد وہ تحریر "معرض ظہور" میں آئی۔ مخلصین اس کے مطالعے سے مشرف ہوئے، اور  
 اس کی نقلیں کر لیں۔ اس تحریر "معارف" کے بعد "شدائد مرض موت" میں بھی بہت  
 سے "معارف و اسرار" بیان فرمائے اور وصیتیں کیں۔ ایام مرض میں حضرت مجددؒ کی  
 امامت کے فرائض خواجہ محمد سعید (صاحبزادہ کلاں) انجام دیتے تھے۔ فقیر سے فرما دیا تھا  
 کہ تو مسجد میں جا کر "ہمراہ یاراں" نماز پڑھ اور وہاں امامت کر، یہ بے بال و پر "تعمیل حکم" کی  
 وجہ سے "جماعت یاراں" کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھ کر باقی اوقات حضرت والاؒ کی  
 خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ اور روز و شب اس مکان میں جو "محلّ لقائے جانانہ" تھا،  
 خدمت اقدس میں موجود رہتا تھا۔ اسی مرض موت میں ایک مجلس میں فرمایا کہ "درجہ کمال کا  
 حصول قرآن شریف کے ساتھ قومی تعلق پیدا کرنے کے ساتھ وابستہ ہے، حروف قرآن  
 میں سے ہر حرف کو ایک ایسا دریا سمجھتا ہوں جو کعبہ مقصود تک پہنچانے والا ہے۔"

والسلام

صاحبزادہ گرامی خواجہ محمد عبید اللہ المعروف بہ مروج الشریعہ۔ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے  
 فرزند ثالث تھے، اپنے والد ماجد کی خدمت میں تمام کمالات حاصل کئے۔ ایک رسالہ یا قوتیہ آپ کی  
 تصنیف ہے۔ ۲۱ شعبان ۱۳۳۶ھ کو پیدا ہوئے۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ بروز جمعہ وفات  
 پائی۔ "قطب عالم رفت از عالم" تاریخ وصال ہے۔ (پہرہ احمد ذہبہ الخواطر جلد ۵۔ بحوالہ  
 تذکرۃ الانساب نقاضی شمس اللہ پانی پتی ۷)

مکتوب (۱۹۰) مخدوم زادہ گرامی محمد سیف الدین (ابن خواجہ محمد معصوم سرہندی) کے نام

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ - ہمارے حضرت (مجدد  
الف ثانیؒ) فرماتے تھے، کہ میں ایک دن نمازِ چاشت پڑھ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک  
"بلائے عظیم" میرے سینے سے برآمد ہوئی اور اس بلا کا "آشیانہ" بھی سینے سے نکال کر  
باہر پھینک دیا گیا۔ اور وہ "طلحات جو سینے کے گردا گرد تھے وہ بھی دور ہو گئے اور سینے کو  
ایک عجیب "انشراح" حاصل ہوا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ یہ بلائے عظیم "وسواسِ خناس" تھے جس  
کے شر سے پناہ مانگنے کا امر قرآن مجید میں ہے۔ "خطرات و وسوس" جو کہ اصولِ دین میں  
پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا سرچشمہ ہی "خناس" ہے، جو سینے میں آشیانہ بنا لیتا ہے اور ہر وقت

مخدوم زادہ گرامی محمد سیف الدین سرہندیؒ - آپ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے فرزند  
خامس ہیں۔ اپنے والد ماجد سے کسبِ فیض کیا، کلماتِ طاہری و باطنی، ارشادِ طالبان اور استقامت  
شریعت و ثباتِ طریقت میں اپنے باپ کی مانند تھے۔ ۱۲۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۹۶ھ  
کو ۴۴ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ سرہند میں گنبدِ کلال کے اندر دفن ہیں۔ "ہے ستونِ دینِ قاد"۔  
آپ کی تاریخِ وفات ہے۔ آپ کی اولاد میں آٹھ لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں۔ اپنے والد ماجد کے حکم سے  
دہلی میں اقامت اختیار کی۔ وہاں طالبین کا مرجع بن گئے۔ حضرت عالمگیرؒ نے ان سے ہی سلوک  
حاصل کیا۔ شیخ مراد بن عبداللہ نے ذیلِ رشحات میں لکھا ہے کہ :- آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر  
کے اندر اپنے زمانے میں بے نظیر تھے۔ آپ کے زمانے میں بدعتیں بلادِ ہند سے یک قلم نیست و  
نابود ہو گئیں۔ آپ کے والد نے آپ کا لقب محتسب الامت رکھا تھا۔ بادشاہ نے جب آپ کو قلعہ  
میں بلایا تو دیوارِ قلعہ کی پتھر کی تصویریں جب تک نہ توڑا دیں اس وقت تک قلعہ میں داخل نہ ہوئے  
شیخ مراد نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولانا سیف الدین قدس سرہ شریعتِ طاہری بھی بہت رکھتے تھے۔ اعلیٰ  
درجہ کا لباس پہنتے تھے۔ آپ کو دیکھ کر سلاطین و امراء ادب سے سرو قد کھڑے ہو جاتے تھے۔ آپ کے  
دستر خوان پر روزانہ دونوں وقت چودہ سو آدمی کھانا کھاتے تھے۔ (ماخوذ از نزہۃ الخواطر جلد ۵)

نیش زنی کرتا رہتا ہے۔ "کمال شرح صدرہ اس" "خناس" کے رفع کے بغیر ممکن نہیں، اس واقعے کے کچھ عرصے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حلقہ میں قرآن مجید سن رہا تھا میں نے محسوس کیا کہ اثنائے استماع میں بعض نامناسب و ناساوس میرے اندر ہیں، میں نے استغفار کیا اور حیرت زدہ ہوا کہ یہ کیا بات ہوئی، شاید زائل شدہ خناس پھر عود کر آیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ سینہ اسی لطافت پر ہے۔ بعد ازاں ظاہر ہوا کہ یہ "خناس" "خناس سینہ" کے علاوہ ہے، اور اس کا آشیانہ قلب میں ہے۔ اس کے رفع کرنے کی جانب متوجہ ہوا، میں نے دیکھا کہ "خناس" بھی تمام قلب سے باہر ہو گیا۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَالِي مَنْ لَدَيْكُمْ۔

مکتوب (۱۹۲) محمد عبدالشہید سرہندی، جامع مکاتیب کے نام (آخری حصہ)

بعض افراد امت کو بطریق تبعیت جو "چھول کمالات نبوت" ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نبی ہو جائے یا نبی سے مساوات پیدا کر لے، اس لیے کہ کمالات نبوت کا حصول امر دیگر ہے اور منصب نبوت کا حاصل ہونا دوسری چیز ہے۔ اس مضمون کی تحقیق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی

مکتوب (۱۹۳) مولانا محمد افضل کے نام (ابتدائی حصہ)

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفٰی۔ ہمارے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو مرض وفات سے پیشتر بخار اور کھانسی کی شکایت ہو گئی تھی۔ چند روز کے بعد اس

۱۰ آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے بڑے خلفاء میں سے ہیں۔



مرض سے صحت ہو گئی تھی، چنانچہ اصل حالت پر آگئے تھے اور بے تکلف مسجد میں حاضر ہوتے تھے، کم و بیش ایک ماہ کے بعد ایک ایسا بخار عارض ہوا کہ چھٹے روز اس دُنیا سے "دارالسرور" کی طرف رحلت فرما گئے .. .. والسلام

### مکتوب (۱۹۷) ملا سجاد کے نام: — (آخری حصہ)

تم نے لکھا تھا کہ اس جگہ کے لوگ بعد نماز پنجگانہ ہاتھ اٹھا کر "فاتحہ" پڑھتے ہیں، اور اس عمل کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے، اس کے ترک کرنے والے پر اعتراض کرتے ہیں۔  
مخدوما! اس قسم کا فاتحہ پڑھنا ہمارے بزرگوں کا عمل نہیں ہے اور اعمال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی یہ چیز نظر سے نہیں گذری۔ خزانۃ الروایات میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ "قِرَاءَةُ الْفَاتِحَةِ لِأَجْلِ الْمُهَيَّمَاتِ بَعْدَ الْفِرَاقِ بِذَعَةٍ" (مہمات کے لئے بعد فرائض فاتحہ پڑھنا بدعت ہے)۔ اور تم نے بعد نماز جمعہ مصافحہ کرنے کے متعلق بھی دریافت کیا ہے، جو وہاں مروج ہے؟

مخدوما! مصافحہ فی نفسہا تو مسنون اور "عمل بزرگ" ہے اور یہ وقت کا تعیین بدعت ہے۔ یہ مصافحہ وجہ حسن بھی رکھتا ہے اور وجہ قبح بھی۔ زیادہ سے زیادہ اباحت تک ہی معاملہ پہنچ جائے، جیسا کہ بعض نے کہا ہے تو بھی غنیمت ہے .. .. والسلام

### مکتوب (۲۰۰) صفوی نور بیگ کے نام

... ذکر کرنے میں کوئی غرض قبولِ خلق "یا" حصولِ احوال و مواجید میں سے

۱۰ اخون عبدالحق سجاد - آپ بھی حضرت عروۃ الرثقی کے خلیفہ ہیں، ظاہری و باطنی دونوں علوم کے ماہر تھے۔ شرح وقایہ بزبان فارسی آپ نے اپنے پیرومرشد کے نام معنون کی ہے۔

(روضۃ القیومیہ رکن دوم)

نہ ہوں چاہئے۔ بے غرضانہ ذکر کریں۔ اور "وقت نشاط" میں چند لوگوں کو "تلقین ذکر کریں  
 بطریق سفارت نہ کہ بطریق اصالت و خلافت۔ اور جن شرائط کو تم نے لکھا ہے، وہ تو  
 اس صورت میں ہیں جب کہ بطور خود تلقین کرو، لیکن اگر بطور سفارت ذکر کرو تو یہ  
 شرائط درکار نہیں ہیں، تم تو محض ایک ترجمان کی حیثیت رکھتے ہو۔ اور یہ تلقین تم  
 پر جبر نہیں ہے۔ تم کو اختیار ہے، اگر بے تکلف، انشراح صدر ہو، تو یہ کام انجام  
 دوورنہ کوئی ضرورت نہیں، تمہارے لئے جو ضروری ہے، وہ "دوام ذکر و مراقبہ"  
 ہے، دوسرے کی تکمیل تو اپنے کمال کی فرع ہے۔ یہ جو چند اشخاص کو ذکر کرانے کی  
 تم کو اجازت دے دی تھی، اس لیے تھی کہ اچھا ہے چند آدمی جمع ہو کر مشغول ہوں  
 تاکہ ایک کا فیض دوسرے پر منعکس ہو۔ تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی سالک کو خواب  
 میں پیر و مرشد اجازت تلقین دیدے اور "بزرگان گذشتہ" کی ارواح سے اجازت  
 ظاہر ہو تو یہ اجازت تلقین ہے یا نہیں؟

مخدوم!۔ اجازت تعلیم طریقت ہم معاملہ ہے، خواب سے کام نہیں چلتا ہے  
 تاوقتیکہ بیداری میں اجازت نہ ملے، صورت پذیر نہیں۔ اسی طرح احوال، مواجید، قطبیت  
 فردیت اور غوثیت کا معاملہ ہے کہ اگر یہ چیزیں خواب میں ظاہر ہوں تو اکابر کے  
 نزدیک معتبر نہیں، البتہ بیداری میں جو احوال و مواجید رونما ہوں، وہ معتبر ہیں۔ قطب  
 غوث وہ ہے جو خارج و بیداری میں ان دونوں منصبوں سے سرفراز ہو، اگر کوئی خواب  
 میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھے تو بادشاہ نہیں بن جائے گا تاوقتیکہ خارج میں بادشاہ نہ ہو۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

چو غلام آفتابم ہمز آفتاب گویم

ہاں یہ ضرور ہے کہ "وقائع و منامات صالحہ" بشارات اور مہجراستعداد ہیں۔ کبھی

"حقیقت استعداد" ظہور میں آجاتی ہے اور کبھی ظہور میں نہیں بھی آتی۔

## مکتوب (۲۰۲) حافظ محمد شریف کے نام

حافظ جی کو اس دور افتادہ کا سلام عافیت انجام! — دُعاٹے خیر سے مجھ کو بھول نہ جائیں۔ اس عمر چند روزہ کو اہم امور میں صرف کریں "احیائے لیالی" اور "گریہ سحری" کو مغنمات میں سے سمجھیں۔ شبہائے تار کو "انوارِ اذکار" سے روشن کریں۔ تجارت میں "صدق و امانت" کو ملحوظ رکھیں۔ "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّاجِرَ الصَّدُوقَ" (سچے تاجر کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے) یہ حدیث تم کے سنی ہوگی۔ "عقودِ فاسدہ و ربوبیہ" سے بچتے رہیں، اس بارے میں خاص اہتمام رکھیں، یہ مقام محلِ لغزشِ علماء ہے، چر جائیکہ غیر علماء .. .. علمائے مدین سے ایسے عقود و معاملات کی جانچ پڑتال کرتے، اور اس مبحث کی تحقیق کرتے رہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ سے اس "ورطہ" سے نجات کے طالب رہیں .. .. وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰى۔

## مکتوب (۲۰۲) اسد اللہ بیگ کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اللہ تعالیٰ "نیستی و بندگی" کا حسن جمال تمہارے آئینہ باطن پر جلوہ گر کر دے اور دعوائے تکبر سے نجات دے، بحرمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ بندہ جتنا احکامِ بندگی میں ثابت قدم ہوگا "نیستی ذاتی" اور "فقرِ جبلی" کا تصور اس پر جتنا غالب ہوگا۔ "ہستی" و کمالات اور خوبی کا ظہور اس کے حق میں اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

"وَ بِضِدِّهَا تَبَيَّنَ الْاَشْيَاءُ"

(چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں)

حُسن و جمال، غنا اور تمام کمالات بوجہ کمال، اللہ کے لئے ہیں .. .. اُس نے مخلوق کو "ذُل و نیستی" اور احتیاج کی صفت پر پیدا کیا ہے اور اپنے "کمالات و جود" کا

ایک پرتو بھی اُس پر ڈال دیا ہے، جس کسی نے اپنے آپ کو باوجود اس کمالِ عاریتی کے کمال و خیر خیال کیا اور قیدِ نفسِ امارہ میں پھنس گیا، وہ سعادتِ قرب سے محروم ہو گیا اور "بعد و حرمان" کے داغ میں مبتلا ہوا۔ "فَالْوَيْلُ لَكَ كَلًّا وَيْلٌ" اور جس کسی نے "کمالاتِ عاریتی" کو اس کے مالک کے سپرد کیا اور اپنے ذاتِ فقر و نیستی کو دیکھا، وہ دولتِ قرب و وصال سے بہرہ یاب ہوا، اس نے "دامِ نیستی" سے "صیدِ نیستی" کو حاصل کر لیا اور "راہِ ذلت" سے مقامِ عزت پر پہنچ گیا۔ "فَطُوبَى لَكَ وَبُشْرَى" اس کی پیدائش کا جو مقصد تھا اس کو پورا کیا، نعمتِ اس کے حق میں تمام ہوئی۔ اَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ الْآيَةَ رَأَى بَشَرًا مَرْدَةً، پس اس کو ہم نے زندہ کیا، اور اس کے لئے نور پیدا کیا کہ وہ اس نور کے ساتھ لوگوں میں چلتا ہے، اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے، جس کا عالم یہ ہے کہ ظلمات میں مبتلا ہے اور اس سے نکلنے والا نہیں، یہ آیتِ کریمہ اس شخص کا بیانِ حال ہے۔ . . . یہ کمال، کمالِ اتباعِ سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے۔

اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا كَمَالَ مَا بَعَثْتَهُ وَالثَّبَاتَ عَلَى مَحَبَّتِهِ وَتَوْحُّدِ اللَّهِ عَبْدًا قَالَ آمِينَ . . . والسلام

مکتوب (۲۰۶) شیخ عبداللطیف لشکر خانی کے نام (وعظ و تذکیر میں)

(یہ مکتوب عربی میں ہے)

بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلَاةِ . . . دوستوں سے امید ہے کہ وہ اتباعِ ہوا و شیطان کے باعث "تقاءِ حجن" کو فراموش نہ کریں گے، زمانہٴ صحت و فراغ کو غنیمت جانیں گے، تلاوتِ قرآن کریں گے، نفسِ برائیوں کو حکم کرنے والا ہے اور دنیا (درحقیقت) ایک بڑی زبردست جادوگرنی ہے، جس کا ظاہر پسندیدہ اور جس کی لذتیں مرغوب ہیں۔ آخرت فراموش کی ہوئی چیز ہے اور اس کی نعمتیں پوشیدہ ہیں۔ شیطان، نقد کو رواج دے رہا ہے اور

فقر و فقدان سے ڈرا رہا ہے۔ کیا عاقل کو خبر نہیں کہ دنیا "عاجلہ" ہے، اس کی متاع، فانی ہے اور آخرت کا فائدہ باقی اور پائیدار ہے قوت ہونے والا نہیں... (اے انسان!) تو نے تین چیزوں کو تین چیزوں پر ترجیح دے رکھی ہے یعنی تعبتِ نفس، شغلِ قلب اور ثقلِ حساب کو راحتِ نفس، فراغِ قلب اور خفتِ حساب پر ترجیح دیدی ہے، تو بدنِ فانی کی تعمیر میں مشغول ہے، نفسِ ظالم کا پیٹ بھر رہا ہے اور جنابِ سبحانی کی جانب توجہ کرنے کو فراموش کر بیٹھا ہے تو نے اپنے قلب کو لذاتِ فانیہ سے لبریز کر دیا ہے اور ابھی تک تجھ کو تیری آرزو میں صل نہیں ہوئی ہیں، ایک عقلمند سے یہ بات تعجب خیز ہے کہ وہ امورِ دنیا میں تو تدبیر کا اہتمام کرے لیکن امورِ آخرت کو تقدیر کے حوالے کر دے، کیا اس کو اس کا یقین نہیں کہ امورِ دنیا کی تدبیر ہی یہ ہے کہ تدبیر کو ساقط کر دیا جائے اور امورِ آخرت میں جدوجہد کرنا اور کوتاہی کو ترک کرنا ضروری ہے۔ کیا اس نے یہ نہیں سنا کہ دنیا کی حاجت کا ترک کر دینا ہی حاجت کا پورا ہونا ہے، کبھی ہے اس شخص کی جو دارالغزور (دنیا) میں مطمئن ہے اور یہاں کی خوشی پر فریفتہ ہے، وحشتِ قبر اور شدتِ یومِ قیامت کو بھول گیا، باطل میں ڈوبا ہوا ہے اور کتابِ مسطور فی رُقی منشور (قرآن مجید) سے اعراض کر رہا ہے، لہو و لعب کی طرف چلتا ہے اور بیتِ معمر کی طرف نہیں چلتا۔ "أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ۖ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۗ إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ خَبِيرٌ ۗ" (کیا انسان نہیں جانتا اس وقت کو جب کہ قبروں سے مردوں کو اٹھایا جائے گا اور ان بھیدوں کو جو سینوں میں چھپے ہوئے ہیں، ظاہر کیا جائے گا، بیشک رب الناس اس دن انہمازل کے احوال سے باخبر ہے)۔۔۔ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى۔

مکتوب (۲۱۰) میرک عباد اللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی کے نام

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَآلِهِ أَجْمَعِينَ۔

لہ آپ منطق کے مشہور صاحب تصنیف استاد میرزاہد کے صاحبزادے ہیں۔

علم جس سے مراد انکشاف ہے، دو قسم پر ہے :- ایک یہ کہ انکشاف کے ساتھ ساتھ احاطہ بھی ہو۔ دوسری قسم یہ ہے کہ محض انکشاف ہو احاطہ نہ ہو۔ وہ علم جو "مکن" سے تعلق رکھتا ہے قسم اول میں داخل ہے اور جو علم "واجب" سے متعلق ہے وہ از قسم ثانی ہے۔ اس دوسرے علم کو "ادراک بسیط" کہتے ہیں۔ "عدم احاطہ" کی علامت و شناخت یہ ہے کہ کیفیت "درک" میں نہ آئے۔ "رویت اخروی" علم کی قسم ثانی ہے، کیونکہ وہاں محض انکشاف ہے، بغیر کیفیت معلوم ہوئے، اور کیفیت معلوم بھی کیسے ہو۔ حق تعالیٰ تو کیفیت سے منزہ ہے۔ **تَعَالَى شَانُهُ وَعَنْ بِنِ هَانُهُ**۔ والسلام

### مکتوب (۲۲۵) حاجی محمد عارف کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ حَامِدًا لَهُ وَصَلِيًّا عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَلِيمِ — تم نے لکھا تھا کہ حقیقت نماز کو کیا عرض کروں، نماز کی ادائیگی میں وہ لذت حاصل ہوتی ہے کہ اس کی تشریح نہیں کی جاسکتی، تکبیر اولیٰ کے وقت ہی محویت طاری ہو جاتی ہے اور سوائے مشاہدہ حق کے کوئی شعور باقی نہیں رہتا، نیز بعض اوقات ایک ایسا نور قلب سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا اس نے تمام عالم کو منور کر دیا ہے۔

مخدوم! — نماز سے لذت یاب ہونا بڑی نعمت ہے، ہمارے حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ "غیر نعمتی کو نماز میں لذت پتھر نہیں، علی الخصوص فرائض میں، اس لیے کہ ابتداء میں زیادہ سے زیادہ نفلی نمازوں میں لذت محسوس ہوتی ہے۔" لیکن "نہایت النہایت" (آخر) میں یہ نسبت فرائض سے مربوط و متعلق ہو جاتی ہے۔ ع

"ایں کار دولتست کنوں تا کرادہست"

حضرت مجددؒ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ "جو لذتِ ادا کے نماز کے وقت حاصل ہوتی ہے،  
نفس کو اس میں بالکل دخل نہیں ہوتا۔" ع

"هَيْئًا لَا زَبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا"

اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ "نماز کا رنبہ دنیا میں ایسا ہے جیسا کہ آخرت میں رویتِ باری  
تعالیٰ کا۔" اور یہ بھی فرمایا کہ "تمام عبادات، وسائلِ نماز ہیں اور نماز مقاصد میں ہے۔"

والسلام

مکتوب (۲۲۷) میرزا امان اللہ کے نام

.. .. بٹی آدم کو جو امتیاز و فضیلت تمام "اجناسِ موجودات" میں حاصل ہے  
وہ ازراہِ عشق ہے ع

درد را جز آرمی در خورد نیست

انسان، جتنا زیادہ "موردِ درد و محبت" ہوگا، معیت و قرب میں بھی کامل تر ہوگا، (از روئے  
"الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ" — معیت، محبت صادق کر ہر وقت نصیب ہوتی ہے  
مردِ کائنات فخرِ در عالم صلے اللہ علیہ وسلم باوجود محبوبیتِ ذاتیہ "روامِ حزن" اور  
"تواصلِ فکر" کے ساتھ موصوف تھے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے — اور جو شخص  
بھی اس درد سے بے نصیب ہے، وہ چوپائے کے حکم میں ہے، بلکہ اس سے بھی کم درجہ  
اور گراہ تر ہے .. .. والسلام

مکتوب (۲۲۸) مولانا محمد صدیق کے نام

(اجیائے سنت و امانتِ بدعت کی ترتیب و تخریص میں)

عہدِ اربابِ نعمت کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — حَامِدُ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَ مُصَلِّیْنَا عَلٰی  
 وَ سَلٰمِ الْکَرِیْمِ — اس وقت عہد نبوت سے دوری اور قرب قیامت  
 کی وجہ سے بدعت شایع ہوتی جا رہی ہے اور بدعت کی ظلمتیں عالم پر محیط ہیں، سنت  
 غریب و نادر ہو گئی ہے اور اس کے انوار، مستور ہو رہے ہیں۔ "سُننِ مَترَدِکَہ" کے زندہ  
 کرنے اور علوم شرعیہ کے پھیلانے کے لئے کمرِ تہمت خوب مضبوط باندھو، اور اس امر کو  
 وسیلہ کمالِ رضا مندی حق تعالیٰ بنا لو، نیز "قربِ بارگاہِ محمدی" کو بھی اسی عمل سے  
 ڈھونڈ ٹھو۔ یہ مضمون حدیث ہے کہ :- جو شخص میری ایسی سنت کو جو "متروکہ العمل"  
 ہو گئی ہے، زندہ کرے گا، اس کو سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ اچھا سنت کا پہلا  
 درجہ تریہ ہے کہ اس سنت پر خود عمل کرے اور اعلیٰ درجہ اس سنت کی نشر و اشاعت  
 اور دوسروں کو اس پر عمل کرانے کی کوشش کرنا ہے .. .. والسلام

مکتوب (۲۳۰) بنام پیرزادہ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ ابن خواجہ باقی باللہ

دہلوی معروف بہ خواجہ خرد

(درمیان سے)

.. .. مشفقاً! — آپ معارفِ توحید و جود سے جو کچھ جانتے ہیں۔ شوق سے لکھیں۔  
 یہ حالِ شریف ہے کس کو مجالِ سخن ہو سکتی ہے، کیونکہ اکابر اہل اللہ نے اس توحید و جود سے

۱۔ خواجہ خرد رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی کے چھوٹے صاحب زادے ہیں، ہنوز آپ  
 کم سن تھے کہ آپ کے والد صاحب کا وصال ہو گیا۔ عمر کے ابتدائی مراحل طے کر کے سنِ رشد میں حضرت مجدد  
 الف ثانیؒ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے اجازت حاصل کی، بعد ازاں خواجہ حامد الدین اور شیخ  
 الہداد سے (جو حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلفاء تھے) اجازت اور اخذ طریقہ کی سند حاصل کی اور درس و  
 تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم فاروقی دہلویؒ اور ان کے چچا

باقی صفحہ ۱۶۳ پر



کو بیان کیا ہے، اگرچہ ازراہ سکر و غلبہ محبت ہی سہی۔ حضرت جد امجد (حضرت شیخ عبد اللہ قدوسیؒ) توحید و جود میں قدم راسخ رکھتے تھے، اور (اس مضمون میں) تصانیف عالم بھی تالیف فرمائی ہیں، لیکن آداب شریعت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا، جیسا کہ محققین کا طریقہ ہے۔ بہر حال دوسروں کی نفی کرنا اور حق کو اپنے علم میں ہی محصور و محدود رکھنا اور اس کے علاوہ کو محال سمجھنا آپ جیسے حضرات سے بہت زیادہ محلِ تعجب ہے۔

مکتوب (۲۳۳) شیخ عبد الہادی فاروقیؒ بدایونی خلیفہ مجدد الف ثانیؒ

کے نام (فضیلت و خدمت درویشان میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوةِ وَتَبْلِغِ  
الدَّعَوَاتِ۔ احوال فقرائے اہل حدرد مستوجب حمد ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کی  
سلامتی و استقامت کی درخواست ہے۔ مدت ہو گئی کہ آپ نے اپنے احوال سے

شیخ ابراہیم رضا دہلویؒ، سید مبارک محدث بگرامی اور سید کمال سنبھلیؒ وغیرہم نے آپ سے علمی و  
روحانی فیوض حاصل کئے۔ ۱۵ جمادی الاول ۱۳۲۲ھ کو وصال فرمایا۔ اپنے والد کی درگاہ کے احاطے  
میں دفن ہوئے۔ (ماخوذ از اسرارِ قلمی و انکسار العائین ماثر الکرام مؤلف آزاد بگرامی) ان کا توحید و جود  
کی طرف رجحان تھا۔ اس سلسلے میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ سے مکاتبت فرمائی، سوال جتنا اہم تھا،  
جواب بھی اتنا ہی اہم ہے۔ حضرت سریندی نے اس مکتوب میں بہت دقیق اور اعلیٰ درجہ کی بحث  
فرمائی ہے۔ انتخاب میں بقدر ضرورت پر اکتفا کیا گیا۔

لے آپ بدایوں کے فاروقی النسب بزرگتہ آپ بھی حضرت خواجہ باقی باللہ دہلویؒ کے اُن مریدین میں  
سے ہیں، جن کی تربیت باطنی حضرت مجدد الف ثانیؒ سے متعلق ہوئی تھی۔ انکسار و افتقار آپ کا  
طرہ امتیاز تھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جو مکاتیب اپنے پیر و مرشد کو لکھے ہیں اُن میں آپ کی  
ترقی باطنی کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ حضرت مجدد نے آپ کو خلافت عطا فرمائی تھی۔ آپ کا انتقال

(باقی صفحہ ۱۶۴ پر)

کوئی اطلاع نہیں دی، خدا کرے کہ خیریت ہو، کیا عجیب نعمت ہے، یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو بڑھاپے اور زمانہ ضعف میں آثارِ قبولیت کے ساتھ مزین فرمادے اور اس کے نزدیک کو اس کا شاہد عادل بنا دے۔ منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک ناسق کو خواب میں اس کے مرنے کے بعد دیکھا اور اس کے حالات دریافت کئے، اس نے کہا کہ مجھے بخش دیا گیا۔ سائل نے ازراہ تعجب پوچھا۔ کس عمل کی وجہ سے؟ اس نے کہا کہ ایک روز حضرت بایزید بسطامیؒ نے بعد نماز عصر دعا کے لیے ہاتھ اٹھا رکھے تھے، میں بھی اس دعا میں شریک تھا اور ہاتھ اٹھا کر آمین کہتا جاتا تھا، اس دعا کے طفیل میں مجھے بخش دیا گیا۔ پس آپ جیسے درویشوں پر رشک و غبطہ کرنا چاہیے کہ دوستانِ خدا کی دوستی میں اپنے "موتے سیاہ" کو سفید کر لیا اور ان کے دل میں جگہ بنائی۔ اس امر عظیم القدر کو تھوڑا خیال نہ کرنا۔۔۔

### مکتوب (۲۳۲) خواجہ محمد ہاشم کے نام

(ان کے والد خواجہ محمد ہاشم کی تعزیت کرتے ہوئے)

.. اللہ تعالیٰ کے فعل پر راضی و شاداں اور جادۂ شریعت پر ثابت قدم رہیں، سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہوں، اپنے والد کے "اوضاع پسندیدہ" کو ہاتھ سے نہ دیں، پانچوں نمازوں میں اول وقت حاضر ہوں۔ اپنی والدہ نیز تمام اہل حقوق کی رضا جوئی میں کوشش کریں۔ موسمِ جوانی "کو غنیمت جانیں اور اپنی پوری کوشش مرضی حق تعالیٰ کے حاصل کرنے میں صرف کر دیں۔ قوتِ جوانی کو اپنے آقائے حقیقی کی خدمات میں صرف کریں۔ ایامِ ضعف و پیری میں کیا کام ہو سکتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان ایام کو یونہی گزار دیں، ہو و لعب اور عیش و عشرت میں پڑ جائیں، وقتِ عیش تو آگے آ رہا ہے:- "اللَّهُمَّ

۹ شعبان المعظم ۱۰۴۱ھ میں ہوا، مزار مبارک بدایوں میں خرم شاہ کے نیکے میں ہے۔

(زبدۃ المقامات، تذکرۃ الواصلین، آثارِ اولیائے شہر بدایوں)

لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ "یہ وقت، وقتِ کار ہے، نیک کاموں کے کرنے میں گوشہ نشین  
 کریں اور سوائے مولیٰ تعالیٰ اور اس کی رضا کے اور کوئی مقصود نہ رکھیں، فقر و مسکینی کو  
 جان و دل سے دوست رکھیں، نامرادوں اور دردمندوں کی ہم نشینی اختیار کریں۔ "صلحاً و  
 درویشان" کو بدل و جان عزیز اور ان سے مجالست رکھیں۔ "وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ  
 يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ الْآيَةُ" (روک اپنے آپ کو  
 ایسے لوگوں کے ساتھ جو یاد کرتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، چاہتے ہیں اللہ کی مرضی  
 کو) اہل دنیا اور دنیا کے ٹھاٹ پر ہرگز "گوشہ چشم" نہ ڈالیں اور دنیا کے ٹھاٹ کو حقیر و  
 ناچیز اور ستم قابل تصور کریں۔ طلباء کی خدمت حتی الامکان خود کریں اور جہاں تک ہو سکے  
 دوسروں پر ان کو نہ چھوڑیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ مَنْ لَّدَيْكُمْ۔

## تلخیص و ترجمہ جلد سو

# مکتوبات معصومہ

مؤتَبہ: حاجی محمد عاشور بخاری حسینی

مکتوب (۱) حضرت شیخ محمد سعید سرہندی برادر کلال کے نام

(در ذکر لوازم شوق و محبت)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ —

”آمد ازاں جناب ضعیف بسوئے من“

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ — بعد از تقدیم مراسم عقیدت و

عہ آپ حضرت مجدد الف ثانی کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ ۱۰۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے صلاح و تقویٰ کا پیکر تھے۔ اپنے والد بزرگوار، اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادق سرہندی اور شیخ طاہر لاہوری سے تعلیم حاصل کی، حتیٰ کہ تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت تامہ پیدا کر لی۔ تحصیل علم کے زمانے ہی میں حضرت مجدد کی توجہ سے نسبت نقشبندیہ سے مشرف ہوئے۔ ۱۰۱۰-۱۰۱۸ سال کی عمر سے درس دینا شروع کر دیا تھا اور معقول و منقول کی شکل سے مشکل کتابیں پوری مستعدی سے پڑھائیں۔ بعض کتابوں پر حواشی لکھے ہیں۔ ان میں سے ایک تعلیقات مشکوٰۃ المصابیح بھی ہے۔ فقہ میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور دقت سے دقیق مسائل معمولی توجہ سے حل فرمایتے تھے، آپ کی وفات ۱۰۲۴ جمادی الاخریٰ ۱۰۲۴ھ کو ہوئی، مزار مبارک سرہند میں ہے (ماخوذ از روزنہ القیومیہ رکن اول)

نیاز مندی عرض ہے کہ عنایت نامہ گرامی کے ورد سے، جو کہ ملاطہاہر کی معرفت اس مسکین بے تسکین کے نامزد تھا، سعادت مند ہوا۔ اس مکتوب میں ازراہ تملطف و مخلص پروری "مقدمات شوق آمیز" اور "ققرہ ہائے عشق انجیز" مندرج تھے، اس کے مطالعے نے آتش مشتاقان کو دو چند اور "شعلہ فراق" کو سر بلند کر دیا۔ .. بیشک لطف محبوب (حقیقی) بھی اس کے استغناء کی طرح سے عشق افزا اور آتش انجیز ہے۔ مشتاقوں کی حالت سوختہ کو ہندی کا یہ مصرع خوب بیان کرتا ہے۔

"چونے کی سی کانگری جب چھڑکوں تب آگ"

یعنی دل عاشق چونے کی ڈلی کی طرح ہے کہ جب اس پر پانی چھڑکا جائے، مثل

آگ کے ہو جاتی ہے)

عاشق مسکین کو نہ تاب عتاب ہے نہ طاقت عنایت، نہ برداشت قہر ہے نہ یار

مہر

"کہ وصل از ہجر باشد جانساں تر"

(۱) "لَنْ كَشَفَهُ لَأَخْرَقَتْ سَبْحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصْرُهُ مِنْ

خَلْقِهِ"

یہ حدیث میرے بیان کی گواہ ہے

گیرم کہ بغم خاڑے مایا رخسار آمد

کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد

بخش شہائے شاہ کو اس کے شتران بار بردار ہی اٹھایا کرتے ہیں۔ ہستی عاشق جب

تک درمیان میں ہے موردِ صد بلا ہے۔ اس کی درستی، نیستی میں اور اس کی خیریت، سلب

خیریت میں مضمر ہے۔ بھلا ایسا شخص، جس کی نفی کمال میں کمال چھپا ہوا اور جس کی

۱۔ یعنی پردہ حق تعالیٰ ایک نور ہے گردہ اس پردے کو اٹھائے تو یقیناً اس کے انوار ذات تمام

مخلوق کو جلا کر خاک کر دیں (یہ حدیث مسلم شریف کی ایک حدیث طویل کا جز ہے، اس کے اول سے مجاہد النور)

"نیستی" میں بہتری ہو، اپنے مولاد آقا کے کمال و جمال سے کس طرح خبردار ہو سکتا ہے؟۔ مگر  
ہاں! وہ شخص جو "دامِ نستی" سے "عمیدِ ہستی" کرے، اور وجودِ موبہوب کے ساتھ موجود ہو۔  
(خبردار ہو سکتا ہے)۔۔۔ بات طویل ہو گئی ہے۔

بسنده باید کہ حدّ خود داند

آپ نے اس مسکین کی آمد کا انتظار ظاہر کیا ہے

"از دست یک اشارہ از ما بسر و دیدن"

یہ تو عین سعادتِ فقیر ہے کہ خدمتِ والا میں پہنچے اور برکاتِ صحبت سے مستفیض ہو۔

### مکتوب (۳) شیخ محمد خلیل اللہ کے نام

(اپنے برادرِ کلاں شیخ محمد سعید کے مناقب و آثار میں)

تَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَاٰلِہٖ وَنَسَلِہٖمُ (برادرِ شیخ محمد سعید)

کے (ازرا) بچپن ہی سے آثارِ قبول و کرامت ظاہر اور اطوارِ ولایت و نجابت ہویدا تھے۔ حضرت  
قطب الولاية خواجہ محمد باقیؒ کے زمانہٴ حیات میں آپ چونکہ خرد سال تھے۔ اس لئے ان کی خدمت  
میں نہیں پہنچ سکے تھے لیکن خواجہؒ نے ان کے حق میں فرمایا تھا کہ محمد سعیدؒ ہم پیشہ و ہمکار ہے  
اس نے غائبانہ ہم سے نسبت حاصل کر لی ہے۔

۱۔ شیخ محمد خلیل اللہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزندِ خازن الرحمۃ حضرت شاہ محمد سعید مرہندیؒ کے  
صاحبزادے اور حضرت خواجہ محمد معصوم عودۃ الوثقی کے بھتیجے ہیں۔

(۱) زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے تھے کہ محمد سعید چار پانچ سال کے ہوں گے  
کہ بیمار پڑ گئے۔ میں نے ان غلبہٴ ضعف کی حالت میں دریافت کیا کہ بٹا کیا چاہتے ہو؟ بے اختیار جواب دیا کہ  
حضرت خواجہؒ (باقی باللہ) کو چاہتا ہوں۔ میں نے یہ کلمات حضرت خواجہؒ کو لکھ بھیجے۔ حضرت قدس سدا  
نے تحریر فرمایا کہ: تمہارے محمد سعید نے ہماری نسبت غائبانہ طور پر اچک لی ہے۔

## فِي الْمَهْدِ يَنْحَلِنُ عَنِ سَعَادَةِ جَدِّهِ

آپ نے ظاہری و باطنی کمالات اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاصل کئے ہیں۔ ستر سال کی عمر میں علوم ظاہرہ، معقولہ و منقولہ کی تحصیل کو درجہ کمال تک پہنچا دیا تھا۔ والد بزرگوار کی طرح کمال تقویٰ سے آراستہ، متابعت سنت اور "عمل بعزیمت" سے پر راستہ ہیں۔ نبوی کلام، تو اضع تمام، معانی کی خبر گیری کا اہتمام، بذل موجود اور نفی وجود ان کا مشہورہ اور طریقہ ہے۔ قرآن مجید کو سندِ عال کے ساتھ تجویداً لیکھا ہے۔

حدیث نبوی "عَلَى مَضَدٍ هَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ" میں سندِ جید اور رتبہ اعلیٰ رکھتے ہیں۔ فقہ میں بھی ادنیٰ استعداد ہے۔ حضرت ایشاں (مجدد و صاحب) کو اکثر اوقات جب کسی فقہی مسئلے کی تحقیق کرنی ہوتی تھی تو ان سے اس مسئلے کی وضاحت طلب کرتے تھے۔ جب یہ "حل مشکلات مسائل" کر دیتے تھے اور بعض پیچیدہ مسئلوں میں راہِ خلاصی نکال دیتے تھے تو حضرت والا بہت خوش ہوا کرتے تھے اور ان کے حق میں دعائیں کیا کرتے تھے۔ حضرت والا کی زندگی ہی میں یہ مراتب کمال و تکمیل کو پہنچ گئے تھے اور ان کی موجودگی ہی میں خلافت حاصل کر کے تعلیمِ طریقہ اور ارشادِ طلبہ کا کام انجام دینے لگے تھے۔ کمال "عقل معاد" کے ساتھ "عقل معاش" میں بھی درجہ کمال رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ایشاں "اکثر امور میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے اور ان کی رائے کو پسند فرماتے تھے۔ امور باطن میں بھی یہ حضرت والا کے راز دار تھے۔ حضرت مجددؒ کے جو اسرار ان کے درمیان رکھتے تھے ان اسرار میں در سر اکہ شریک ہوتا تھا، ان کو حضرت مجددؒ کے اسرارِ غامضہ اور معاملاتِ خاصہ کے ذریعے بشارت دی گئی ہے۔ امراض ظاہری والے ان کی توجہ سے شفا پاتے ہیں اور امراض باطنی والے ان کے تصرف سے جمعیت قلب کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ . . . والسلام

مکتوب (۶) سلطان وقت حضرت آوزنگ نیر عالمگیرؒ کے نام:

(در ذکر مواعظ و ادائے شکر نعمت امن و امان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — بعد حمد و صلوة

(۱) یہ لڑکا اپنے گوارے میں اپنی سعادت بخت کو بیان کر رہا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ دُور چلے گئے اور یوں فرمایا کہ اے معاذ! میں تجھے نفوی اللہ صدق کلام، وفا سے عہد، ادا سے امانت، ترکِ خیانت، رحم پر تمیم، حفاظتِ ہمسایہ، ضبطِ غصہ، نرمی کلام، بذلِ سلام، زومِ امام، تفقہ فی القرآن، محبتِ آخرت، خوفِ حسابِ آخرت، کوتاہی آرزو، اور حسنِ عمل کی وصیت کرتا ہوں۔ اور منع کرتا ہوں اس بات سے کہ کسی مسلم کو برا بھلا کہے یا کسی کا ذب کی تصدیق کرے اور صادق کی تکذیب کرے یا امامِ عادل کی نافرمانی کرے اور فساد فی الارض میں حصّہ لے۔ اے معاذ! اللہ کا ذکر، ہر شجر و حجر کے قریب اور ہر گناہ کی توبہ کر، پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ طور پر اور علانیہ کی علانیہ طور پر۔ (رواہ البیہقی فی کتاب الزہد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ: "یا رسول اللہ! میں خادم کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟ پس سکوت فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا کہ کتنی مرتبہ معاف کروں؟ تو فرمایا کہ۔ ایک دن میں ستر مرتبہ۔ (رواہ مسلم فی صحیحہ)

کمترین دعا گویانِ نیاز مند۔ حضرت سلطان الاسلام، ظل اللہ تعالیٰ علی الانام، باسطِ جہادِ العدل والانصاف، ہادمِ اساس الجور والاعتساف، امیر الامین انار اللہ برہانہ کی خدمت میں لکھتا ہے اور اظہارِ نیاز مندی و خاکساری کرتے ہوئے نعمتِ امن و امان، رونقِ اسلام اور قوتِ شعائرِ اسلام کے ظہور پر شکر و ثنا کرتا ہے، نیز آپ کے لیے درازی عمر، شوکت و ظفر اور نصرت کی دعا اپنے زاویہ نامرادی اور گوشہ شکیستگی میں درویشوں کے ساتھ کرتا رہتا ہے، چونکہ یہ دعا خلوصِ دل سے ہے اور پسِ پشت ہے، اس لیے امید ہے کہ قرینِ قبولیت ہوگی۔ آفتابِ دولت و سلطنت برافقِ مجد و علی تاباں بادِ بالنبی الٰہی و الیہ الا فجا د علیہ و علیہم الصلوٰت و التسلیمات و التحیات و البرکات۔

(۱) ظاہر حدیث سے متشکک کر کے بعض نے فرمایا ہے کہ علانیہ گناہ کی توبہ علانیہ کرنا ضروری ہے اور محققین کے نزدیک یہ امر استنباطی ہے۔ (حاشیہ حصصِ حصین)



مکتوب (۹) قاضی عنایت اللہ کے نام (نصائحِ ضروریہ میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی وَالصَّلٰوَةُ  
وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ كَمَا یُحْرٰی۔

اما بعد۔ صحیفہ گرامی جو اس مکین کے نامزد تھا، اس کے ورود سے خوش اور شرف  
ہوا۔ مخدوما! ماسوی اللہ میں گرفتار ہونا امراضِ قلبیہ میں سے شدید ترین مرض ہے، اس  
کے ازالہ کی فکر کرنا بہت ضروری ہے۔

درخانہ اگر کس ست یک حرف بس است

مکتوب گرامی پہنچنے اور مطالعہ کرنے کے بعد گم ہو گیا، جو اب میں توقت اس وجہ سے  
ہوا کہ وہ خط مل جائے تو دوبارہ اس کو دیکھ کر جواب لکھا جائے، لیکن ابھی تک وہ خط  
نہیں مل سکا، ناچار چند کلمات لکھتا ہوں۔ تم نے اظہارِ شوق کیا تھا اور اپنے دردِ دل کی  
خبر دی تھی، اس شوق کو نعمتِ عظمیٰ اور اس درد کو سرمایہٴ سعادت تصور کرو۔ ایک  
دریش نے فرمایا ہے کہ اگر نخواستے داد، ندادے خواست "یعنی اگر اللہ دینا نہ چاہتا تو  
طلب کا مادہ نہ عطا کرتا۔"

اللہ تعالیٰ آتشِ شوق کو شعل اور شعلہٴ طلب کو سر بلند کر دے، یہاں تک کہ اپنے  
ماسوا سے بیگانہ بنادے اور بے فائدہ کشمکش سے رہائی بخٹے... .. بزرگوں کا مقولہ ہے  
"دست بکار، دل بیار"۔ حضرت حق کا محلِ نظر دل ہے۔ دل کو پاک صاف رکھا جائے اور  
اُسے ماسوائے حق کے التفات سے یکسو کر دینا چاہئے۔

ذکر گو ذکر، تا ترا جان ست      پاکی دل زد ذکرِ رحمان ست

وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَّعَلٰی سَابِیْنِ مَنْ اَتَّبَعِ الْهُدٰی

مکتوب (۱۱) محمد باقر لاہوری کے نام (نصائحِ ضروریہ میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — صحیفہ گرامی جو ازراہِ محبت ارسال کیا

تھا پہنچا۔ خوش وقت کیا۔ اسی طریقے سے اپنے حالات لکھتے رہا کرو کہ یہ توجہ غائبانہ کا ذریعہ ہے۔ جو کچھ اپنی سرگزشت لکھی تھی اور مقدمات طلب کا ذکر کیا تھا کہ اولاً وساوس کا هجوم ہوا، پھر وساوس میں قلت ہو گئی، نیز حالاتِ ملاوتِ ذکر اور ظہورِ شوق و ذوق کے متعلق جو کچھ لکھا تھا یہ سب باتیں معلوم ہوئیں۔ کسی نے خوب کہا ہے:

بوصلش تارسم صد بار از پا انگشت شوقم

کہ نو پر وازم و شایخ بکندے آشیان دارم

جب تم اس راستے میں آئے ہو تو مردانہ داراؤ اور طلبگاری کے جو لوازم ہیں ان کو پورا کرو۔ شریعتِ غزالی کے ”عودہ و ثقی“ کو ہاتھ سے نہ دو۔ سنن نبویہ کو دانتوں سے منبھوٹ پکڑو۔ بدعت سے اور صحبتِ بدعتی سے بچتے رہو۔ کبریت کو خدمتِ مولاؑ کے حقیقی جلالِ سلطانہ میں کس کر باندھ لو۔ درگاہِ قدس کی جانب کمالِ توجہ کو بڑی نعمت سمجھاؤ جو چیز بھی اس دولتِ معنوی کی مانع اور منافی ہو اس سے سینکڑوں کوس دور بھاگو، محبت و اطاعتِ شیوخ پر قائم رہو کہ اس راہ کا مدار، اہل کی محبت و اطاعت پر ہے۔ جس قسم کی اجازت تم کو دے دی گئی ہے۔ اس کے موافق عمل کرو۔ یہ اجازت اس لئے دی گئی ہے تاکہ چند آدمی کی مشغولِ ذکر رہیں۔ ہمارے طریقے میں تنہا بیٹھنے سے یہ روش بہتر ہے (کہہ لیا کئی اشخاص مشغولِ ذکر ہوں) تاکہ ایک دوسرے کا فیض ایک دوسرے پر منعکس ہو۔ یہ بات مجازلہ (جس کو اجازت دی گئی ہے) کے کمال پر موقوف نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ ”سیرِ حلقتہ“ ہوتا ہے، اس ضمن میں خود اس کی تربیت بھی ہے اور اس کے مسترشدین کی تربیت بھی۔ حق سبحانہ درجاتِ کمال و اکمال میں ترقی عطا کرے اور خود بینی و پندار سے چھٹکارا دے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ سَائِرِ سَائِرِ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ وَالْتَزَمَ مَتَابَعَةَ الْمُصْطَفَىٰ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ وَالْبَرَكَاتُ الْعُلَىٰ۔

مکتوب (۱۱۲) اسلام خاں کے نام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْاَعْلَىٰ وَالصَّلَاةُ

سے میرضیاء الدین حسین بن محمد حافظ البخشئی الدہلوی۔ اسلام خاں شاہی خطاب تھا۔ عالمگیر کے باقی صفحہ ۱۷۱ پر

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ وَسُؤْلُهُ الْمُنْتَبِي وَعَلَى سَائِرِ عِبَادِهِ الَّذِينَ اضْطَفَى  
التفات نامہ گرامی، جو بذریعہ ڈاک چرائی بھیجی تھا۔ پہنچا۔ چونکہ اس خط سے ان مشفق اور  
اس کے متعلقین کی سلامتی کی اطلاع مل، اس لیے سبب فرحت فراداں ہوا۔ میری طرف سے  
کم کم خط پہنچنے کی تم نے شکایت لکھی ہے۔

مگر بابا! فقیر اس معاملے میں بہت کاہل واقع ہوا ہے۔ علاوہ ازیں اس طرف کے جانے  
والے بھی کم ملتے ہیں۔ اُمید ہے کہ مجھے معذور رکھو گے۔ خدا نہ کرے کہ تمہاری نسبت میں کوئی  
فتور اور محبت میں کوئی قصور آئے، بلکہ اُمید ہے کہ جتنا زمانہ بڑھتا جائے گا، نسبت معنوی  
بڑھتی جائے گی اور جتنے ایام گزریں گے آتش شوق مشتعل ہوتی جائے گی اور بادۂ محبت جوش  
میں آجائے گا۔

"شرابِ کہنہ مالذتِ دگر دارد"

قدیم ملازم تھے، ان کی شاہزادگی کے زمانے میں دیوان سرکار شاہی سے منفر تھے۔ بہت دلیر تھے۔ بہت سی  
جنگوں کو فتح کیا تھا۔ سال چہارم جلوس عالمگیری میں صوبہ داری کشمیر ان کے سپرد ہوئی، پھر صوبہ اکبر آباد  
راگرہ کی صوبہ داری سے ممتاز ہوئے۔ اگرہ میں ایک ماہ بھی نہ گذرا تھا کہ ۱۸۵۷ء میں داعی اجل کو  
بتیک کہا اور مسافر ملک بقاء ہوئے۔ غنی کشمیری نے ان کی تاریخ وفات یوں کہی ہے:

"مرد اسلام خان والا جاہ"

صاحب المعارف والایقان میر محمد نعمان اکبر آبادی (۱۸۰۲ء) جن سے خان مذکور کو بہت اعتماد تھا، کے مقبرے  
میں مدفون ہوئے۔ اپنی حیات میں ایک مسجد نزدیک مزار میر محمد نعمان تعمیر کرائی جس کی تاریخ ان الفاظ  
سے برآمد ہوتی ہے: "بانی اسلام خاں بہادر"۔ عبدگاہ کشمیری بھی ان ہی اسلام خاں کی بڑائی ہوئی  
ہے۔ ان کے لڑکے نعمت خاں بخشی میر عیسیٰ تھے اور ان کی لڑکیوں میں ایک میرابراہیم ولد میر محمد نعمان  
کو منسوب ہوئی تھیں۔ اسلام خاں بڑے صاحب کمال تھے۔ آپ شاعر بھی تھے۔ یہ شعر آپ کا مشہور ہے:

دستے پیدا کن اے صحرا کہ اشب در غمش      شکر آہ من از دل خمیر بیرون می زند

(ماثر الامراء جلد اول، نثر بہ انخواطر جلدہ، قاموس الثہیر جلد اول)

برخیزد کہ "کُلُّ جَدِيدٍ لَدَيْدٌ" مشہور بات ہے، لیکن محبت جس قدر کمزور اور  
دیرینہ ہوتی ہے، نشہ دیکر لاتی ہے اور اثرات بے اندازہ بخشتی ہے۔۔۔

والسلام

## مکتوب (۱۱۵) اسلام خاں کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — بعد حمد و صلوة — احوال و اوضاع فقرائے این  
صدد مستوجبِ حمد ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے تمہاری ظاہری و باطنی سلامتی و استقامت چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد  
ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ**۔ پس  
ضروری ہے کہ انسان اپنے حاصل کار اور نقد روزگار میں تامل کرے اور خوب اچھی طرح دیکھے کہ  
روزِ موعود (قیامت) کے لیے جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی۔ اُس نے کیا مہیا کیا ہے؟  
اور یہ بھی دیکھے کہ اُس کے حسنات میں سے کونسا عمل قابلِ قبول ہے اور کونسا لائقِ رد ہے۔ اللہ  
تعالیٰ نے آدمی کو عیث اور مہمل نہیں پیدا کیا ہے اور نہ اس کو بے تکمیل چھوڑ دیا ہے کہ جو جی چاہے  
کرے اور جس طرح چاہے زندگی گزارے۔ انسان کی تخلیق کا مقصد، وظائفِ بندگی کی ادائیگی اور  
تعمیلِ فنا و نیستی ہے جو کہ حاصلِ معرفت ہے۔ حق تعالیٰ "دینِ خالص" چاہتے ہیں، شرکت پر  
راضی نہیں ہیں، وہ مخالفتِ نفس کا بھی مطالبہ کرتے ہیں اور ہم بوالہوس ہیں کہ مرادِ نفس کے  
چھپے پڑے ہوئے ہیں اور لذتِ عاجلہ کی تحصیل میں گرفتار ہیں۔ **وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ  
كَانُوا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ** (اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا، خود انہوں نے اپنے نفسوں  
پر ظلم کیا ہے)۔ دوستوں سے دعائے سلامتی خاتمہ کی امید ہے۔  
والسلام

نہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اُس نے کل (قیامت) کے  
لیے کیا آگے بھیجا ہے۔

## مکتوب (۱۶) محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام

ان لوگوں کے رد میں، جو مسندِ مشیخت پر بیٹھ کر خلافتِ شریعت اور گمراہ کن باتیں کرتے

ہیں اور سوالات کے جواب .. ..

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ بعد حمد و صلوة — مکتوبِ مرغوب ہو  
ازراہِ محبت بھیجا تھا، پہنچا، خوش وقت کیا اور چونکہ وہ عافیت اور استقامت پر  
مشتمل تھا اس لیے اُس نے فرحت پر فرحت بڑھائی۔ شکرِ خدا کہ محبتِ فقراء سے حالی  
نہیں ہو اور کسی نہ کسی طریقے سے یاد کر لیتے ہو۔ تم نے اپنے علاقے کے بعض گمراہ کن لوگوں کے  
حالات لکھے ہیں اور ان کے معتقدات بھی بیان کئے ہیں .. ..

تم نے لکھا ہے کہ وہ گمراہ لوگ بعث بعد المرت اس طریقے پر مانتے ہیں کہ یہ جسمِ خاک سے  
پیدا ہوا ہے، پھر خاک ہو جائے گا اور خاک سے کھاس اُگے گی اور کھاس حیوانات کھائیں گے،  
حیوانات کا گوشت انسان کھائے گا اس سے لطف بنے گا اور لطف سے پھر آدمی پیدا ہوگا، وہ قیامت  
بھی اسی چکر کو قرار دیتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ یہ قولِ مذکور، حشر و نشر اور روزِ قیامت کا صریح  
انکار ہے، جو کہ عین کفر و زندقہ ہے اور یہ قول اُن احادیث اور تصریحِ قرآنیہ کا انکار ہے جن  
میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت آئے گی، مردے گور سے اُٹھیں گے، اولین و آخرین ایک جگہ  
جمع ہوں گے، حساب کتاب درمیان میں آئے گا، میزان برپا ہوگی، پھر صراطِ نسب کیا جائیگا  
مرمانِ تقویٰ شعار پل صراط سے گذر کر بہشت میں جائیں گے، کافر و دوزخ میں گر پڑیں گے اور  
عذابِ دائمی میں گرفتار ہوں گے۔ روزِ قیامت کا انکار، کفر صریح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
”فَاِذَا نْفَخَ فِي الصُّوْرِ نَفْحَةً وَّ اَحَدَةً“ ۱ وَ حَمَلْنَا الْاَرْضَ وَالْجِبَالَ  
فَدُكَّاتًا دَكَّةً وَّ اَحَدَةً ۲ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۳ وَ نَشَقَّتِ  
السَّمَاوُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّ اَهِيَةٌ ۴ وَ الْمَلٰٓئِكُ عَلٰٓى اَرْجَائِهٖا وَ يَحْمَدُ عَرَسَتُ  
رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَلٰثِيَّةٌ ۵ ۱ و ۲ الخ (خوالہ بات) (سورۃ الحاقہ)

۱ پھر جب صور میں یکبارگی پھونک ماری جاوے گی (مراد نفخہ اولیٰ ہے) اور (اس وقت) زمین  
باقی صفحہ ۱۶۶ پر

تم نے یہ بھی لکھا تھا کہ کمراد لوگ کہتے ہیں کہ "نماز مردم ظاہر ہیں کے واسطے ہے، ذکر قلبی وغیرہ خواص کے لیے ہیں، تمام انسان اور جمیع اشیاء ایسی عبادت میں مشغول ہیں جو عبادت ظاہری کے علاوہ ہے۔ اگرچہ وہ خود واقف نہ ہوں کہ ہم عبادت کر رہے ہیں اور شریعت کو آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص العقل آدمیوں کے لیے مقرر کیا ہے تاکہ کوئی فساد اور خرابی برپا نہ ہونے پائے۔" (نعوذ باللہ)

مخدوما! جو شخص نماز اور سائر احکام شرعیہ کو ایسا کہتا ہے انتہائی جہالت اور نقصان عقل کی بات ہے، نماز تو وہ ہے جس کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ستون دین فرمایا ہے۔ جس نے نماز کو قائم کیا، دین کو قائم کیا، جس نے نماز کو چھوڑا اپنے دین کو ڈھایا۔ نماز کو معراج مومن فرمایا ہے اور آپ نے اپنی راحت، نماز میں محسوس فرمائی ہے اور آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں پائی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:-

"أَرْحَنِي يَا بِلَالُ - قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ - (اے بلال! مجھے راحت دو، اذان دے کر) - (نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ ہے)۔"

جو قرب، ادائے نماز کے وقت ہوتا ہے، وہ نماز کے باہر نہیں۔ حدیث میں آیا ہے:-  
"أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ إِلَى الرَّبِّ فِي الصَّلَاةِ" (بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب نماز میں ہوتا ہے)۔ اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ:-

"درمیان بندہ و خدا جو حجاب ہے وہ نماز میں اٹھا دیا جاتا ہے"۔ نیز وارد ہوا ہے:-  
"السَّاجِدُ يَسْجُدُ عَلَى قَدَمِي اللَّهِ فَلْيَسْجُدْ وَ لِيَرْغَبَ" (سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے، پس چاہیے کہ سجدہ کرے اور رغبت کے ساتھ سجدہ

اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) اٹھائے جائیں گے، پھر دونوں ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے تو اس روز ہونے والی ہو پڑے گی اور آسمان پھٹ جاوے گا اور وہ (آسمان) اس روز بالکل بودا ہوگا اور فرشتے (جو آسمان میں پھیلے ہوئے ہیں) اس کے کنارے پر آجاویں گے اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے۔ (بیان القرآن)

کرے)۔

الغرض جو کمال بھی ہے، وہ احکام شرعیہ کی ادائیگی سے وابستہ ہے۔ شریعت سے علیحدہ ہو کر (کوئی کمال، کمال نہیں) ضلالت و گمراہی ہے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ قرآن مجید اور احادیث نبویہ سب کے سب ادائیگی احکام شرعیہ کی دعوت دیتے ہیں، صراط مستقیم ہی ہے، اس کے علاوہ سب راستے شیاطین کے راستے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن ہمارے سمجھانے کے لیے) ایک خط کھینچا اور فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے، پھر کئی خط اس کے دائیں بائیں کھینچے اور یوں فرمایا کہ: یہ شیاطین کے راستے ہیں، ان میں سے ہر ایک راستے پر ایک شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنی طرف بلاتا رہے اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

”وَإِنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ (الایۃ)“

(رواہ احمد والنسائی والدارمی)

اس قول کو جو جمیع انبیاء کا متفق علیہ قول ہے اور جس پر تمام علمائے حق کا اجماع ہے۔ کسی کے خیالات باطلہ کی بنا پر نہیں چھوڑا جا سکتا، شریعت کو ناقص العمل لوگوں کے لیے بتانا یہ عین کفر و الحاد ہے۔ اَعَاذُ نَا اللّٰهُ سُبْحٰنَهُ وَاِیَّاكُمْ مِنْ هٰذَا الْاِغْتِقَادِ... تم نے یہ بھی (بطور سوال) لکھا تھا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے:۔

”اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهِ“ (یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے) پھر خدا کو بچوں و بے نظیر اور بے نمونہ بھی کہتے ہیں۔ یہ عجیب حیرانی کی بات ہے۔

مخدوم! کوئی حیرانی کا موقع نہیں ہے، دین کی جو بات یقین و تواتر سے ثابت ہوں، اس پر اعتقادِ راسخ رکھنا چاہیے۔ البتہ اس قسم کے الفاظ کو ظاہری معنی سے ہٹا دیا جائے یا اس کا علم حق سبحانہ کے حوالے کر دینا چاہئے۔ (درحقیقت) حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے کمالات سے آراستہ اور اپنے صفات سے موصوف کیا اور ان کو ایک کامل تر

آئینہ بنادیا، پس جو مشارکت و مشابہت حضرت حق جل شانہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا ہوئی وہ مشارکت و مشابہت محض صورت میں ہے نہ کہ حقیقت میں۔ مثلاً علم ممکن کو دیکھ لو کہ وہ علم واجب کے مقابلے میں کیا حقیقت رکھتا ہے (کچھ بھی نہیں) ممکن کی قدرت واجب کی قدرت کے آگے کیا حقیقت رکھتی ہے؟ اسی پر تمام صفات کو قباس کر لو۔ پس کہا جا سکتا ہے کہ:- "إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلِيًّا" — مشابہتِ صورتی اور

مناسبتِ اسمی کا اعتبار کر کے مجازی طور پر فرمایا گیا ہے۔ لفظ "علیٰ" صورتہ "میں خود یہ نکتہ اور اشارہ موجود ہے کہ یہ مشارکت و مناسبت صورت و اسم میں ہے۔ حقیقت میں

نہیں ہے۔ اس لیے کہ ممکن والے کمالات و اوصاف واجب کے صفات و کمالات کے آگے، اختلاف آثار کے اعتبار سے حقیقت دیکر رکھتے ہیں۔ سوائے نام اور صورت کے کوئی

شرکت نہیں ہے۔ "مَا لِلدُّرَابِ وَرَبِّ الْأَذْيَابِ" (چہ نسبت ناک با عالم پاک)

تم نے یہ بھی لکھا تھا کہ:- قرآن میں آیا ہے: "أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ" (اللہ تعالیٰ ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے)۔ وہ کس طرح اور کس طریقے سے محیط

ہے۔ واضح ہو کہ احاطہ دو قسم پر ہے، اگر احاطے کو احاطہ علمی قرار دیا جائے،

جیسا کہ محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے اور خود قرآن بھی اس احاطہ علمی کو بیان کر رہا ہے۔ "وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا" تب تو کچھ بھی جائے نجر اور

محسّسہ نہیں ہے اور اگر علاوہ احاطہ علمی کوئی اور احاطہ ثابت کیا جائے تو ہم کہیں گے کہ یہ احاطہ "احاطہ جسم بجسم" کے قبیل سے ہے جو کہ تنزیہ و تقدیس کے منافی ہے۔ لہذا یہ منجملہ

مشابہات ہوگا، جیسا کہ قرآن میں یہ اور وجہ (اللہ تعالیٰ کے لئے) آیا ہے۔ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ محیط ہے اور ہمارے سٹھ ہے اور اس احاطے کی کیفیت معلوم

کرنے میں ہرگز مشغول نہ ہوں اور جو کچھ معلوم و مکشوف ہو، اللہ تعالیٰ کو اس سے منزہ و مبرا جانیں، مشابہات میں ہی طریقہ اسلم ہے۔ اگر ہمارے پاس ہوتے تو اس سے زائد اور

کچھ بیان کیا جاتا، مشیت اللہ تعالیٰ۔ فی الحال اسی پر اکتفا کرو۔۔۔

مخدوم! اس قسم کے گمراہ کن لوگ جو ایسے معتقدات رکھتے ہوں (جن کا ذکر شروع میں آیا) ہے



اور پھر اپنے آپ کو مسندِ شیخت پر فائز کئے ہوئے ہوں، دین کے چور ہیں، ان کی صحبت سے دُور رہنا چاہیئے، یہ لوگ دین سے بالکل بیگانہ ہیں، ربقتِ اسلام سے باہر ہیں، دریائے ضلالت میں غرق ہیں، دوسروں کو بھی سیدھے راستے سے ہٹاتے ہیں۔

"ضَلُّوا فَأَضَلُّوا" (یہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا) ان لوگوں سے بچو! ان کی صحبت کو سم قاتل سمجھو، جو ابدی موت تک پہنچاتی ہے۔ شیر سے جتنا بھاگتے ہو، اس سے زیادہ ان کی صحبت درویت سے بھاگو۔ تمہارے بھائیوں سے تعجب ہے کہ اس قسم کے لوگوں کے معتقد ہو گئے ہیں اور اپنے دین و ایمان کو برباد کر رہے ہیں۔ عجب تریہ ہے کہ تم نے لکھا ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے تربیت پارہے ہیں۔ جس کے دین و ایمان میں کلام ہو وہ دوسرے کی تربیت کیا خاک کرے گا۔

اونخوشتن گم ست کرار ہبری کُشد

ابھی کچھ نہیں گیتا ہے، جب تک موت کے ترغزے کا دقت نہ آئے، درہائے توبہ کھلے

ہوتے ہیں۔ (تمہارے بھائی) ایمان کو ہرگز برباد نہ کریں۔ خبر کر دن شرط ست

\_\_\_\_\_ والسلام

مکتوب (۱۶) مرزا ابوالعالی کے نام (انصاحِ ضروریہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — بعد حمد و صلوة — صحیفہ گرامی کے

مرزا ابوالعالی۔ پسر میرزا وال۔ آپ اپنے والد کی وفات کے بعد منصب ہزاری و چہار صد سوار سرفراز ہوئے۔ اعلیٰ حضرت شاہجہان کے چھبیسویں سالِ جلوس میں منصب دو ہزاری و پانصد سوار اور جاگیر داری و فوجداری سیوستان سے عزت پائی، اس کے بعد اکتسویں سالِ جلوس میں صوبہ تربت (علاقہ بہار) سے نوازے گئے۔ عہدِ عالمگیری میں گرانقدر انعامات حاصل کئے اور منصب میں اضافہ ہوا۔ فوجداری درجنگہ صوبہ بہار پر بھی فائز ہوئے۔ سالِ ششمِ جلوسِ عالمگیری میں محکم الملک الہ وردی خاں فوجدار گورکھپور۔ ایک باغی کی سرکوبی اور گوشمال کے لئے آئے اور اسی علاقہ (گورکھپور) میں ۱۸۱۸ء میں انتقال کیا۔ (ماخوذ از ماثر الامراء جلد سوم)

کے مطالعے سے مشرف و مفتخر ہوا، اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور جادہ شریعت و طریقت پر استقامت بخشنے، تم نے لکھا تھا کہ نعمات الانس (مولدہ مولانا جامیؒ) سے بزرگوں کے حالات دیکھ کر ان حالات کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن چونکہ وہ کوشش بغیر رہنمائی سالک تھی، اس لیے اس کا کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوا اور کچھ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ مگر! جو کچھ تم نے لکھا ہے ٹھیک ہے، واقعی اس راہِ غیبِ الغیب میں مرشدِ کمال کی دستگیری کے بغیر راستہ چلنا اور سلوک طے کرنا بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ“ — جب کہ سلاطینِ مجازی کی بارگاہ میں بے وسیلہ باریابی نہیں ہو سکتی تو سلطانِ حقیقی و شہنشاہِ تحقیقی کی درگاہ میں تو وسیلہ بہت ہی ضروری ہے۔ مجھ مسکین کے بارے میں ازراہِ حسنِ ظن جو کچھ لکھا ہے وہ خود تمہاری بزرگی کی بات ہے اور تم نے اپنے ہی آئینے میں مجھ دُوراز کار کو دیکھ لیا ہے، ورنہ

من یحکم حکم زہیچ ہم بسیاے وزہیچ حکم ازہیچ نیاید کائے  
 ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ جو کچھ بزرگوں سے کس پیمانے کو پہنچا ہے، وہ طلباء کے درمیان لے آتا ہے۔ بعض کو فائدہ بھی ہو جاتا ہے اور اکابر کے انفاسِ نفیس کی برکت سے ان کے کمالات سے کچھ حصہ مل جاتا ہے۔

یہ مسکین تمہاری خدمت کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہے لیکن کیا کیا جائے کہ طریقہ نقشبندیہ کا دار و مدار شیخِ مقتدی کی صحبت اور رابطہٴ محبت پر ہے۔ کسودگی کار اور ترقی اسی سے متعلق ہے۔ ہمارے بزرگوں کا طریقہ اتباعِ سنت و اجتناب از بدعت ہے۔ لہذا صحبتِ شیخِ کمال یسرانے تک متابعتِ سنت پرستقیم رہو، اور سننِ متروکہ کو زندہ کہتے رہو، حدیث میں آیا ہے: ”مَنْ أَخَى سُنَّتِي بَعْدَ مَا أَمِينَتْ فَلَهُ أَجْرٌ مِثْلَ شَهِيدٍ“ (یعنی جو میری مُردہ سنت کو زندہ کرے گا اس کو تنو شہیدوں کا ثواب ملے گا)

۱۔ وسیلہ کے اصل معنی ”ذریعہٴ قرب“ ہیں۔ اس لحاظ سے تمام طاعات و حسنات وسیلہ ہیں اور مرشدِ حقانی کی رہنمائی بھی قرب کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ مصحح

سنت متروکہ کا احیاء یہ ہے کہ خود عمل میں لائے اور اس کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ دوسروں کو بھی اس کی دلالت کرے، تاکہ دوسرے لوگ بھی اس پر عمل پیرا ہوں۔ ترقی اور حصول مراتب قرب، تمام تر اتباع سنت ہی سے وابستہ ہے۔ آیہ کریمہ: **قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ** — اس حقیقت کی گواہ ہے۔ بدعت سے دور رہو، بدعتی کی صحبت میں نہ بیٹھو، بلکہ اپنی مجلس میں بھی اس کو جگہ

نہ دو۔ حدیث شریف میں آیا ہے:۔

”**أَهْلُ الْبِدْعَةِ كَلَابُ أَهْلِ النَّارِ**“ —

اپنے اوقات کو ان طاعات و اذکار اور دعاؤں سے معمور رکھو جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور کتب حدیث میں مذکور ہیں۔۔۔ تکرار کلمہ طیبہ۔۔۔ جس قدر بھی ہو سکے کرو۔۔۔ تمام صوفیاء اس بات پر متفق ہیں کہ باطن کے روشن کرنے میں یہ کلمہ، ذکر قلبی کی مانند بے حد مفید ہے۔۔۔ سحائق آگاہ مولانا عبدالخالق جو کہ اسی جگہ کے باشندے ہیں اور مدت تک ہماری صحبت میں رہے ہیں، صاحب حال و کمال شخص ہیں، کچھ عرصے سے ملاقات فقیر کی غرض سے (سرہند) آئے ہوئے ہیں، اگر دل چاہے تو لکھو تاکہ ان کو یہاں سے رخصت کر کے ان کے وطن مالوت بھیج دیا جائے اور وہ فقیر کی جانب سے سفارت کے طور پر تم کو شغل و مراقبہ کی تعلیم دیں، شاید اس طریقے سے راہ ترقی کشادہ ہو جائے چونکہ بالفعل فقیر سے ملاقات، بے مشقت میسر نہ آسکے گی، اس لیے یہ طریقہ دل میں آیا ہے، آگے تم کو اختیار ہے۔ والسلام علیکم!

مکتوب (۱۹) ملا پاپستہ محمد کابلی کے نام (انکے سوالوں کے جواب میں)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ — بعد حمد و صلوة — تم نے جو خط

نہ اہل بدعت اہل جہنم کے کتے ہیں۔

فرزندِ محمد عبد اللہ کے نام لکھا تھا۔ پینچا۔ اس میں چند سوالات درج تھے اور فقیر سے جواب کی درخواست کی تھی، لہذا جوابات لکھے جاتے ہیں، غور سے پڑھنا۔

پہلا سوال:۔ "یہ تھا کہ قرآن مجید اور حدیث قدسی میں صراحتہ آیا ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام "یَدُ اللّٰهِ" سے پیدا کئے گئے۔ اگر یہ سے مراد قدرت لیں تو آدم علیہ السلام کی اس تخصیص کی وجہ کیا ہے؟ اس لیے کہ دوسری مخلوقات بھی قدرتِ خدا ہی سے مخلوق ہوئی ہے اور اگر "ید" سے مراد قدرت نہ لیں (اور ہاتھ ہی مراد لیں) تو جو جانت جہیتِ حق تعالیٰ کی قائل ہے۔ اس کا مذہب تقویت پاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جائز ہے کہ "ید" سے مراد قدرت لیں، جیسا کہ تشابہات کی تاویل کرنے والوں کا مذہب یہی ہے اور آدم علیہ السلام کی تخصیص ان کی تعظیم و تکریم کی بنا پر ہے، حصر کے لیے نہیں ہے، جیسا کہ اس آیت :-

"اِنَّ عِبَادِيْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ" میں ہے کہ خاص بندوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی تکریم کے سبب ہے، ورنہ سارے بندے نیک و بد اللہ ہی کے بندے ہیں۔

اس طرح کی مثالیں قرآن مجید میں بہت سی ہیں۔ تخصیص در ذکر، نفس الامر میں تخصیص پر دلالت نہیں کرتی۔ اور اگر "ید" سے قدرت مراد نہ بھی لیں تو پھر حق تعالیٰ کے لیے ہاتھ کی صفت بے کیفیت ثابت کریں گے، جیسا کہ دوسری تشابہات میں ایسا کیا جاتا ہے۔ "مذہبِ مجسمہ" کو تقویت تو اس صورت میں ہوگی، جب کہ اپنا جیسا جسمانی ہاتھ ثابت کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس سے وراء الوراہ ہے۔

سوال دوم، یہ تھا کہ "خیر التابیین حضرت اویس قرنی سے منقول ہے۔" مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ" اس مقولہ کے کیا معنی ہیں؟

جواب یہ ہے کہ اس مقولہ کی صحت نقل میں تردد و شک ہے۔ اس لیے کہ اگر شے کو عموم پر چھوڑ دیں تو لازم آتا ہے کہ عارف سے کوئی چیز بھی خواہ معارفِ وجوبی ہوں خواہ حوادثِ کونی، مخفی نہیں رہتی حالانکہ یہ بات خلاف واقع ہے، جب کہ سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

کو حکم ہو رہا ہے کہ :- "وَلَوْ كُنْتَ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَأَسْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ" <sup>میں</sup>  
 وَمَا هَسْبِيَ الشُّعْرُ" (یعنی اے نبی کہہ دیجئے کہ اگر میں غیب کا علم جانتا ہوتا، تو تمام خبر  
 جمع کر لیتا، اور کوئی تکلیف مجھے نہ چھوٹی) — تو پھر دوسروں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔  
 اور اگر شے کو معارفِ باطنی کے ساتھ خاص کریں، تو بھی مشکل ہے، اس لیے کہ صورتاً  
 کرام کے یہاں یہ بات مسلم ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک ولی اپنی ولایت و قرب سے خود  
 آگاہ نہ ہو۔ چنانچہ بعض بزرگوں کا مقولہ ہے: "فَمِنَّا مَنْ عَلِمَ وَمِنَّا مَنْ جَاهِلٌ"  
 جب یہ بات ہے تو جمیع معارف تو درکنار رہے، صحابہ کرام علیہم الرضوان میں جو حضرات  
 طبقہ ولایت میں اعلیٰ ہیں، ان میں سے اکثر کے شہود و مشاہدہ کے واقعات منقول نہیں ہیں  
 اگر حضرت اویس قرنیؓ سے اس جملے کی نقل صحیح مان لی جائے تو پھر عبارت کو ظاہر سے  
 موڑ لینا چاہیے۔ بالفعل میرے دل میں یہ آیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ  
 مِمَّا يَخْتَاجُ إِلَيْهِ فِي الْمَعْرِفَةِ۔ بالفاظِ دیگر جس کسی نے خدا کو پہچان لیا، وہ مقبولانِ  
 خدا میں سے ہو گیا اور مقبول کو ضائع نہیں کیا جاتا۔ لہذا اس کو جو کچھ راہِ معرفت میں درکار  
 ہوتا ہے اس کی اطلاع کر دی جاتی ہے، یا توبے واسطے، بطریقِ الہام و کشف، یا بواسطہ  
 پیر و مرشد۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْحَالِ۔  
 جواب سوال سوم یہ ہے کہ :- اکابرِ بطریق نے جو فرمایا ہے۔ الطَّرِيقَةُ كَلْفًا  
 أَدَبٌ۔ اس میں ادب سے مراد ادبِ شریعت ہے اور آدابِ طریقت، جو کہ رعایت  
 و متابعتِ شیوخ کا دوسرا نام ہے۔ سب کے سب آدابِ شریعت میں مندرج ہیں۔  
 شریعت بیانِ شافی و کافی رکھتی ہے۔ .. .. والسلام

مکتوب (۲۲) ملامت شائق برکی کے نام

بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلَاةِ وَتَبْلِيغِ الدَّعَوَاتِ۔ جو خط ازراہِ محبت ارسال کیا  
 تھا۔ پہنچا۔ مسرت بخش ہوا۔ اس میں چند سوالات کئے تھے۔ ان میں سے پہلا سوال :-

عہ آپ بھی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے خلیفہ ہیں۔ (روضہ رکن دوم)

سے کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے :- **إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا** — نیز ایک جگہ فرمایا ہے :- **اتَّبِعْهُ هَلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا**۔ پس ان دونوں آیتوں کا مقتضی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مقتدی و متبوع قرار دیئے جائیں اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بالیقین افضل و اعلىٰ ہیں۔ یہی اشکال حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :- **إِنِّي جَاعِلُكَ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً**۔ اس سے بھی وہی بات لازم آتی ہے جو آیت سابقہ سے لازم آئی تھی (یعنی افضلیت آدم علیہ السلام)۔

جواب۔ آپ۔ **إِنِّي جَاعِلُكَ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً** — میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ حکم، نوع انسان کی خلافت کا ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی خصوصیت نہیں ہے۔ چنانچہ جواب ملا کہ سے اس کا پتہ چل رہا ہے۔ انھوں نے کہا: **لَا تَجْعَلْ فِيهَا مَنْ يَفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ**۔ "فساد اور سنگ دماغ" (خونریزی) نوع انسان میں ہے، آدم علیہ السلام میں نہیں، اور اگر خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام کو مانا جائے تو یہ خلافت زمانہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ خاص تھی۔ خلافت موبدہ (ابدی) نہ تھی۔ خلافت موبدہ ماننے میں البتہ اشکال وارد ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے :- **يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ**۔ اور حضرت ہدی علیہ الرضوان کی شان میں حدیث کے اندر وارد ہوا ہے **فَإِنَّ فِيهِمْ خَلِيفَةَ اللَّهِ الْمَقْدِسِ**۔ اور اسی قبیل سے قطب ارشاد، غوث اور قطب مدار ہیں، جو ہر زمانہ میں ہوتے ہیں، ان کی قطبیت اور تمام مناصب انھیں کے زمانہ کے ساتھ خاص

۱۔ میں آپ کے لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔ اتباع کیجئے آپ ملت ابراہیم کی یکسو ہو کر۔  
 ۲۔ میں زمین میں ایک جانشین پیدا کرنے والا ہوں۔ لہٰذا کیا آپ پیدا کریں گے اس کو جو کہ  
 زمین میں فساد کرے گا اور خونریزی کرے گا۔

۳۔ داد دہا ہم نے تم کو بنایا بادشاہ زمین میں۔

۴۔ مشکوٰۃ باب اشراط الساعة میں۔ "فان فیہم" کی بجائے "فان فیہا ہے۔"

خاص ہونے ہیں .. .. ہاں! — "إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا" یہ حکم عام اور مؤبدہ ہے۔ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے: "وَأَمَّا مَتَّةٌ عَامَّةٌ مُؤَبَّدَةٌ إِذْ لَمْ يَنْتَعِثْ نَبِيٌّ بَعْدَهُ إِلَّا كَانَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ مَا مَوْزَا بِاتِّبَاعِهِ" — چنانچہ آیت — "إِتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ" — اسی پر دلالت کر رہی ہے۔ لیکن ان آیات کی رو سے افضلیت آل سرورؑ میں کوئی کمی نہیں آتی۔ مفسرین نے کہا ہے کہ "إِتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ" کا مطلب و مقصد یہ ہے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کیجئے۔ نزدیک میں یا دعوت الالحق کی روش اور طور طریقے میں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُمارات کے ساتھ پہلے درپے دلائل پیش کر کے اور بقدر فہم مخاطب، مناظرہ کر کے دعوت یتیم تھے، آپ بھی ایسا ہی کیجئے۔

صاحب تیسیر نے بیان کیا ہے کہ اتباع نام ہے اس ماہ پر چلنے کا، جس پر مبعوث چلا، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ابراہیمؑ، اس بنا پر تھی کہ آپ حضرت ابراہیمؑ کے بعد مبعوث ہوئے تھے۔ اس وجہ سے نہیں کہ آپ ان سے مرتبے میں کم ہیں۔ ارشاد: "أَنَا أَكْرَمُ الْأَوْلِيَاءِ وَالْآخِرِينَ عَلَى اللَّهِ" کہ رو سے یہ بات مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے اکرم و افضل ہیں اور فضیلت کے اندر آپ کا حقہ تمام انبیاء و اصفیاء سے زیادہ ہے۔ اسی قبیل سے ہے یہ امر کہ وارد ہوا ہے "فِيهِدَاهُمْ أَقْسَدَةً"۔ اس سے بھی آپ کی افضلیت میں کوئی نقصان لازم نہیں آتا۔ ان سب باتوں کے باوجود میں کہتا ہوں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فاضل کو متابعت مفضول کا حکم کرتے ہیں اور اس سے فاضل کی فاضلیت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امامت عامہ اور مؤبدہ ہے۔ اس لئے کہ کوئی نبی ان کے بعد ایسا مبعوث نہیں ہوا جو ان کی ذریت میں سے نہ ہو اور ان کی اتباع کا ماہور نہ ہو (اگرچہ وہ اتباع فی الجملہ ہو فی جمیع الاحکام نہ ہو)۔ نہ میں اللہ کے نزدیک اولین و آخرین میں کرم ہوں نہ پس روش انبیاء کی اقتداء کیجئے۔

دیکھو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحاب کرامؓ سے مشورے کا حکم ہو رہا ہے۔ جس میں ضمنی طور پر امتیازت اصحاب کرامؓ بھی پایا جاتا ہے، ورنہ مشورے کا فائدہ ہی کیا ہوا؛ (باوجود اس کے یہ بات مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں اور صحابہ کرامؓ مفضول ہیں) اس مقام کی تحقیق اور اس معاملے کی حقیقت، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ازراہ کشف و عرفان اپنے مکاتیب میں بیان کی ہے، وہاں مطالعہ کر لیں۔ .. .. والسلام

### مکتوب (۳۳) خواجہ عبداللہ کولابی کے نام (آخری حصہ)

... تم نے لکھا تھا کہ: "اگر کسی طالب کو یہ بات حاصل ہو جائے کہ وہ ارواحِ طیبہ کا مشاہدہ، بچشم ظاہر کرنے لگے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟"

مخدوما! مشاہدہ ارواح، خواہ بچشم سرہو، خواہ بچشم باطن، کوئی کمال کی بات نہیں ہے اور منازلِ قرب کی کوئی منزل اس سے وابستہ نہیں ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ باطن، ماسواء کی دید و دانش سے آزاد ہو جائے۔ غیر کا نام و نشان دیدہ باطن میں باقی نہ رہے۔

"تو مباحث اصلاً کمال این ست دبس"

اس قسم کی چیزیں جو سالکوں کو اٹھائے راہ میں ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ بالکل ایسی ہیں جیسا کہ علم بلاغت میں "محسّات بدیعی" ہوتے ہیں کہ وہ تحسینِ کلام کا فائدہ تو بخشتے ہیں لیکن بلاغت میں ان کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ارواح کا مشاہدہ محسّات سے بھی کم درجہ رکھتا ہے۔ اس لیے کہ بسا اوقات اس قسم کے مشاہدات طلب سے باز رکھتے ہیں اور سالک کے اندر کمال کا وہم پیدا کر دیتے ہیں۔ ان امور (مشاہداتِ ارواح) کا فائدہ، اگر مضرات سے خالی ہوں تو زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ طلبِ سالک میں معاونت کرتے ہیں اور ممدّکار ہو جاتے ہیں (اور بس)۔ .. ..

۱۸ آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلفاء میں ہیں (روضۃ القیومیہ رکن دوم)



تم نے لکھا ہے کہ میں نے کچھ سوالات عریضہ سابق میں کئے تھے، ان کے جواب کا منتظر ہوں۔

مخدوما! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا وہ خط فقیر کی علالت کے زمانے میں آیا تھا، اس وقت جواب لکھنے کی طاقت نہ تھی، بلکہ پڑھنے اور غور کرنے کی بھی ہمت نہ تھی، اب وہ خط ملا نہیں۔ معذور رکھیں۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ مَنْ لَّدَيْكُمْ۔

### مکتوب (۲۲) شیخ امان اللہ نبیرہ شیخ حمید بنگالی کے نام (آخری حصہ)

... تم نے بعض ظاہری پریشانیوں کا ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان پریشانیوں کو جمعیت قلبی کے ساتھ تبدیل فرماوے اور ماسواء کی کشاکش سے رہائی بخٹے۔ اس طرف سے (بنگال سے) جو مسلمان آتے ہیں ان میں سے اکثر وہاں کے حاکم کی شکایت کرتے ہیں اور اس کی بے دینی اور بد عملی سے نالاں ہوتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اہل اسلام اس کے شر سے خلاصی اور اسکی سختی سے رہائی پا گئے۔ (یہ بات یاد رکھو، کہ) ظلم حکام ہماری شامت اعمال کا نتیجہ ہے۔

”اعْمَالُكُمْ عَمَّا لَكُمْ“ (تمہارے اعمال تمہارے حاکم ہیں)۔ بس اپنی اصلاح کرنی چاہئے اور تقویٰ میں مشغول رہنا چاہئے۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ط اجزاء سے دعائے سلامتی خاتمہ کی امید ہے۔

\_\_\_\_\_ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ سَائِرِ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ۔

### مکتوب (۲۰) ملا ابو محمد لاہوری کے نام (آخری حصہ)

... تم نے سر ہند آنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے .. .. (بہت اچھی بات)

مہ اور جو شخص ڈرا اللہ نے وہ اس کے لیے چھٹکارے کی سبیل نکال دیتا ہے اور رزق دیتا ہے اس کو اس جگہ سے کہ جہاں گمان نہ ہو اور جو شخص توکل کرتا ہے اللہ پر اللہ اس کے لئے کافی ہے۔

کرم نما و فردا کہ خانہ خانہ تست

اس دور از کار سے جرد خواست کی ہے، وہ تمہارے حسن ظن کی بات ہے، اور نہ بہ فیئر اپٹ آپ کو کسی قابل نہیں سمجھتا۔ منازل قرب تک پہنچانا ایک کارِ عظیم ہے۔ اَلْبِرُّ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ مَعْبُدِي بِحَبْلِ كِي رُو سے ممکن ہے کہ تمہارے حسن ظن کے موافق تمہارے ساتھ معاملہ کیا جائے۔

می نواند کہ وہ ہر آنکس مرا حسن قبول آنکہ دُر ساختہ است قطرہ بارانی را  
وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَاٰخِرًا .. ..

### مکتوب (۲۳) خواجہ محمد حنیف کابل کے نام

... گروشِ زمانہ اور انقلابِ اہل زمانہ سے رنجیدہ و ملول نہ ہوں اور زمانہ کے پست و بلند کونے سے متغیر نہ ہوں، بلکہ عبرت حاصل کریں، ترساں و لرزاں رہیں۔ تمام قلوب اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں، وہی جس طرح چاہتا ہے قلوب کو گھماتا ہے۔

چو بید بر ہر ایمان خویش می لرزم  
اللہ کی نغیہ تدابیر اور اس کے استدراج سے بھی ڈرتے رہنا چاہئے۔ اَللّٰهُمَّ اِنْفَسُ كُنَّا لَا يَضُرُّ كُنَّا مَنْ ضَلَّ اِذَا اَهْتَدَيْتُمْ۔ سب باتوں کو اللہ کی طرف سے سمجھنا چاہئے اور سب کاموں کو اسی کے سپرد کرنا چاہئے۔

از خدا داں خلاف دشمن و دوست کہ دل بہر دو در تصرفِ اوست  
وَبِنَا لَا تَنْغِ قُلُوبِنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ج  
اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَاٰخِرًا۔

۱۔ میں بندے کے گمان کے قریب ہوں۔ (حدیثِ قدسی)

۲۔ اے مسلمانو! اپنے نفسوں کی محافظت کرو، تم کو کسی کا گمراہ ہونا ضرر نہیں پہنچائیگا۔ اگر تم راہِ یابگ لگے:

## مکتوب (۵۱) مرزا محمد ہادی کے نام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - الْحَمْدُ لِلَّهِ وَ سَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ  
اسْتَلَفَى - قُلِ اللَّهُ خَرَزَنٌ مِنْهُ

مخدوما! - وحدت و کثرت ایک دوسرے کی ضد ہیں - طالب وحدت کو ترک  
کثرت ضروری و لا بدی ہے - جس قدر اسباب کثرت اپنے ساتھ رکھے گا - اسی قدر  
وحدت حقیقی سے دور و مہجور رہے گا - وعدائی "ہونا چاہئے" طلب و محبت کی حیثیت  
سے بھی اور علم و ارادہ کے لحاظ سے بھی - تاکہ مناسبت پیدا ہو اور توحید حقیقی تک پہنچے  
(بزرگوں کا مقولہ ہے) التَّوْحِيدُ إِشْقَاطُ الْإِضَافَاتِ - (یعنی توحید نسبتوں کے  
ساقط کرنے کا نام ہے) - اوقات کو ذکر و فکر میں معمور رکھو - تنویر باطن میں کوشش  
کو اس لیے کہ باطن، محل نظر ہوئے ہے - تنویر باطن، دوام ذکر و مراقبہ سے متعلق ہے  
نیز وظائف بندگی کی بجائے آدرسی، فرائض، سنن اور واجبات کی ادائیگی اور بدعت و  
محرکات و مکروہات سے بچنے کے ساتھ مربوط ہے - جس قدر بھی اتباع شریعت ادا جتنا  
از بدعت میں کوشش ہوگی، اسی قدر نور باطن بڑھے گا اور جناب قدس کی طرف راستہ  
کشادہ ہوگا - اتباع سنت، یقینی طور پر نجات دہندہ، نتیجہ بخش اور رافع درجات ہے  
احتمال مختلف نہیں رکھتی اور اس کے ماوراء خطر و خطر ہے، اور راہ شیطان ہے -  
فَالْحَذَرُ كُلُّ الْحَذَرِ - فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ - دین تویم (اسلام)  
کو، جو کہ وحی قطعی سے ثابت ہوا ہے - سخنہائے باطل اور اولام و خیالات کی بناء پر  
نظر انداز نہیں کیا جاسکتا - مَا عَلَى النَّاسِ سِوَالِ إِلَّا الْبَلَاغُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ  
وَعَلَىٰ سَائِرٍ مِّنَ الْبَشَرِ الْهُدَىٰ وَالْتِمَامُ مَتَابَعَةُ الْمُصْطَفَىٰ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ  
آلِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامَاتُ وَالْبَرَكَاتُ الْعُلَمَىٰ

## مکتوب (۵۲) رفعت بیگ کے نام (آخری سطر میں)

... .. اپنے فرزند کے انتقال کو لکھا تھا اور اس کی جدائی کی وجہ سے طرح طرح

کا نعم والہم ظاہر کیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ہ تقدیر و ارادہ الہی پر نشانہ  
 ضروری ہے۔ مسائب ظاہر یہ طراوتِ معنویہ کے وسائل اور ترقیاتِ اخرویہ کے سبب  
 بن جایا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا کرے، راہِ ترقی کو کشادہ کرے اور نعم البدل  
 عنایت فرمائے۔ اِنَّهُ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ۔ وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَاٰخِرًا۔

### مکتوب (۵۸) ملا قاسم ساکن روپڑ کے نام (آخری حصہ)

مخدوم! نماز معراج مومن ہے، جو حالت اس کی ادائیگی کے وقت رُذما ہوگی  
 وہ حالت معراجہ کے ساتھ مناسبت رکھے گی اور نام دیگر حالات سے ممتاز ہوگی  
 نام احوال کو نماز کے مقابلے میں وہ نسبت حاصل ہے جو صورت کو حقیقت کے مقابلے  
 میں۔ مثال کے طور پر دیکھو، جو صورت آئینے میں نظر آ رہی ہے اس کو اپنی اصل سے  
 کیا مسادات حاصل ہے؟ سوائے مماثلتِ صوری و مشارکتِ رسمی کے اور کچھ بھی نہیں،  
 کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

گر منصور صورتِ آن دستاں خواهد کشید

حیرتے دارم کہ نازکش را چساں خواهد کشید

جس قدر بھی تکمیلِ نماز میں کوشش، رعایتِ سنن و آدابِ سنن میں جدوجہد اور

تطویلِ فرات در کوع و سجود میں سنت کی موافقت کر دے، فیوض و برکاتِ نماز اسی قدر

وارد ہوں گے، نماز کا حسن و جمال اور کمال زیادہ سے زیادہ ظہور پذیر ہوگا۔ دوستوں سے

دعا کی امید ہے۔ .. .. والسلام

۱۰ آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلفاء میں سے ہیں۔ ترجمہ روضۃ القیومیہ

رکن دوم کے صفحہ ۲۲۵ پر اخون قائم روپڑی کا نام فہرستِ خلفاء میں درج ہے۔ غالباً کاتب

کی غلطی سے قائم کے بجائے قائم چھپ گیا ہے۔

## مکتوب (۱۲) خواجہ محمد صادق بخاری مدنی کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوةِ وَارْسَالِ النَّبِیَّاتِ  
 محذوم! فقرائے دُور انوار و درازنار امیدوار ہیں کہ روضہ مقدسہ (گنبد خضرا) کے مجاور اور اُس آستانہ عالیہ کے خاروبہ لاش، نیز اُس "دیارِ پُر انوار" کے مُعتمد اور "اِذْ هَمَّ فِي الْغَارِ" کے زائرین، اُس سکنستہ دل افکار کو بھی اُس "بارگاہِ سراسر امرار" میں باز رکھیں گے اور انتہائی عجز و انکسار کے ساتھ اس کا "سلامِ قنبرانہ" پیش کریں گے۔ گاہے گاہے ایک "نگاہِ کرم" کی درخواست بھی اُس مشاقِ سرکشندہ کے لئے کُردیا کریں گے۔ اس لیے کہ اس عاجز کے تمام کاموں کی دُرنگی موقوف بہ "نیم نگاہ" ہے۔ کسی نے (اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر) خوب کہا ہے:

از در ز مرد خار، ہستی رستن موقوف بیک نگاہ مساندہ تست

تمہارے سب خطوط پہنچے، مسرت بخشی، لیکن ہماری طرف سے ارسالِ جواب میں کوتاہی ہوئی، بعدِ مسافت (خود) عذر خواہ ہے۔ اس وقت تمہارے خطوط میں سے کون خط سامنے نہیں ہے، جس کو دیکھ کر اس کے مطابق کچھ لکھا جائے۔ بس ضبطِ اوقاف میں کوشش کرو، موافقِ وقت و حال، اعمال و طاعات میں مشغول رہو اور طالبِ ترقی رہتے ہوئے اس بات کی کوشش ہو کہ آگے کو جودن آئے، وہ بہتر حالت میں آئے۔

"مَنْ اسْتَوٰی یَوْمًا فَهُوَ مَغْبُوتٌ" (جس کے دو دن یکساں گزرے اور آگے کو ترقی نہ کی وہ ٹوٹے میں ہے)

وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَعَلٰی سَابِقِیْنَ اَتَّبِعَ الْهُدٰی

## مکتوب (۱۳) سید علی (بارہمہ) کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اللّٰهُ تَعَالٰی مَا رَجَّحَ قُرْبَ عِنَايَتِ فِرْمَانِی۔

اے آپ کو حضرت خواجہ محمد معصوم نے خلافت دے کر بھیجا تھا، بہت سے اہل عرب آپ کے مزید ہوئے۔ (روضۃ القلوبہ رکن دوم)

صحیفہ گرامی پینچا۔ چونکہ سلامتی دوستاں پر مشتمل تھا۔ اس لیے بہت دسرت کا باعث ہوا  
تم نے نوبہ کی درخواسنہ کی ہے۔۔۔

مخدوم! جس شخص میں نشہ محبت موجود ہے، وہ (خود) "معانی مکنونہ" جذب  
کر لیتا ہے اور باطن فیض دہندہ سے باندازہ محبت اخذ فیوض کرتا ہے اور موقع توجہ کا  
خیال رکھتا ہے۔ اگر (مرشد کی) توجہ بھی اس محبت کے ساتھ جمع ہو جائے، تو نور علی  
نور ہے۔ اس کام (سلوک) میں سب سے اعلیٰ محبت ہے۔ توجہ محبت کے بغیر  
کارگر نہیں اور محبت بے توجہ بھی کام کر جاتی ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ۔۔۔ حدیث  
نبویؐ ہے۔ محبت سلسلہ وجود و ایجاد کو جنش میں لاتی ہے۔ اسی محبت نے گنج پنہاں  
کو ظاہر کیا ہے۔ اسی نے حسن پر شیدہ کو بے پردہ کر دیا ہے۔ بیشک حسن بے پردگی  
کا خواہاں ہے اور جمال تاب مستوری نہیں رکھتا۔

پری رو تاب مستوری ندارد

یہ محبت، صفت محبوب کا منظر ہے، جو کہ "حسن نظارگی" چاہتا ہے۔ محبوب کو  
ایک محب چاہئے تاکہ اس کی صفت محبوبی آشکارا ہو جائے۔ کسی نے کیا خوب کہا،

منم کا استاد را استاد کردم

غلامم خواجہ را آزاد کردم

جو محبت عاشق کی صفت ہے، وہ اسی محبت کا عکس ہے، جو معشوق کے ساتھ قائم  
ہے کیونکہ عاشق کا جو کمال ہے، وہ کمالات معشوق کا سایہ ہے۔ پس یہ اسی محبت کا  
ظہور ہے جو اس آئینے کے اندر اس لباس میں جلوہ گر ہے۔

یک نشہ دو جا ظہور کردہ

عاشق "دقائق حسن" کو جتنا زیادہ سمجھے گا اور جمال و کمال معشوق کی معرفت میں جتنی زیادہ  
"چشم دور بین" رکھتا ہوگا، صفت عشق اس میں اتنی ہی زیادہ بڑھی ہوئی ہوگی۔

اور وہ اتنا ہی زیادہ فریفتہ و شیفتہ ہو جائے گا۔

آنرا کہ بہ حسن دیدہ تیز است این عشق بلائے فانی خیز است

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ .. ..

مکتوب (۷۲) میاں معقول کے نام (زیارت حرمین کی ترغیب و تشویق میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوةِ وَارِسَالِ الْبَرَکٰتِ  
جو مراسلہ محمد عارف اور صوفی پابندہ کے ہاتھ بھیجا تھا، پہنچا، مسرت بخش ہوا۔ اظہار  
اشتیاق و ملاقات کیا تھا۔ فقیر کو بھی مشتاق و ملاقات جانیں .. .. اللہ تعالیٰ آتش  
شوق کو مشتعل اور نارِ محبت کو سر بلند کرے تاکہ ماسوا سے پورے طریقے سے رہائی دے  
اور مطلبِ اعلیٰ تک پہنچائے۔ اِنَّهُ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ .. ..

مخدوما! تم نے شوقِ زیارتِ بیتِ اللہ کا اظہار کیا ہے، اس کے مطالعے  
لذت اندوز کیا اور شوق کو برا نگینہ کر دیا۔ ہاں! کسی مسلمان کو سفر کا ارادہ ہو، تو  
وہ ایسا ہی (متبرک) سفر اختیار کرے اور کوئی شوق و انگیزہ ہو تو اسی دیار کا شوق ہو  
اس لیے کہ یہ بہترین جگہ ہے اور "مطلوبِ بے نشان کا نشان رکھتا ہے"۔

گفت معشوقے بعاشق کائے فتی تو بجز بیت دیدہ بس شہر ہا  
پس کد میں شہر زانہا خوشتر است؟ گفت آن شہرے کہ دروئے بربت

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :-

"لَا تُشَدُّ الرَّحَالَ إِلَّا إِلَىٰ ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ  
هَذَا وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَىٰ"

تم نے اس سفر کے بارے میں لکھا تھا کہ باعتبار مصلحت ظاہری کوئی اشارہ ہو نیز  
اس بارے میں توجہ باطنی بھی فرمائیں (تو بہتر ہے)۔

۱۔ ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کے لیے شدّ رحال (سفر) نہ کیا جائے۔

۱۔ مسجد الحرام ۲۔ مسجد نبوی ۳۔ مسجد اقصیٰ

مخدوم! مصلحت ظاہری کو تو تم ہی بہتر جانتے ہو اور مزاج سلاطین کو اچھی طرح سمجھتے ہو، ورنہ اس اعتبار سے کہ امر خیر ہے، عین مصلحت ہے۔ توجہ باطنی۔ جو کی گئی، تو اس سفر کا ناقوت کے ساتھ نہیں معلوم ہوا، اور منع بھی مفہوم نہیں ہوتا، الغرض اگر تم پر حج فرض ہو گیا ہے اور علماء قطعی طور پر تمہارے لئے اس کی فرضیت کا حکم کرتے ہیں تو دریافت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر تمہیں توقف ہے اور علماء بھی فرضیت کا قطعی حکم نہیں کرتے ہیں، پس مختار ہو مشورہ اور استخارہ کر لو۔

وَالسَّلَامُ أَوْلَىٰ لَنَا وَأَخْرَأ

مکتوب (۶۴) محمد سعید سارنگ پوری کے نام (درمیان سے)

.. .. جس راہ پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم چلے ہیں، وہی راہ اجنبی ہے محبوبیت ذاتیہ سے نکل ہے، اس راہ پر چلنا ہی راہ شریعت پر چلنا ہے، جو شخص چاہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر چلے وہ راہ شریعت کو پورے طریقے سے اختیار کرے، اتباع سنت و اجتناب از بدعت پر راسخ ہو اور کتاب و سنت کی دو شمعوں کے درمیان چلے، تاکہ بدعت کی تاریکیوں اور شیاطین کی راہوں میں مبتلا نہ ہونے پائے .. .. وَالسَّلَامُ أَوْلَىٰ لَنَا وَأَخْرَأ

مکتوب (۸۴) سید محمد بیگ بلخی کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اللّٰهُ تَعَالٰی جَادَهُ شَرِیْعَتِ نَبِیِّهِ وَ سُنَّتِ مِصْطَفٰی صَلٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ پَرِ مَسْتَقِیْمٍ رَکْعَةٍ - مکتوب مرغوب پہنچا، مسرت بخش ہوا۔

لے آپ بھی خلفاء خواجہ محمد معصوم میں سے ہیں۔ (روضہ رکن دوم)



شکرِ خدا کہ مطالبہ پادشاہی سے نجات مل گئی۔ امیدوار رہو کہ قرض سے بھی نجات حاصل ہو جائے گی۔

”اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَوَالِمِكَ وَأَعْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّن سِوَاكَ“ (المحدث)

اس دعا کو قرض سے نجات پانے کے لیے تضرع و زاری کے ساتھ اکثر پڑھتے رہا کرو اپنے اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھو۔ طاعات و عبادات کی طرف راغب رہو۔ اخیر شب کی بیداری کو عزائم امور میں سے سمجھو۔ کلمہ طیبہ کی تکرار کر کے اپنے مرادات و مقاصد کی نفی کرو، تاکہ صحن سینہ میں کوئی مراد و مقصود سوائے حق جل مجدہ کے باقی نہ رہے۔

ایں کارِ دولت ست کنوں تا کراد ہند

... .. والسلام

مکتوب (۸۶) رعایت خاں کے نام (رضنا بقضاء کے بیان میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوةِ وَ اِذْ سَالِ التَّجِبَاتِ  
صحیفہ گرامی نے مشرت کیا، جو کچھ درد و محن و آلام، برادر دینی نور محمد کی زبانی مجھ تک پہنچائے تھے وہ سب معلوم ہو گئے اور اجزاء کے صدے کا سبب ہوئے۔

اشفاق پناہ! جو کچھ بندے پر گذرتی ہے سب تقدیرِ خداوندی اور ارادہ ازل ہے  
”مَا اَصَابَ مِنْ مُصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی الْفِیْءِ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ

۱۷ اے اللہ! حلال کے ذریعے مجھے حرام کی روزی سے بچا اور مجھے اپنے فضل کے ذریعہ اپنے غم سے مستغنی و بے پروا کر دے۔ اے امراء شاہجہانی و عالمگیر شاہی سے تھے، فوجدارئ سیوستان پر متعین تھے، وہیں ۱۷۰۳ء میں فوت ہوئے۔ (تاریخ محمدی قلمی رضالائبریری رام پور)  
۱۸ نہیں پہنچی کوئی مصیبت زمین پر، یا تمہاری جانوں میں، مگر لکھی ہوئی ہے وہ ایک کتاب میں (محفوظ میں) اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں۔

قَبْلِ أَنْ نُبْرَأَ هَا" — اس حقیقت پر دلالت کر رہی ہے، سوائے رضا و تسلیم کے کوئی چارہ نہیں ہے، بلکہ چونکہ وہ فعلِ محبوب ہے اس لیے محبت کو چاہئے کہ اس سے لذت اندوز ہو اور کشادہ پیشانی کے ساتھ اس کا استقبال کرے، اور اس ضمن میں الطافِ ربانی کا منتظر رہے۔ فقیر کو دعا و توجہ سے فارغ نہ جانیں اور لوازم دوستی سے بیکار تصور نہ فرمائیں۔ کشورِ کار کے منتظر رہیں اور رحیمِ کار ساز کی رحمت کے امیدوار۔ اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں، توشہ گور و قیامت کو مہیا کریں۔ جو گھڑی گزر رہی ہے اتنی ہی عمر میں کچی آرہی ہے اور "اہلِ مسیحا" نزدیک تر ہوتی جا رہی ہے۔ اس فرصتِ قلیل میں ذکرِ کثیر کے ساتھ مشغول رہنا چاہیئے اور مولائے حقیقی کو راضی کر لینا چاہیئے۔ اس کی معرفت حاصل کی جائے، اس دُنیا ئے فانی میں یہی مطلوب ہے۔ تمہارے خط میں ازراہ شکایت لکھا ہوا تھا: — از رفتارِ فلکِ واژگونِ ناہنجار

مہربانِ من! خالقِ خیر و شر بے واسطہ حق تعالیٰ ہے اور تمام حوادث اس کی تضاد قدر سے تعلق رکھتے ہیں۔ فلک اور غیر فلک کو ان حوادث میں کوئی دخل نہیں ہے۔ مذہبِ حکام یہ ہے کہ وہ حوادث کو عقلِ فعال کے ساتھ... جس کا نام انھوں نے عقلِ فلکِ نہم رکھا ہے... منسوب کرتے ہیں... اہل اسلام برے سے "عقلِ فعال" ہی کے قائل نہیں ہیں اور اس عقیدے کے ماننے والوں کو گمراہ بتاتے ہیں "فلک بیچارہ... جو خود اپنے کام میں حیران و سرگرداں ہے۔ کیا حیثیت رکھتا ہے کہ حوادث اس کی عقل یا اس کی حرکات سے منسوب کئے جائیں۔ وَالسَّلَامُ اَوْلَا وَاٰخِرًا

مکتوب (۸۹) بیگے از تسارِ صالحات — ایک نیک بی بی کے نام

(آخری حصہ)

... جو کچھ خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت خواجہ بزرگ درویشوں کی ایک جماعت کے ہمراہ تشریف لائے اور تم اس وجہ سے کہ قلعہ "فرنجیاں" میں مجبوس ہو گئی تھیں اور

دروازہ قلعہ کو تم پر بند کر دیا گیا تھا... تم گریہ و زاری کر رہی تھیں... حضرت خواجہ نے فرمایا: "کیوں گریہ و زاری کر رہی ہو؟ میں آگیا ہوں تاکہ تم کو فرنگیوں کی قید سے آزاد کر دوں، (چنانچہ) دروازہ قلعہ کھولا اور فرمایا کہ جہاں جی چاہے جاؤ۔"

یہ خواب بشارت ہے۔ شرّ اعدائے آفاق و انفسی سے چھٹکارے کی۔ جس طرح حضرت خواجہ کے قدم کی برکت سے مفسدوں کی شرارت سے خلاصی ملی۔ اُمید ہے کہ انکے انفسِ نفسیہ کی برکت سے "اعداءِ انفسی" سے بھی چھٹکارا ملے گا اور بغیر مزاحمتِ اعداءِ انفسی، ترقی نصیب ہوگی، نیز مراتبِ قرب سے نزدیک ہوگی۔ لکھا تھا کہ "الحمد للہ دو جتنے غفلت چلی گئی ہے اور ایک جتن باقی ہے۔" جس قدر بھی غفلت، زائل ہو جائے اور حضوری نمودار ہو، نعمت ہی نعمت ہے۔ کوشش کرو کہ تمام غفلت، باطن سے پیل جائے اور ایسی حضوری تام حاصل ہو جس کے بعد غیبت نہ ہو۔ والسلام

## مکتوب (۹۱) خواجہ محمد صدیق بدخشی کے نام

(در اظہارِ فراقِ حضرت مجدد الف ثانیؒ)

۱۔ اس مکتوب کے متعلق جامع مکتوبات نے لکھا ہے کہ یہ مکتوب دراصل بہت طویل تھا لیکن اس کے کچھ اوراق گم ہو گئے، جو حصہ دستیاب ہوا اس کو نقل کیا گیا۔  
۲۔ آپ کشم (علاقہ بدخشان) کے رہنے والے تھے۔ ایامِ جوانی میں ہندوستان آئے، چونکہ شعرد شاعری میں دستگاہ رکھتے تھے، اس لئے محب الفقراء و الشعراء عبدالرحیم ناناخاناں کی صحبت اختیار کی۔ اسی زمانہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے بیعت ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں منسک ہو گئے۔ شوگونوں کے مشغلے کی وجہ سے حضرت خواجہ کی زندگی میں ترقی روحانی کا موقع نہیں ملا۔ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں آئے اور کامیاب ہوئے۔ آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلفاء میں سے ہیں۔ آپ ہی نے رسالہ مبداء و معاد کو حضرت مجددؒ کی باطن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ  
اضططقی — خدامِ حقائق آگاہ، معارفِ انبیاہ، دعا و نیاز مندی، اس عاصی و مجبور  
کی قبول فرمائیں۔ چند سطریں، سوزشِ سینہ اور غمِ دیرینہ سے متعلق، صفحہ قرطاس پر لکھی  
ہیں۔ اس مضمون کو بطور ہدیہ آن عزیز الوجود کو ارسال کیا جا رہا ہے۔

مخدوما! حضرت قطب الاقطاب، زبدۃ المحققین، وارث المرسلین (حضرت مجدد  
الف ثانیؒ) کے فراق کا غم، جتنا زمانہ گذرنا جاتا ہے اور زیادہ قوی ہوتا جاتا ہے اور جتنا  
زیادہ پرانا ہو رہا ہے تازہ ہو رہا ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں اس مشتاق پر اس یگانہ  
آفاق کے فراق سے عجیب انتشار روتا ہوا گیا ہے۔ اس مجلس بہشتِ آئین کی یاد سے جگر کباب  
اور دیدہ پر آب ہوا جاتا ہے۔ اگر تمام عالم میں گشت لگائیں تو اس شہد، فی اللہ اجتماع  
کو کہاں دیکھیں گے؟ وہ فیوض و برکات، کہاں پائیں گے؟ وہ معارف، وحقائق اور وہ  
نزاکتیں جو ذات و صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں وہ بیان فرمایا کرتے تھے اور ہر  
شخص ان کو سنا تھا، اب کس سے سنیں گے؟ وہ اسرار جو "محرمانِ خاص" سے بیان ہونے  
تھے، اب کہاں سے ظہور پذیر ہوں گے؟ وہ "معاملاتِ مخصوصہ" کہ "محرمانِ راز" سے بھی  
ایک یاد سے زیادہ آدمیوں کو ان کے سننے کی گنجائش نہ تھی، کس سے سموع ہوں گے؟  
وہ اسرار و معاملات کہ کوئی فرد ان کا محرم نہ تھا اور "سز مہر" مدفون ہو گئے، وہ جُدا رہے۔  
بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ کوئی درویش حضرت والاؒ کی خدمت میں کچھ دریافت کرنے یا احوال

خاص سے نقل کر کے جمع کیا ہے۔ آپ کو حضرت مجددؒ کے علوم و معارف سے خاص مناسبت تھی۔  
مکتوباتِ امام ربانیؒ میں آپ کے نام بھی بہت سے مکتوبات ہیں۔ آپ نے ثنوی مولانا رومؒ  
کے وزن پر ایک ثنوی لکھی ہے جس میں چین کے شیشہ گر کی حکایت نظم کی ہے اور وہ حق الیقین  
کی بہترین تعبیر ہے۔ ایک دوسری ثنوی بوزنِ خسرو شیریں لکھی ہے اور ایک دیوانِ فارسی میں ہے  
(زبدۃ المقامات) سید کمال محمد سنبلہ نے اسرار یہ میں لکھا ہے کہ آپ کی وفات ۱۰۵۰ھ کو دہلی میں ہوئی  
اور مقبرہ خواجہ باقی باللہؒ میں دفن ہوئے۔ (زبدۃ الخواطر - جلد ۵)

باطنی بیان کرنے آیا ہے اور ان کی حضوری میں پہنچ کر تمام استفسارات اُس کے صحنِ سینہ سے چلے گئے اور احوال و مواجید میں سے کچھ بھی نہ رہا۔ جس طرح طلوعِ آفتابِ ظلمتِ شب کو ختم کر دیتا ہے، اُسی طریقے سے حضرت والاؒ کا دیدار تمام امورِ مذکورہ کو ختم کر دیتا تھا۔ اس اثناء میں بعض اوقات حضرت والاؒ اُس درویش سے دریافت فرماتے تھے کہ ہاں میاں بیان کرو کیا حال ہے؟ یا کوئی بات دریافت کرو؛ لیکن وہ بیچارہ خود رفتہ ہو جاتا تھا۔ اس کی زبان بند ہو جاتی تھی اور کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کہے رہے۔

خرد از دیدنش تسبیح خوانان، گریزد، پھوشتوت از جوانان  
بس وہ شخص ہاں یا نہیں کچھ نہیں بول سکتا تھا اور اپنے حال کی نفی و اثبات کے متعلق کچھ بھی لب کشائی نہیں کر سکتا تھا۔ .. والسلام

### مکتوب (۹۳) شیخ امام الدین پنجابی کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوةِ وَ اِزْسَالِ التَّجَارَاتِ —  
احوال و اوضاع یہاں کے فقراء کے مستوجبِ حمد ہیں۔ مکتوبِ مرغوب جو کہ برسوں کے بعد آیا، اور وہ بھی بتفریبِ سفارش۔ مسرت بخش ثابت ہوا، عدم ملاقات اور عدم حضری کے عذر بھی لکھے تھے وہ بھی معلوم ہوئے۔

مخدوما! حقُّ اللہ، تمام حقوق پر غالب ہے اور معرفت اللہ، اہم مقاصد میں سے ہے۔ ایمانِ حقیقی، معرفت ہی سے متعلق ہے۔ .. یہ وہ ایمان ہے جو کہ خلل سے محفوظ ہوتا ہے اور زوال سے مصون۔ اور جو ایمان، معرفت سے پہلے حاصل ہے وہ ایمانِ مجازی ہے کہ زوال سے محفوظ نہیں ہے۔ آیتِ قرآنی میں جو آیا ہے :-

”يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ“

۱۔ خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم)

۲۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔

اور ادعیہ مانورہ میں جو وارد ہوا ہے :-

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيمَانًا لَيْسَ بَعْدَهُ كُفْرٌ"

گویا اسی ایمان حقیقی کی طرف اشارہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ طالب معرفت ہونا چاہیے اور جہاں کہیں اس معرفت کی خوشبو مشام جان میں پہنچے، اس کے ڈرپے ہونا چاہئے۔ اس سلسلے میں (کچھ عرصہ کے لئے) خانماں چھوڑنا چاہیے اور "خولیش و فرزندان" کو الوداع کما چاہئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ محبوب و مرغوب ہیں۔ ان کا حق سب کے حقوق پر غالب ہے۔ یہ آیت کریمہ :-

"قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ نَّافَتْرْتُمْوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تُحِبُّونَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا الْآيَةَ" (سورۃ توبہ)

اسی حقیقت پر دلالت کر رہی ہے۔

مخدوما! عذرا آمیز باتیں اسی وقت تک ہیں، جب تک آتش شوق اور جنون طلبِ دل میں پیدا نہ ہو۔ جب تک یہ آگ بھڑکتی ہے اور جنون طلب شعلہ زن ہوتا ہے۔ سب باتیں ختم ہو جاتی ہیں اور زبانِ عذر بند ہو جاتی ہے۔ پھر جذبِ الہی، پیشانی کے بال پکڑ کر بسوٹے معشوق لے جاتا ہے اور کوٹے محبوب میں پہنچا دیتا ہے۔ بیشک راہِ عشق میں کچھ جنون بھی درکار ہے اور قیدِ عقل سے کچھ کچھ رہائی بھی ضروری ہے۔

دل اندر زلفِ لیلے بند و کار از عقلِ مجنون کن کہ عاشقِ رازیاں دار و مقالاتِ خمندی

اے اللہ! میں ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو۔

اے کھد بجئے! اگر تم کو اپنے آباؤ اپنی اولاد، اپنے بھائی، اپنی بیویاں، رشتے دار اور وہ مال جس کو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو (اگر تم کو) یہ سب چیزیں، اللہ، اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو تم منتظر رہو۔

تا آنکہ اللہ تعالیٰ اپنے عہدہ سے تم کو رازیاں دار و مقالاتِ خمندی

ہاں پیری و ضعفِ بدنی اور ضعفِ بصری البتہ صحیح اور معقول عذر ہو سکتے ہیں۔ والسلام

### مکتوب (۹۳) خواجہ امان اللہ قاضی زادہ برہان پور کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوةِ وَتَبْلِیغِ الدَّعْوَاتِ  
تم نے لکھا تھا کہ :-

” بعض دفعہ نماز میں ایسی حالت نمودار ہوتی ہے کہ گویا میں حضرت  
صمدیت سے تکلم کر رہا ہوں اور کوئی حجاب و پردہ درمیان میں نہیں رہا ہے  
اور ایسا مست و بیخود ہو جاتا ہوں کہ نماز بھی فراموش ہو جاتی ہے۔ پھر  
اپنے آپ کو قابو میں لا کر ہوش میں آتا ہوں۔ ناگاہ رقت و عجز کا غلبہ ہو جاتا  
ہے۔ یہی حالت تلاوتِ قرآن وغیرہ میں ظاہر ہوتی ہے۔“

سعادت آثار! یہ جو کچھ بھی وارد ہوتا ہے، بلند و مبارک ہے۔ نماز معراجِ مومن ہے،  
جو کیفیت نماز میں پیدا ہوتی ہے وہ تمام اذواق و کیفیات سے ممتاز ہے اور چونکہ نماز  
میں تلاوتِ قرآن مجید بھی ہے اور حدیث میں آیا ہے: ”مَنْ ارَادَ اَنْ يُحَدِّثَ  
رَبَّهُ فَلْيَقْرَأِ الْقُرْآنَ“ اس لئے تلاوتِ قرآن گویا کہ اپنے پروردگار سے کلام کرنا  
ہوا۔ وہ تلاوت جو نماز میں واقع ہو، وہ تو خصوصیت کے ساتھ بڑا درجہ اور بہتر نتیجہ رکھتی  
ہے۔ حدیث میں آیا ہے: ”قُرْآنٌ فِي صَلَاةٍ خَيْرٌ مِّنْ قُرْآنٍ فِي غَيْرِ  
صَلَاةٍ (المحدث) پس اگر یہ حقیقت (جو تم نے بیان کی ہے) نماز میں۔ جس کی شان

۱۔ جو شخص یہ چاہے کہ اپنے رب سے گفتگو کرے، پس وہ قرآن پڑھے۔

۲۔ نماز میں قرآن پڑھنا بمقابلے خارج میں پڑھنے کے زیادہ افضل ہے۔ روایت  
بیہقی کے لفظ یہ ہیں :- ”قراءة القرآن في الصلوة افضل من قراءة القرآن  
في غير الصلوة الخ (مشکوٰۃ)

میں حدیث میں آیا ہے۔ "أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِي الصَّلَاةِ"۔  
 جلوہ گرہو اور تکلم کی کیفیت ظاہر ہو تو گنجائش ہے۔ اور اگر مُصَلِّي، رفع حجاب محسوس  
 کر رہا ہے تو بالکل ٹھیک ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نماز میں وہ حجاب جو  
 بندہ و پروردگار کے درمیان ہے اٹھالیا جاتا ہے۔ نماز ایک محبوب دلربا ہے، جب  
 باطن مُصَلِّي پر اس کے جمالِ باکمال کا پرتو پڑتا ہے اور اس کے حُسن و خوبی کا ظہور ہوتا  
 ہے تو مُصَلِّي کو مست و بے شعور اور از خود رفتہ کر دیتی ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت جعفر صادقؑ ایک مرتبہ نماز میں تھے کہ بیہوش ہو کر گر پڑے  
 جب ہوش میں آئے تو اُن سے دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک آیت قرآنی  
 کی تکرار کر رہا تھا حتیٰ کہ اس کے متکلم سے میں نے سنا۔

تم نے لکھا تھا کہ: "میں رمضان میں معکف تھا کہ ۲۷ کی شب میں "چیز ہائے  
 گوناگون" میں نے مشاہدہ کیں، وہ رات بڑی روشن و پرنور تھی، ناگاہ مجھ پر ایک حالت  
 کیفیت ظاہر ہوئی اور ایسا محسوس ہوا کہ گویا یہ شب، شبِ قدر ہے۔"

مخدوما! اس فقیر نے بھی اور "یارانِ دیگر" نے بھی اسی ۲۷ رمضان کی شب  
 میں "انوار و برکاتِ بچید" مشاہدہ کئے اور شبِ قدر کا گمان کیا۔ وَالْغَيْبُ عِنْدَ اللَّهِ  
 خوابیں جو لکھی ہیں اور آنحضرت صلعم نے عالمِ رویا میں جو تم کو پیرہنِ مبارک عطا فرمایا  
 ہے۔ یہ سب خوابیں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مراتبِ کمال و اکمال میں ترقی عنایت  
 فرمائے۔ والسلام۔

مکتوب (۹۷) شیخ فقیر اللہ بنگالی کے نام (نصیحت)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ — بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلَاةِ وَتَبْلِيغِ  
 الدَّعَوَاتِ .. ..

۱۔ نماز میں بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں

أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ "الح (مشکوٰۃ)  
 مطرز ہو۔ تا توحا لله لعلا الله بوعه ر ۲۱۲



جہان آباد سے جو خط از راہ محبت روانہ کیا تھا، پہنچا، اور پلٹنے سے جو خط بھیجا تھا وہ بھی مل گیا۔ اوقات کو طاعات و عبادات اور ذکر و فکر میں صرف کرو۔ سفر طویل کے لئے زادِ راہ مہیا کرو۔ آیہ کریمہ: "وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ" کے مضمون پر خوب غور کرو "گوشہ نامرادی" اور زاویہ مسجد کونہ چھوڑو، مساکین اور اہل جمعیت کے ساتھ رہو، اہل تفرقہ اور اُمراء سے دور رہو اور بے ضرورت ان کے پاس نہ بیٹھو۔ "وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ" کو پڑھو۔ طالبانِ حق جل مجدہ کی خدمت اور دلجوئی کرو، اپنی توجہات کو ان سے نہ ہٹاؤ۔ دوستانِ دور افتادہ کو دعائے خیر و سلامتی ایمان سے یاد رکھو۔۔۔

وَالسَّلَامُ أَوَّلًا وَآخِرًا۔

### مکتوب (۹۸) خواجہ گل کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ بَعْدَ التَّحْمِیْدِ وَالصَّلَاةِ۔ جو مکتوب بھیجا تھا، پہنچا۔ مسرت بخشی۔ نسبتِ باطن کو عزیز رکھو، اور اس کی محافظت اچھی طرح کرو۔ ممکن ہے کوئی پھول گلہائے معرفت میں سے تمہارے باطن میں بھی شگفتہ ہو جائے اور وہ نویدِ قرب اور بوئے وصال لائے۔۔۔ اور ہستی موہوم کو درمیان سے اٹھا دے، نیز "عدمیت ذاتی" کو دکھلا دے اور حضوری خود بخود جلوہ گر ہو جائے۔ کوشش کرو کہ وقت، بیکاری میں ضائع نہ ہو۔ باطلِ حق نما، اپنا فریفتہ نہ کرے اور یہ بھی کوشش کرو کہ "وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَنَهَى الْبَاطِلَ ۗ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ

۱۔ ہر نفس کو غور کرنا چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا آگے بھیجا۔  
 ۲۔ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رو کے رکھئے جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور اللہ کی مرضی چاہتے ہیں۔ آپ بھی خلفاء حضرت خواجہ محمد معصومؒ میں سے ہیں۔ (روضہ رکن دوم)  
 ۳۔ اور کہہ دیجئے حق آگیا اور باطل چلا گیا اور باطل تو جانے ہی والا ہوتا ہے۔

زَهُوقًا — کا حاکم ممالک بشریت پر فتح و غلبہ پائے اور اس کو اپنے تصرف میں لے  
آئے ... .. وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَاٰخِرًا

### مکتوب (۹۹) شیخ حسین منصور جالندھری کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ السَّلَامُ عَلٰی عِبَادِهِ  
الَّذِیْنَ اَصْطَفٰی — صحیفہ پہنچا — مسرت بخشی — الحمد للہ — کہ فقیر کو ان دنوں صحت  
کلی حاصل ہے، اگرچہ ابھی پیدل نہیں چل سکتا ہوں، لیکن پاکی میں بیٹھ کر (فقط) چار  
نمازوں کے لئے مسجد میں بیٹھ جاتا ہوں — تم نے لکھا تھا کہ "اگر جنابِ قدس میں  
متوجہ ہو کر بعض حالات کا استکشاف کرتا ہوں تو بطورِ الہام، کشف ہو جاتا ہے"  
اس نعمت کا شکریہ ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ غلطی سے محفوظ رکھے، اس لئے کہ کشف  
میں غلطی کا واقع ہونا ثابت ہے۔ "امور کونیہ" (حوادثِ یومیہ دنیاویہ) کے کشف  
میں اگر غلط ہو جائے تو کوئی بات نہیں لیکن اسرارِ الہیہ اور اعتقادات و عبادات کے  
کشف کی کسوٹی شریعتِ حقہ ہے، جو کشف، قوانینِ شرعیہ کے موافق ہو اور اس سے  
متصادم نہ ہو، وہ اعتماد کے قابل ہے اور اگر متصادم ہے تو قابلِ اعتماد نہیں ...  
وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَاٰخِرًا

### مکتوب (۱۰۸) سیادت مآب سید اسرئیل کے نام (آخری حصہ)

.. .. نفی و اثبات کے شہسوار، حضرت خلیل اور حضرت حبیب علیہما الصلوٰت  
والتسلیمات ہیں، اس کلمے (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) کے جز و اول کو جو کہ نفی سے تعلق رکھتا ہے  
حضرت خلیل علیہ السلام نے پورا کیا اور کوئی دروازہ درہائے شرک میں سے ایسا نہ چھوڑا  
جس کو بند نہ کر دیا ہو اور انھوں نے لَوْ كُنَّا حُجَّتَ الْاِيْمَانِ فَلَمَّا نَزَلْنَا كَانُوْهُ لَمَّا نَزَلْنَا  
مَطْرًا هُوَ — تا اتواته لعالمنا بوجہ ... ..

سے بھی کنارہ کشی کی .. ..

کلے کا جزو ثانی (الابٹہ) جو کہ مرتبہ اثبات میں ہے اور دراصل نفسی کا نتیجہ اور غایت  
یہی ہے .. اس کو اصالتاً حضرت حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بقدر طاقت بشری  
پورا کیا، لہذا سکھ اختتام آپ کے ہی نام کا رہا اور محبوبیت ذاتیہ (جو کہ منتہائے کمالات ہے)  
کا قرعہ آپ ہی کے اسم گرامی پر نکلا۔ پس آپ امام النبیین، صاحب شفاعت اور الابرار  
والآخرین قرار پائے .. والسلام۔

### مکتوب (۱۱۰) خواجہ محمد صادق البخاری ثم المدنی کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ بَعْدَ حَمْدٍ وَصَلْوٰةٍ۔ — ہمارے  
بہت سے خطوط پہنچے، مطالعے میں آئے اور انہوں نے خوش کیا۔ چونکہ فقیر خط لکھنے  
میں بہت کاہل واقع ہوا ہے، نیز کبھی صحت ہے اور کبھی مرض، اس لئے جواب میں کوتاہی  
ہوئی، معذور رکھنا۔ اپنے اوقات کو وظائفِ اذکار و طاعات سے متور رکھو۔ مرضیات  
مولائے حقیقی کے حاصل کرنے میں جان و دل سے کوشش کرو اور توشہ گورو قیامت کو  
میتا کرو .. .. والسلام۔

### مکتوب (۱۱۱) خواجہ مکی جعفر خاں کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ حَامِدًا وَ مُصَلِّيًا۔ — صحیفہ گرامی  
نے مشرف کیا .. .. درویشوں سے محبت اور ان سے اخلاص کا معاملہ رکھنا۔ یہ  
اللہ کی بڑی نعمت اور عظیم الشان دولت ہے۔ دردِ نایافت کے متعلق جو تم نے لکھا  
ہے یہ بھی امرِ عظیم اور مقدمہ یافت ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ: اگر اللہ تعالیٰ کچھ  
دینا نہ چاہتا تو طلب کا مادہ ہی نہ رکھتا۔ انسان کی قدر و قیمت محبت کی وجہ سے ہے

اس کی بزرگی، اور اس کا امتیاز، تمام موجودات کے مقابلے میں اسی درد کی بنا پر ہے ۵

قد سیال را عشق ہست و درد نیست

درد را جز آدمی در خورد نیست

لیکن درد و محبت کے مراتب و درجات مختلف ہیں، ہر ایک اپنے طرف کے مطابق درد و محبت کے انوار و برکات کا امیدوار ہے .. ..

والسلام اولاً و آخراً

مکتوب (۱۱۵) ملاحسن پشوری کے نام (فضیلتِ استقامت)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلَاةِ وَتَبْلِغِ الدَّعْوَاتِ  
احوالِ اینچود مستوجبِ حمد ہیں۔ اللہ تعالیٰ دوستوں کو جمعیتِ قلب اور استقامتِ  
ظاہر و باطن کے ساتھ محفوظ رکھے۔ مدارِ کارِ استقامت پر ہے، الاستقامتہ فوق الکرامتہ  
(بزرگوں کا قول ہے)۔

”شَيْبَتِي سُوْرَةٌ هُوْدٍ“ حدیثِ معروف ہے۔ جب کہ سیدِ انبیاء  
سرورِ اقیاء صلی اللہ علیہ وسلم یون فرمائیں اور امرِ استقامت آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم کو بوڑھا کر دے، تو ہم جیسے بوالہوس اگر ہوسِ استقامت کریں اور استقامت کا  
دم بھریں تو محض ہوس و خیال ہے۔ بہر کیف ہاتھ پاؤں مارنے چاہئیں اور سعی کرنا  
چاہیئے۔ ممکن ہے اس بحرِ بیکراں سے کوئی چلّو مل جائے اور حلقِ جاں تک پہنچ جائے۔  
”هٰذَا يَذُكُّكَ كَلِمَةً لَا يَشْرُكُ كَلِمَةً“ — تمہاری استقامت کا جو حال

۱۵ مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا۔

۱۶ سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استقامت کا حکم ان الفاظ  
میں فرماتا ہے۔ فَاسْتَقِمُّوْكُمْ اٰمِرًا۔

سُنا جاتا ہے اُس سے دل بہت خوش ہوتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ زِدْ فِتْنَتِنَا نَاجِحًا رَہو۔  
دوستوں سے دُعا کی اُمید ہے۔۔۔۔ والسلام۔

### مکتوب (۱۱۶) اپنے صاحب زادے خواجہ عبید اللہ کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوةِ وَبَلِیْغِ الدَّعْوَاةِ  
یہاں کے احوال ہر طرح مستوجبِ حمد ہیں۔ تمہارے جانے کے بعد ان دنوں شیخ  
عبدالاحد فقیر کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے ہیں، اپنے کام میں بہت سرگرم عمل  
ہیں، شب و روز خدمت میں حاضر ہیں۔ خانقاہ میں ایک حجرہ لے کر بسر اوقات کرنے  
ہیں، نشہ عجیب رکھتے ہیں۔ بہت ترقی کر لی ہے۔ شیخ بدیع الدین اور میر محمد باقر بھی  
عزیز مذکور کے ساتھ موافقت کر کے لوازم طلبگاری کو حسبِ طاقت انجام دے رہے  
ہیں۔ الغرض ان تینوں کا معاملہ روز بروز رد بہ ترقی ہے۔ "یارانِ دیگر" بھی ترقی کی طرف  
جا رہے ہیں۔ طالبین قطعِ علائق و اسباب کر کے اطرافِ دکنات سے جوق در  
جوق یہاں پہنچ رہے ہیں اور سرگرم کار ہیں، فیض مند ہوتے ہیں اول قدم میں تخلص و  
آزادی حاصل کرتے ہیں۔ "سردی و گرفتاری" تو اس بے حاصل کے حصّہ میں آئی ہے۔  
اور "قرعہ ہجر و دوری" اس فقیر کے نام نکلا ہے۔ شرم آئی ہے کہ اس "گرفتاری" کے باوجود  
"آزاد" لوگوں کے ساتھ مساجحت رکھتا ہوں، اپنے آپ کو میں کسی طرح بھی ان لوگوں  
کی مجلس کے قابل نہیں دیکھتا۔ یہ بیت اپنے اور ان دوستوں کے حال کے موافق پاتا ہوں  
ماگر فناریم برمانا وکب بیداد ریز سنبل و گل در کنار مردم آزاد ریز  
قدرتِ خدا کا مطالعہ و مشاہدہ کرو، کہ میری اس "سردی و اندرگی" کے باوجود وہ  
جماعت جو میرے ساتھ نشست و برخاست رکھتی ہے۔ اس میں شعاعِ شوق پیدا ہو

۱۔ آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پوتے اور صاحبِ مکتوبات کے بھتیجے تھے۔

رہا ہے اور ان کی آتشِ محبت ترقی پر ہے، جس کی وجہ سے وہ ماسوا سے رہائی حاصل کر رہے ہیں اور ترقیات کے میدان میں گامزن ہیں :-

”الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا“ (یسین)  
 وہی ”قتلہ حجر و شجر حضرت موسیٰ“ ہے کہ درختِ سبز سے آتشِ خالص بے دھوئیں کی انہوں نے دیکھی، پھر انہوں نے سنا جو کچھ سنا۔ اور سنگِ خار سے اتنے چمڑے ہائے آب برآمد کئے کہ جماعتِ کثیر کے انتفاع کا سبب بن گئے۔ واضح رہے کہ ”مربی حقیقی“ اور ”مرشد علی الاطلاق“ اللہ تعالیٰ ہے ص

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند

کسی نے خوب کہا ہے ص

ایشاں نیند این ہمہ الحال مطرب است

از تست طلسم این حسزانہ من بیچ نیم درین میانہ  
 (والسلام)

مکتوب (۱۱۹) حافظ ابوالحسن کے نام (آخری حصہ)

.. تم نے لکھا تھا کہ رسالہ ”یا قوتیہ“ کے پڑھنے سے دل میں ایسا شوق غالب ہوا کہ ”ترکِ نوکری و خانماں“ کر کے (کسی طرح) صحبتِ عالی میں پہنچ جاؤں“  
 مگر ما! یہ شوق، نعمتِ عظمیٰ ہے۔ مدارِ کار، شوق و محبت پر ہے اور معاملہ ترقی و قرب اسی سے وابستہ ہے۔ جتنا ”دیدہ حسن ہیں“ زیادہ روشن اور تیز ہوگا اتنا ہی شوق و عشق کو بڑھائے گا، ماسوا پر محبوب سے منقطع و بیگانہ کر دے گا اور ”دریچہ معرفت“ اس کے باطن میں کھولے گا۔

آنرا کہ بحسن، دیدہ تیز است این عشق، بلائے خانہ خیز است

۱۰ وہ ذات جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے درختِ سبز سے آگ کو

مخدوم! چونکہ تمہارے ساتھ ایک پورا کنبہ وابستہ ہے، تم اُن کے کفیل ہو اور تمہارے اوپر فرض بھی ہے لہذا ترکِ ملازمت میں توقف و تامل درکار ہے۔ "ترکِ حقیقی" کے حصول تک "ترکِ حکمی" پر قائم رہو اور "ترکِ صوری" کے مقابلے میں "ترکِ معنوی" پر اکتفا کرو۔ "الصَّوْفِي كَاتِبٌ بَابِنٌ"۔ یہ مقولہ تو تم نے سنا ہوگا، اس کا مطلب یہ ہے کہ صوفی خلق کے ساتھ بھی رہتا ہے، صورتاً اور خلق سے جدا بھی رہتا ہے حقیقتاً و معنی۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب (۱۲۱) شیخ عبد العظیم جلال آبادی کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوةِ وَارْتِسَالِ  
التَّحِيَّاتِ .. .. .

تمام احوال مستوجبِ حمد ہیں .. مکاتیبِ شریفہ کے بعد دیگرے پہنچے .. مسرت بخش ثابت ہوئے۔ چونکہ فقیر کو درد کا عارضہ لاحق تھا اور قلم پکڑنے اور لکھنے کی بھی طاقت نہیں تھی، اس لئے جواب میں توقف واقع ہوا، اس ماہ مبارک (مضرب) میں مسجد کی ماضی، تراویح اور ختمِ قرآن سے محروم رہا، الحمد للہ کہ ماہِ شوال میں ماہِ سابق کی بہ نسبت تخفیف ہو گئی۔ الحال کہ ۶ ذیقعدہ ہے، چند روز سے پاکی میں بیٹھ کر همان خانہ میں آتا ہوں اور چند گھنٹی درویشوں کے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں۔ ابھی مسجد تک نہیں گیا ہوں کیونکہ وہ فاصلہ رکھتی ہے اور روزانہ یا چار روزانہ بیٹھنے کی طاقت بھی ابھی نہیں آئی ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے

وَلَيْتَكَ تَخْلُقُ وَالْحَيٰوةُ مَرِيَّةٌ ۝ وَلَيْتَكَ تَرْضَىٰ وَالْاَنَا مَرِيَّةٌ ۝

۱۔ آپ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ (روضہ رکن دوم)  
۲۔ کاش آپ میرے حق میں خیریں ہو جائیں۔ چاہے زندگی تلخ رہے، کاش آپ مجھ سے راضی ہو جائیں خواہ تمام مخلوق ناراض ہو۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ "محبت ذاتیہ" کی علامت یہ ہے کہ "انعام محبوب" اور ایلام محبوب "دونوں مساوی ہو جائیں یعنی محب، ایلام محبوب سے بھی لذت یاب ہو، جس طرح اس کے انعام سے لذت یاب ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت مجدد صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ ایلام محبوب اس کے انعام کے مقابلے میں زیادہ لذت بخش ہے۔ اس لئے کہ انعام میں تو مراد محبوب اپنی مراد نفس کے ساتھ مخلوط ہے اور ایلام میں خالص مراد محبوب ہی ہے اور مراد نفس کی مخالفت ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہو گیا۔ یہ شعر منجملہ غرائب ہے

اگر مراد تو لے دوست نامرادی با ست  
مراد خویش و گربار من نخواہم خواست

والسلام

مکتوب (۱۲۲) شاہ وقت سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ  
عَلٰی رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ نَا الْمَصْطَفٰی خَيْرًا تُوْرٰی صَاحِبِ قَابِ قَوْسَیْنِ اَوْ اَذْنٰی  
وَعَلٰی اِلٰهِ الْبَدْرَةِ التُّقٰی وَاَصْحَابِہِ الْمَقَامَاتِ وَالذَّرَجَاتِ الْعُلٰی  
(اس کے بعد چند احادیث فضائل سجدہ میں درج کی ہیں)

کمترین دعا گویاں، حضرت ناصر الملئہ والدین، مرجع الاسلام، مؤید المسلمین،  
خلیفہ اللہ تعالیٰ فی الارضین، کی خدمت میں لکھا ہے کہ یہ مسکین باوجود بے بضاعتی  
و دور از کاری آنجناب کے لئے "دعا کے سلامتی جان و ایمان سے فارغ اور طلب  
ترقی درجات و استقامت صوری و معنوی" سے غافل نہیں ہے

اس دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

برادر دینی شیخ عبدالعلیم نے ایک خط فقیر کو تحریر کیا تھا، جس میں آنجناب کی  
"جمعیت باطنی" اور اس "امر جلیل القدر" کے تقیید کے بارے میں لکھا تھا اس  
کو پڑھ کر، شکر خداوندی بجالایا کہ باوجود ان "اشغال صوریہ" کے آپ کے دل حقیقت



کو مطلوب حقیقی کے ساتھ ایک خاص تعلق اور مقصود تحقیقی کے ساتھ ایک مخصوص شوق ہے۔ امید ہے کہ یہ تعلق روز بروز زیادہ ہوگا اور آتش شوق قوت پذیر ہوگی، حتیٰ کہ ذکر سے مذکورہ دال سے مدلول اور لفظ سے معنی تک معاملہ پہنچ جائے گا۔

قوتے ز وجودِ خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی  
اسم و معنی وغیرہ کا اطلاق، حضرت سقّی جلّ مجدہ کے بارے میں اس بنا پر ہے کہ  
میدانِ عبارت تنگ ہے ورنہ -

آنجا ہمہ آنت کہ برتر زبان ست  
اللہ تعالیٰ کو لفظ و معنی سے ماوراء طلب کرنا چاہئے اور اس کو "ورائے  
آفاق و انفس" "ورائے تجلیات و ظہورات" "ورائے توحید و اتحاد" اور "ورائے  
مشاہدات و مکاشفات" دھونڈنا چاہئے۔

تواز خوبی نمی گنجی بعالم مراہرگز کجا گنجی در آغوش  
سیر و سلوک سے مقصود، رفع حجابات ہے، خواہ حجاباتِ وجودی ہوں یا حجاباتِ  
امکانی۔ یہ بات نہیں ہے کہ مطلوب کو دام میں لے آئیں گے اور عنقا کا شکار کر لیں  
گے۔

عنقا شکار کس نہ شود دام بانہیں کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را  
یہ کمال، مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہے اور یہ "دید" نتیجہ ولایتِ انبیاء ہے علیہم  
الصلوات والتسلیمات .. ..

.. وہ اکابر جو کمالات وراثتِ انبیاء کے ساتھ آراستہ ہوئے ہیں .. وہ  
تجلیات و ظہورات سے بالا ہو کر اور شہود و مشاہدہ سے آگے بڑھ کر تمام حجابوں (ظلمات و  
نورانی) سے باہر آگئے ہیں اور یقین کے ساتھ جان گئے ہیں کہ یہ شہود، حضرت سقّی سبحانہ  
کا شہود نہیں ہے اور یہ تجلی، ذاتِ مقدس کی تجلی نہیں ہے بلکہ اس کے صفات و کمالات  
میں سے ایک صفت کا ظہور ہے جو کہ حجابِ ذات ہے۔ طالبِ ذاتِ اقدس شہود  
صفات و کمالات سے خوش اور آرام گیر نہیں ہوتا، وہ تو حضرت خلیل اللہ کی طرف

”لَا أُحِبُّ الْإِفْلِينَ“ اور ”إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ“ پڑھتا ہوا اس شہود کے ماوراء  
کی طرف دوڑتا ہے۔ اسم و صفت سے سوائے ذات کے اور کچھ نہیں چاہتا تعالیٰ و تبارک  
و تقدس ۷

یو صلش نارسم صد بار از پانگند شوتم کہ نور و ازم و شاخ بلندے آشیان دارم  
نَدَقْنَا لِلَّهِ سُبْحَانَہٗ اِيْمَانًا بِهٰذِهِ الْمَعَانِي وَ شُرْبًا مِّنْ هٰذَا الْمَشْرَبِ  
الوار آفتاب جہان داری و سلطنت و آثار برکات و استقامت و ترویج ملت روز  
افزوں باد الحمد لله اَوْ لَآ اَوْ اٰخِرًا وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ دَائِمًا  
وَ سَلَامًا وَ عَلٰی اٰلِهِ الْكِرَامِ وَ صَحْبِهِ الْعِظَامِ ...

### مکتوب (۱۲۵) شیخ ابوالمظفر بریلوی کے نام

بعد تسمیہ و حمد و صلوة — مکتوب مرغوب جو اذواق و اشواق پر مشتمل تھا، پہنچا۔  
خوش کیا۔ اللہ تعالیٰ ابواب ترقیات کشادہ کرے۔ اعلیٰ مرتبہ کمال پر پہنچائے،

۷ شیخ الصالح ابوالمظفر الحنفی النقشبندی البریلوی = دکن کے رڈسا میں سے تھے  
بعد وہ اس علاقہ کے ایک عظیم المرتبہ شیخ کامل ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی  
سے بیعت ہو کر ان کی خدمت میں مدتوں رہے، بالآخر مرتبہ مشیخت پر پہنچے۔ پیر و مرشد نے  
ان کو خلافت دے کر بریلوی کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ وہاں انھوں نے سکونت اختیار کی اور  
ان کو قبول عظیم حاصل ہوا۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے انتقال کے بعد مروج الشریعہ خواجہ  
عبید اللہؒ سے رجوع کر کے فیض حاصل کیا۔ شیخ عنایت اللہ بالاپوریؒ اور دیگر ہزار  
اشخاص نے شیخ ابوالمظفرؒ سے طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا۔ ۱۱۰۸ھ کے لگ بھگ  
بلدہ بریلوی میں انتقال ہوا۔

(نزہۃ الخواطر جلد ۶ - درود اللہ القیومیہ رکن دوم)

صلاوت و رقت، ذکر و تلاوت اور نماز میں بڑھانے اور حقیقت قرآنی اور حقیقت صلوٰۃ سے  
 بہرہ کامل عطا فرمائے۔ نماز فقط اسی صورت ظاہری ہی میں محدود نہیں ہے (بلکہ) عالم غیب  
 میں ایک ایسی حقیقت رکھتی ہے کہ تمام حقائق سے اونچی ہے۔۔۔ حضرت مجدد الف  
 ثانیؑ سے میں نے سنا ہے کہ مثل علم، کلام کو بھی متکلم سے ایک ایسا اتحاد ہے کہ کسی دوسری  
 صفت کو اتنا نہیں ہے، پس اس راہ سے قرب و منزلت کو حاصل کرو۔ "فَهَرَمَنْ  
 فَهَرَمَ" اسرارِ نماز کہاں تک بیان کروں  
 قلم اینجا رسید و سر بشکست

مکتوب (۱۲۶) خواجہ مومن قاضی زادہ برہان پور کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوةِ وَازْسَالِ

التَّحِيَّاتِ .. ..

مکتوب شریف پہنچا، مسرت بخش ہوا اور چونکہ احوال و اذواق پر مثل تھا اس لئے  
 مسرت پر مسرت بڑھائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ترقیات عطا کرے اور بکبر و پندار سے دور  
 رکھے۔ لکھا تھا کہ نماز میں ایک ایسی حالت رونما ہوتی ہے کہ حجاب درمیان سے اٹھ  
 جاتا ہے اور خطرہ غیر بالکل دل میں نہیں گذرتا، اس وقت "خوب، بسیار" پیدا ہو جاتا  
 ہے اور اپنے آپ کو مثل خس و خاشاک بھی نہیں پاتا ہوں "جاننا چاہئے کہ حدیث شریف  
 میں آیا ہے کہ: "نماز میں مصلیٰ و پروردگار کے درمیان جو حجاب ہے وہ اٹھالیا جاتا ہے"  
 ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ:۔ یہ رفع حجاب نتمہی کی نماز  
 کے ساتھ مخصوص ہے۔ شکرِ خدائے عز و جل اس نعمتِ عظمیٰ پر بجالاؤ اور اس کیفیت  
 کے بڑھانے میں کوشش کرو، نیز نماز کو آداب و شرائط اور طولِ قنوت کے ساتھ پڑھا  
 کرو۔ جو قرب، نماز کی ادائیگی کے وقت ہوتا ہے وہ اس سے باہر میسر نہیں —  
 "وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا" — کچھ تھوڑے سے اسرارِ نماز،

لہ اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم کرو اور نماز کی ادائیگی پر جہم رہو۔

عزیزی شیخ ابوالمنظف (برہان پوری) کے خط میں بھی لکھے ہیں، اُن کا مطالعہ کرو گے تو  
بظاہر لطف اندوز ہو گے۔ والسلام

### مکتوب (۱۳۲) خواجہ احمد بخاریؒ کے نام

اللہ تعالیٰ جاوہ شریعت نورا و سنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مستقیم و  
مستقیم رکھ کر تزییاتِ صورتیہ و معنویہ سے مکرم و ممتاز فرمائے۔  
صحیفہ گرامی نے پہنچ کر مسرت بخشی، علالتِ فقیر کے متعلق دریافت کیا ہے اللہ  
ان دنوں آرام ہے لیکن ابھی تک اٹھنے کی قوت نہیں آئی۔ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ  
فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا۔۔۔  
جو کچھ اس طرف سے پہنچتا ہے مرغوب و محبوب ہے۔ کشادہ پیشانی کے ساتھ ابرو پر بل  
ڈالے بغیر اس کا استقبال کرنا چاہئے یہی راہِ بندگی ہے۔ بعض احباب تنگی روزگار  
اور قرضداری کی بناء پر اظہارِ گلہ کیا کرتے ہیں۔ شکایت کا کوئی موقع نہیں۔ رزق مقرر  
میں کسی کمی بیشی کا احتمال نہیں ہے۔ رزق کا تنگ کرنا اور رزق کا کشادہ کرنا بس اللہ  
کے قبضے میں ہے۔ کسی کو اس میں دخل نہیں ہے۔ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن  
يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ۔ طریقہ پسندیدہ یہ ہے کہ بندہ چہرہٴ دل کو تمام سمتوں سے ہٹا کر ذکر  
عبادتِ الہی کی طرف متوجہ کر دے اور کلیتہً تعمیرِ آخرت میں کوشش کرے۔ بندے کا

خواجہ احمد بن خواجہ خاوند محمود عطاری نقشبندی بخاری اکابرِ عصر میں سے ہیں۔ بادشاہ  
توران عبدالعزیز کی ایچی گیری میں ہندوستان آئے اور بعدِ معاودت اواخرِ شعبان ۱۰۶۲ھ میں  
لاہور میں انتقال کیا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کے بڑے خلفاء میں تھے۔

میں نہیں پہنچی کوئی مصیبت زمین اور تمہاری جانوں میں، گروہ لکھی ہوئی ہے لوحِ محفوظ میں  
اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں۔

اللہ کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لئے چاہتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔

مطمح نظرِ مرضیاتِ الہی کے سوا اور کچھ نہ ہونا چاہیے۔ — وَاذْكُرْ اِسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ  
 اِلَيْهِ تَبَتُّلًا اَمْرًا مَعَالِمًا كَمَا اَشْرَكَكَ حِوَالَةَ كَرْنَا چاہئے، کثرتِ کار بھی اسی کی طرف سے جائے  
 اور اسی سے طلب کرے۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا  
 حدیث شریف میں آیا ہے۔ تَبَاتُّلًا هَبِّ وَالْفِضَّةِ قَبْلَ فَمَا نَدَّخِرُ قَالَ لِسَانَ  
 ذَاكِرًا وَقَلْبًا شَاكِرًا وَزَوْجَةً تَعِينُ عَلٰى الْاٰخِرَةِ نيز حدیث شریف میں  
 آیا ہے۔ مَنْ جَعَلَ اَلْهُمُوْمَ هَمًّا وَاحِدًا كَفَاهُ اللهُ تَعَالٰى سَائِرَ هُمُوْمٍ  
 وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهٖ اَلْهُمُوْمُ مِنْ اَحْوَالِ الدُّنْيَا لَفِيْءًا لِّاللهِ تَعَالٰى فَاِنْ  
 اٰتٰى اَوْ دِيْتَهَا هَلَكَ۔

سید محمد اور ان کے برادر کلاں کے جو کچھ احوال لکھے ہیں وہ بھی معلوم ہوئے، تم نے  
 اپنے بھائی کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ پہلے جو کچھ آنکھ بند کرنے دیکھتے تھے اب کھل آنکھوں  
 دیکھتے ہیں۔

مخدوما! یہ بات ترقی باطن پر دلالت نہیں کرتی، کمال اس بات کے ساتھ بھی  
 وابستہ نہیں ہے۔

تو مباحث اصلاً کمال این ست و بس  
 تم نے یہ بھی لکھا تھا کہ: "یاران طریق جو تم سے وابستہ ہیں، جب ان کو (امر باطن

۱۔ اپنے پروردگار کا ذکر اور تمام جہتوں سے ہٹ کر اس کی طرف پوری پوری توجہ کر۔  
 ۲۔ وہ مشرق و مغرب کا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس اس کو اپنا کار ساز بنا  
 ۳۔ ہلاکت ہو سونے چاندی کی (آنحضرت صلعم کے یہ الفاظ سن کر صحابہؓ نے عرض کیا پھر ہم کیا  
 جمع کریں۔ فرمایا:۔ زبانِ ذاکر، قلبِ شاکر اور ایسی بیوی جو آخرت کے لئے مددگار ہو۔  
 ۴۔ جس شخص نے اپنے تمام غموں کو ایک غم (غمِ آخرت) بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام غموں کو دور  
 کر دے گا اور جس شخص کو دنیاوی غموں نے گھیر لیا (علاوہ غمِ آخرت کے) تو اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہیں،  
 وہ کسی بھی دلدی غم میں ہلاک ہو جائے۔ مشکوٰۃ شریف میں سائسِ ہموومہ کی جگہ ہمدنیہ ہے۔

میں) کوئی مانع پیش آتا ہے اور توقف واقع ہوتا ہے تو وہ تمہاری طرف توجہ کرتے ہیں۔  
تمہاری صورت ان کو ظاہر ہو جاتی ہے اور اس جگہ سے گزار دیتی ہے حالانکہ تم کو اس کی  
کچھ خبر بھی نہیں ہوتی۔

مخدوما!۔ (بات یہ ہے کہ) "نجیل وارثاد" "کارخانہ خداوندی" ہے۔ مریٰ حقیقی  
تو دراصل وہی ہے لیکن باعتبار ظاہر یہ معاملہ پرورش کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ اس  
کے ذریعے سے مرید کا کام درجہ کمال تک پہنچاتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرشد کو اس توسط  
کی اطلاع ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔  
از ماد شہانہ بر ساختہ اند

والسلام

مکتوب (۱۳۳) شیخ شرف الدین سلطانپوری کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوةِ وَارِسَالِ  
التَّحِيَّاتِ .. .. .

صحیفہ گرامی جو بھیجا تھا۔ پہنچا۔ بخت افزا ہوا۔ حلقہ صبح و پیشین کی پابندی،  
بعد مغرب طریقہ توجہ بیاراں، گرمی مجلس، تاثیر توجہات اور ظہور و آثار و ترقیات عظیمہ  
کے متعلق جو کچھ لکھا تھا اس سے بے انتہا مسرت ہوئی۔

اللَّهُمَّ اكْثِرْ اِحْوَانَنَا فِي الدِّينِ — چاہیے کہ اس امر جلیل القدر کا پیش  
از پیش اہتمام کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ اَحَبَّ عِبَادِ اللّٰهِ اِلَى اللّٰهِ  
مَنْ حَبَّبَ عِبَادَ اللّٰهِ اِلَى اللّٰهِ وَ حَبَّبَ اللّٰهُ اِلَى عِبَادِهِ — تعین نیت میں

۱۔ آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلفاء میں ہیں۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم)  
۲۔ بیشک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو بندوں کو اللہ کا محبوب  
بنائے اور اللہ کی محبت کو اس کے بندوں کی طرف متوجہ کرے۔

جان و دل کے ساتھ کوشاں ہوں۔ ہمیشہ ملتجی اور نضرع کناں رہیں۔ حقیقتِ فرآنی کے تحقق اور عبورِ برفوق کے متعلق جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا۔ چونکہ معاملہ نازک ہے۔ اس لئے اس کی تفصیل تمہارے حاضر ہونے پر ہوگی۔ جو کچھ اپنے اندر پاتے ہو نعمتِ عظمیٰ ہے امید ہے کہ بہ بات دو حال سے خالی نہ ہوگی، یا تو بالفعل حاصل ہے یا قریب الحصول ہے۔ بہر حال شکرِ خدا بجالاؤ اور ہمت کر دو کہ بحرِ معرفت سے کوئی موتی ہاتھ لگے، تاکہ ساتِ پشت کی سعادت کا سبب بنے اور ہشت بہشت حاصل ہوں۔ دوستوں سے  
دُعا کی امید ہے .. .. وَالسَّلَامُ أَوْلًا وَأَخْرًا

مکتوب (۱۳۶) حاجی محمد شریف کے نام (اول حصہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ————— اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ السَّلَامُ عَلٰی  
عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی .. ..

تم نے استفسار کیا ہے کہ قربِ نوافل اور قربِ فرائض کسے کہتے ہیں؟ .. ..  
جاننا چاہئے کہ قربِ نوافل وہ قرب ہے جو عباداتِ نافلہ پر مرتب ہوتا ہے، ایسا قرب  
ہوتا ہے کہ وجودِ سالک درمیان میں رہتا ہے۔ پس یہ قرب، فنا کنندہ نہیں ہے۔  
اس لیے کہ صاحبِ قرب کا وجود ہنوز درمیان میں ہے۔ اسی لیے بزرگوں نے کہا ہے  
کہ قربِ نوافل وہ ہے کہ بندہ فاعل ہو اور حق تعالیٰ اس کا آلہ فعل ہو۔ چنانچہ  
حدیثِ قدسی میں آیا ہے:

”لَا يَنْالُ عَبْدِيَّ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ  
كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَ بَصَرًا وَ يَدًا وَ رِجْلًا“ ————— اور ایک روایت

۱۔ میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعہ مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے  
محبت کرتا ہوں اور اس کی سمع اور بصر اور پید و رجل بن جاتا ہوں۔

میں یوں آیا ہے۔ "فَبِنِي يَسْمَعُ وَبِنِي يَبْصُرُ" قربِ فرائض میں چونکہ محض امرِ الہی کی تعمیل ہے، وجودِ عابد درمیان میں نہیں رہتا، لہذا کہا گیا ہے کہ قربِ فرائض وہ ہے کہ حق تعالیٰ فاعل ہو اور بندہ آلہ فعل۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ "الْحَقُّ يُنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ"۔ ناطق، حق ہے اور زبانِ عمر آلہ سے زیادہ نہیں ہے نیز وارد ہوا ہے۔ "اتَّقُوا غَضَبَ عُمَرَ فَإِنَّ اللَّهَ يَغْضِبُ" پس قربِ فرائض، فنا کنندہ وجودِ سالک ہے اور قربِ نوافل ایسا نہیں ہے۔

"جمع بین القربین" یہ ہے کہ فاعل و آلہ ہر دو حق تعالیٰ ہوں اور بندہ درمیان میں کچھ نہ ہو۔ آئیہ کریمہ "وَمَا دَّ مَيْتًا إِذْ دُمِيتَ وَ لَكِنَّ اللَّهَ وَهَىٰ"۔ میں ان ہر سے قرب کی طرف اشارہ ہے۔ "۔۔۔"

### مکتوب (۱۵۰) شیخ محمد باقر لاہوری کے نام (آخری حصہ)

مخدوما! بعض طالبین، جن کے کمالات ابھی قوت سے فعل میں نہیں آئے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اندراج یا انعکاس یا تخیل کے طور پر وہ کمالات متصور ہونے لگتے ہیں، حالانکہ ہنوز ان کا وقت نہیں پہنچا ہوتا۔ لہذا اس معاملہ میں بہت غور و تامل کی ضرورت ہے۔ نیز طالبین کے اوضاع و اطوار اور استقامت و عدم استقامت کو ملاحظہ کر کے اجازت دینا چاہئے۔ میں ان عزیزوں کے متعلق نہیں کہہ رہا جن کے حالات تم نے لکھے ہیں بلکہ یہ بات بطور قاعدہ کلیہ ہے، دوستوں کو ملحوظ رکھنی چاہئے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ سَائِرِ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ

۱۔ پس مجھ ہی سے وہ سنا ہے اور مجھ ہی سے وہ دیکھتا ہے  
۲۔ عمرض کے غصے سے بچو، اس لئے کہ ان کے غصے کے وقت دراصل اللہ غصہ ہوتا ہے  
۳۔ اور نہیں پھینکا آپ نے (کنکریوں کو) جب کہ پھینکا، بلکہ اللہ نے ان کو پھینکا۔



## مکتوب (۱۵۲) فرزند ان خواجہ محمد حنیف کے نام

(در تعزیت و فاتحہ خواجہ مرحوم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی  
عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی .. ..

برخوردار سعادت آثار خواجہ عبد اللہ (ابن خواجہ محمد حنیف) مع برادر ہمشیرگان  
کمال کو پہنچیں، اور ان کی عصمت پناہ والدہ اور تمام اہل طریقت جو وہاں اقامت گزیریں ہیں  
اس جانب سے سلام عافیت انجام قبول کریں۔ سب کے سب جادہ شریعت غزوات اور  
سنت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پرستقیم و مستقیم اور متابعت شیوخ پر راسخ ہیں۔  
اس حادثہ جانکاہ کو سن کر کیا لکھوں کہ دوستوں پر کیا رنج و غم گذارا اور کیسی جدائی اور  
مصیبت نمودار ہوئی۔ لیکن چونکہ بارادہ و تقدیر مولائے حقیقی ہے، اس لئے سوائے رضا  
و تسلیم کے چارہ نہیں، ہم نے بھی صبر کیا، تم بھی صبر کرو اور اللہ کے فعل کے ساتھ راضی و  
شاکر رہو۔ گزرنے ہوؤں کو دعا و صدقہ سے یاد کرو۔ فیوض و برکات خواجہ مرحوم سے  
امیدوار رہو .. ..

دوستوں کو چاہئے کہ خواجہ مرحوم کی جگہ کو آباد رکھیں، اور طریقہ خواجہ کا اچھی طرح  
ملاحظہ رکھیں۔ حلقہ "ذکر و مشغول" بھی قائم رکھیں۔ آنے جانے والوں کی خدمت کریں اور  
فرزند ان خواجہ کی رضا مندی و خدمتگاری میں دل و جان سے کوشاں ہوں، ان کے  
بچوں کی اچھی تربیت کریں اور تعلیم آداب دیں۔ ان کے بچے پانچوں وقت نماز باجماعت  
میں حاضر ہوں اور بلا ناغہ سبق پڑھیں۔ کیا کیا جائے، ہم ان سے دور ہیں۔ دل کڑھتا  
ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو رائیگاں نہ کرے گا، درجہ کمال تک پہنچائے  
گا۔ اِنَّہٗ قَرِیْبٌ فَحِیْبٌ۔

زبیر دوستوں غم شد درون سینہ جان من

فراق ہمشیناں سوخت مغز استخوان من

وَالسَّلَامُ اَوْلًا وَاٰحْسَنًا

## مکتوب (۱۵۶) خواجہ عبدالصمد کابل کے نام

(مواظف وینی اور بیوفانی دنیائے دنی کے بیان میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوةِ وَارِسَالِ  
التَّحِیَّاتِ .. .. افسوس کہ عمر ختم ہو گئی اور کوئی عمل نہ ہو سکا۔ بیوفانی و نین  
”بدیہی اولی“ بن گئی ہے۔ فتن و مصائب پلے در پلے آ رہے ہیں، دوست اور جگرگوشا  
کو چ کر رہے ہیں، پھر بھی کوئی تنبہ و تذکر نہیں، توبہ و انابت بھی نہیں۔ غفلت بڑھتی  
جاتی ہے اور معاصی روز افزوں ہیں۔

”اَوَلَا یَرَوْنَ اَنْهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ  
شُرًّا لَا یَتَوَبُّوْنَ وَلَا هُمْ یَذْکُرُوْنَ“

یہ کونسا ایمان اور کونسی مسلمان ہے کہ نہ تو کتاب و سنت سے پند پذیری ہے اور  
نہ مشاہدہ آیات بینات سے عبرت حاصل ہو رہی ہے۔ غور کرنا چاہئے کہ وہ یار  
اور ہمیشیں جو پار سال اور اس سے گذشتہ سال، یکجا ہم سفر و ہم کاب تھے، مونس و  
ہمد تھے .. .. وہ کہاں چلے گئے؟

کجا رفتند آن یاران کہ بودہ مونس جانی

کوئی نشان ان کا ظاہر نہیں ہوتا اور کوئی بھی ان کا نشان نہیں دیتا

چناں خرمین عمر شاں شد بیاد

کہ ہرگز کے زان نشانے نداد

اللّٰهُمَّ لَا تُخْرِمْناَ اَجْرَهُمْ وَلَا تَقْتَبناَ بَعْدَهُمْ

پس ہم پر اور ہمارے پیمانوں پر لازم ہے کہ عمر دوروزہ کو غفلت میں نہ گذاریں،  
خوابِ خرگوش میں مبتلا نہ ہوں۔ اس سرائے فانی سے دل نہ لگائیں اور اس قحبہ غدار

وہ غور نہیں کرتے کہ وہ ہر سال ایک مرتبہ یا دو مرتبہ آزمائش میں پڑتے ہیں۔ پھر بھی  
تائب نہیں ہوتے اور نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

پرفریفتہ نہ ہوں۔ مرضیات مرنے سے پہلے کی موافقت کریں۔ نفس دشمنان کے مکر اور گرداب ہوا و ہوس سے کنارہ کشی کریں۔ گور و قیامت کو پیش نظر رکھ کر اپنے آپ کو مردوں میں شمار کریں :-

لے "وَعَذَابُكَ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ" (الحديث)

"حیات و وجود موہوم" سے آزار برکرا اس موت میں مشغول ہوں جو پیش از موت ہے۔ وہ معدوم ہوا اپنے پر احکام موجود جاری کرے اور عنوان وجود کے ساتھ ظاہر ہو، اور وہ نیرت جو خواہ مخواہ ہست بنے .. .. قابل مضحکہ ہے

وصافی خود بزعم حاسدنا کے ترویج چنین مستاع کا سدا کے

ہستی اور اس کے تالیح ہستی والے موجود حقیقی کے ہی شایان شان ہیں اور وضع شے در محل خود۔ اسی کو کہتے ہیں۔ ممکن کا کمال نفی کمال میں مضمر ہے اور اس کی خیریت سلب خیریت ہی میں ہے

در عالم ما از صاحب نام نماند و از صبح وجود ما جز شام نماند  
"چل خسرو گھرا اپنے سانچہ پڑی سب دیش"۔ (اے خسرو اپنے گھر چل، سب جگہ شام ہو گئی)۔

.. .. مأمول از دوستان دعائے سلامتی خاتمہ است .. ..

مکتوب (۱۶۲) شیخ محمد یوسف گردیزی پیرزادہ لٹمان کے نام

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ — خُصُوصًا عَلَيَّ

لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ فرمایا کہ :- دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرو جس طرح مسافر ہوتا ہے بلکہ پل پر سے گذرنا والا ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا: اپنے نفس کو اصحاب قبور میں سے شمار کرو۔ (مشکوٰۃ باب الاصل والحرص)

لے شیخ محمد یوسف گردیزی۔ آپ لٹمان کے مشہور گردیزی خاندان کے ایک فرد اور حضرت (بقیہ صفحہ ۲۲۲ پر)

سَيِّدِ الْوَرَىٰ صَاحِبِ قَابِ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ السَّلَامُ  
التَّقَىٰ۔

اما بعد۔ تمہارا خط پہنچا۔ جس کی عبارت میں تروتازگی تھی۔ یہ ذرہ بے مقدار نہ اس خطاب کا مترادف ہے اور نہ اس مضمون مکتوب کا مستحق۔ وہ مقدمات جو اپنی تواضع کی بنا پر اپنے نامہ نامی میں مجھ دُور از کار کے حق میں لکھے ہیں وہ بھی صحیح و واقعی نہیں۔ اس مسکین سے نجات کی درخواست کرنا اور رب الالباب کی طرف متوجہ ہونے کو مجھ سے طلب کرنا ایسا ہے، جیسا کہ کسی عاریت مانگنے والے سے عاریت چاہنا اور کسی محتاج سے سوال کرنا۔ فقیر اپنے اندر کوئی مناسبت اس "طائف علیہ" سے نہیں دیکھتا اور کوئی مشارکت اس "طبقہ سنیہ" کے اسرار میں نہیں پاتا۔ باوجود اس کے جو طالب اطراف و اکناف سے آتے ہیں بقدر استعداد، بہرہ ور ہو جاتے ہیں اور کمال و اکمال کا خیال کرتے ہیں۔ یہ سب برکات، بزرگوں کے انفاسِ نفیہ کے ہیں۔ یہ مسکین درمیان میں کچھ نہیں۔

ما خود نتم این ہمہ الحان ز مطرب است

بلاشک نیستی و عدمیت، ممکن کے اندر ذاتی ہے، باقی تمام کمالات جو توابع وجود ہیں سب اس کے اندر "مرتبہ و جوب" سے مستعار و مستفاد ہیں۔ ممکن بیچارہ اپنی ذات کو فراموش کر کے اپنے عاریتی کمال کو خیر و کامل تصور کئے ہوئے ہے، اپنے مولا کے مخصوص ترین اوصاف میں شرکت ڈھونڈ رہا ہے اور رعونت و انانیت ظاہر کر رہا ہے، یہ نہیں جانتا کہ اس کی ذات عدم ہے، وہ عدم، جو ہر شر و فساد کا منبع ہے۔ جیسا کہ وجود، ہر خیر و کمال کا مبداء ہے۔ ممکن کی جہالت ذاتی کی بات ہے کہ وہ اپنے کو کامل سمجھے ہوئے ہے۔ اس

بقیہ صفحہ ۲۲۱: حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایک مخصوص مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت والا آپ پر بہت مہربان تھے۔ خلافت دیگر آپ کو ملنا بھیجا، وہاں کے گرد و نواح میں آپ ہی کے ذریعہ طریقہ نقشبندیہ کا رواج ہوا، نہایت مستقیم الاحوال تھے۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم)

کے حق میں کمال تو انتہائے کمال ہی میں ہے اور اس کی خیریت، سلب خیریت ہی میں ہے  
کسی نے خوب کہا ہے ۷

وصافی خود بزمِ حاسد تا کے ترویجِ چنین مستاع کا سدا تا کے  
بات کہیں سے کہیں چلی گئی۔ یہ درویشِ دلریش، نوجہ غائبانہ سے اور دعائے ظہر <sup>لغیب</sup>  
سے فارغ نہیں ہے۔ اُمید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس محبت کی بدلت  
جو اس طبقہِ عالیہ سے رکھتے ہو، بزرگوں کے فیوض و برکات سے فیض مند اور ان کے  
انوار و اسرار سے بہرہ مند ہو جاؤ گے۔ اس محبت کو سرمایہ سعادت تصور کرو۔ حق تعالیٰ  
اس محبت کی آگ کو سر بلند کرے اور شعلہ شوق کو مشتعل کر دے۔ ماسوا سے پورے طریقے  
پر رہائی دے، اور سراپردہ قرب و معرفت میں پہنچا دے۔ اِنَّهُ قَرِيبٌ مَّحْبُوْبٌ  
مکرم!۔ معاملہ افادہ و استفادہ، وابستہ بصحبت سے، خصوصاً ہمارے طریقے  
میں کہ اس کا دار و مدار صحبت پر ہے۔ کسی کامل و مکمل کی صحبت میسر آنے تک، اوجِ شریعت  
اور سنِ مرضیہ پر مستقیم رہو۔ لہو و لعب اور صحبتِ ناجنس سے بچتے رہو اور وظائف  
و اذکارِ ماثورہ کے ساتھ اوقات کو معمور رکھو۔ علوم دینیہ میں مشغول ہونا بھی اعظم عبادت  
سے ہے .. .. والسلام۔

### مکتوب (۱۶۹) محمد تکیے کے نام

ابوابِ فیوض ہمیشہ مفتوح رہیں۔ وہ خط جو ازراہ محبت بھیجا تھا، پہنچا  
سرت بخش ثابت ہوا۔ ذکرِ قلبی کا ملکہ پیدا ہو جانے کو لکھا تھا۔ اس حالت کو دوام  
آگاہی اور یادداشت کہتے ہیں۔ جب تک حضور و ذکر بتکلف ہے۔ اس کا  
نام یاد کرد ہے، اور جب ذکر دوام پذیر اور تکلف سے آزاد ہو جاتا ہے یادداشت  
بن جاتا ہے ۷

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال      در دل ز تو آرزو در دیدہ خیال

کوشش کرو کہ خطرہ ماسوا اس طرح دل سے چلا جائے کہ اگر سا لہا سال قصد اور تکلف کیا جائے، خطرہ غیر دل میں نہ گزرے، بسبب اس نیاں کے جو دل کو ماسوا سے حاصل ہو چکا ہے، یہ حالت فنائے قلب سے تعبیر کی جاتی ہے اور "اطوارِ ولایت" میں قدم اول ہے

ۛ ایں کارِ دولتست کنوں تا کرا دہند

جو خواب دیکھے ہیں واضح و عالی ہیں اور مناسبتِ تامہ کی خبر دیتے ہیں، حق سبحانہ و تعالیٰ ترقیات عطا فرمائے .. .. وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَاٰخِرًا

### مکتوب (۱۶۳) سیادتِ پیناہ میر محمد ابراہیم کے نام

(کمالاتِ محبت کے بیان میں)

حق سبحانہ و تعالیٰ ابواب فیوض کو ہمیشہ مفتوح رکھے۔ صحیفہ گرامی پینچا —  
خوشوقت کیا — دولتِ شوق و محبت اور بیقراری و بے آرامی کا، جو کہ حد سے فزوں ہے  
اظہار کیا ہے۔ سب باتیں معلوم ہوئیں — ہاں بیشک ۛ

در عشق جنیں بوا لعجبہا باشد

اس قسم کی محبت آرزوئے طالبین اور تمنائے سالکین ہے۔ یہی محبت چہرہ کار سے پردہ اٹھاتی ہے، اور برسوں کا معاملہ گھڑیوں میں طے کر دیتی ہے۔ گرفتارانِ قیدِ عقل اس محبت کی قدر نہیں جانتے، وہ اس جنون کو عیب و مرض سمجھتے ہیں۔ اگر اس "معا" کا تھوڑا سا راز بھی اُن پر کھل جائے تو وہ بھی اس جنون کے دیوانے اور بصد آرزو بندشِ عقل

ۛ آپ میر محمد نعمان اکبر آبادی کے صاحبزادے اور اسلام خاں (میر ضیاء الدین حسین) کے داماد تھے۔ اکابرِ عصر میں آپ کا شمار تھا۔ عالمگیر بادشاہ کی طرف سے بطور تدریج لاکھ ساٹھ ہزار کی اجناس حرمین شریفین کو لے کر گئے تھے۔ بعد مراجعت، حدودِ دین میں شاہ کو فوت ہوئے۔

(تاریخ محمدی قلمی رضا لائبریری رام پور و ماثر الامراء جلد اول)

سے یکسو ہو جائیں

عقل گرداند کہ دل در بند زلفش چوں خوش است

عاقلاں دیوانہ گردند از پست زنجیر و

یہ جنوں سرمایہ سعادت ہے اور مہتر قرب و معرفت — حدیث شریف میں ہے :-  
 لَنْ يُّؤْمِنَ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُقَالَ إِنَّهُ مَجْنُونٌ — لکھا تھا کہ :-  
 "رمضان شریف کا مبارک مہینہ سرہند میں گزارنا چاہتا ہوں" — بہتر ہے .. ..

### مکتوب (۱۷۵) سرانداز خان کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ  
 وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ -  
 صحیفہ گرامی پہنچا۔ بہت افزا ہوا۔ سلامت و عافیت کے ساتھ جادہ شریعت  
 سنت پر مستقیم رہو۔ ایام مفارقت بہت زیادہ ہو گئے۔ شوقِ ملاقات کو کس طرح  
 لکھا جائے۔ کیا بس کی بات ہے۔ ہر چیز کا ایک وقت معین ہے۔ لِكُلِّ اَجَلٍ  
 كِتَابٌ جس طرح اللہ تعالیٰ رکھے، اسی پر راعنی رہنا چاہئے۔  
 ہجریکہ بود مراد محبوب از وصل ہزار بار بہتر

بہر حال، طاعات و عبادات میں سرگرم، ذکر و فکر میں مشغول رہیں، آمادگیِ آخرت میں  
 کوشش کریں، مولائے کریم کی رضا طلب کریں۔ اور دور افتادہ دوستوں کو دُعاؤں خیر  
 میں یاد رکھیں .. ..

وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَاٰخِرًا

۱۷۵ جن جن حصین (جزری) میں اس طرح ہے۔ اَكْثَرُ وَاذَكَرَ اللّٰهُ حَتَّى  
 يَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ (رواہ احمد وغیرہ) یعنی اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ دنیا والے مجنون کہنے  
 لگیں۔

## مکتوب (۱۷۶) میر عبدالرشید پشاوری کے نام

(نصیحت)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اللّٰهُ تَعَالٰی، ابوابِ فِیْرَضِ بِمِیْشَرِ مَفْتُوحِ  
 رکھے۔ — طریقہ، خواجہ مرحوم (خواجہ محمد حنیف) کو خوب اچھی طرح ملحوظ رکھنا اور ان کی  
 متابعت لاکھ سے نہ دینا۔ دوستوں سے طریقِ معاشرت عمدہ طریقے پر رکھیں۔ خواجہ مرحوم  
 کے صاحبزادوں کی خدمت و رضا مندی میں جان و دل سے کوشش کریں۔ اجنبیوں اور فساد  
 کو دُعا سے خیر سے یاد رکھیں، کمرہت کو عبادتِ مولائے حقیقی میں چُست باندھیں، اس  
 مہلتِ قلیلہ میں رضا مندی حق تعالیٰ کو حاصل کر لیں۔ مرتبی ظاہری (خواجہ محمد حنیف)  
 ہر چند سرتے اٹھ گیا ہے لیکن مرتبی حقیقی تو قائم و دائم ہے "فَإِنَّ اللّٰهَ سَخِیْ  
 لٌ لِّیَمُوْتٍ" — حلقہ ذکر کو گرم رکھیں، خلوت و تنہائی کے راعب رہیں، رات  
 دن میں دو ایک وقت یک سوئی کے لیے بھی مقرر کرنے چاہئیں۔ "ذکر و فکر" "تذکرہ  
 زلات و تقصیرات" "توبہ و استغفار" "نفی وجود و سائر کمالات" نیز "نفی مرادات  
 از خود" اس وقت تنہائی میں کریں، اور اس کو غنیمت سمجھیں، باقی اوقاتِ افادہ و استفادہ  
 میں صرف کرنا چاہئیں۔ والسلام

## مکتوب (۱۷۸) ملا پاستدہ کابلی کے نام

(خواجہ محمد حنیف کی تعزیت میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًّا — دُوْخَطِ  
 پے وہ لے پیچھے۔ مسرت بخشی۔ شوقِ ملاقات اور موافقِ ملاقات، جو لکھے تھے واضح ہو  
 ہمیں بھی مشتاقِ ملاقات جائیں۔ (لیکن) ملاقات، وقت پر مقرر ہے۔ لِكُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ  
 جو کچھ فراقِ خواجہ مرحوم قدس سرہ کے متعلق لکھا تھا سب صحیح ہے۔ اوروں کا ماتم (نقطہ)  
 ایک حصہ زمین میں ہوتا ہے، لیکن ماتم اہل اللہ زمین و آسمان میں ہوتا ہے اور ظاہر و



باسن میں سرایت کر جاتا ہے، کیونکہ ان کے فیوض و برکات سب محروم ہو جاتے ہیں۔ اس خبر وحشت اثر سے کیا کہوں کہ کس قدر رنج و الم رونا ہوا؟ لیکن چونکہ یہ (سانحہ) محبوب حقیقی اور فاعل مختار کے ارادے سے ہوا ہے، اس لئے صبر و رضا اور تسلیم کے علاوہ چارہ ہی کیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ تم نے چند شعر جو "شکایتِ فلک و روزگار" میں لکھے ہیں اور یہ مصرع بھی ان شعروں میں ہے

فلک بامن حسنة بیداد کرده

یہ بات بہت ہی غیر مناسب ہے۔ بیچارہ فلک اور روزگار بے بنیاد، بھلا کیا حیثیت رکھتے ہیں، کہ حوادث ان کی طرف منسوب ہوں، جو کچھ بھی ہے بارادہ و تقدیر الہی ہے، زمان و آسمان کو اللہ تعالیٰ کے فعل میں کوئی دخل نہیں ہے، وہ جو کچھ کرتا ہے انصاف و عدل، ظلم و بیداد کی وہاں گنجائش ہی نہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ظَلْمًا و بیداد کو حضرت حق جل مجدہ میں ثابت کرنا بدترین قباحت ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ جَمِيعِ مَا كَرِهَ اللّٰهُ قَوْلًا وَّ فِعْلًا وَّ خَاطِئًا۔ خواجہ مرحوم کے فرزندوں اور ان کی جماعت کی خدمت و رعایت، نیز خانقاہ کی دیکھ بھال میں کوتاہی نہ کریں بلکہ جان و دل سے یہ کام کریں اور خواجہ مرحوم کے احسانات کے بدلے میں ان کے فرزندوں کی دلجوئی کریں۔ والسلام

## مکتوب (۱۹۰) دوست محمد بیگ کے نام (نسیحت)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — حَامِدًا وَّ مُصَلِّيًا — دُرُخَطِ  
 پے در پے پہنچے، خوش کیا — الحمد للہ کہ عافیت سے ہو، اور یادِ احباب سے غافل نہیں ہو،  
 اور اسی کے ساتھ ساتھ تعبیر باطن میں بھی مشغول ہو، کوشش کرو کہ راہِ ترقی کھل رہے —  
 مَنْ اَسْتَوٰی یَوْمَآہُ فَهُوَ مَغْبُوْبٌ — انفاسِ عمر بہت عزیز و غنیمت ہیں، سہی کرو کہ  
 بطالت و خواہ مخواہی طریقے پر نہ گزرتے پائیں۔ اہم اشیاء میں مصروف، رہنا چاہئے۔ مراقبہ،  
 ذکرِ لسانی، تلاوت و نماز اور حلقہ ذکر سے خالی نہ رہیں، اور ان میں سے وقت جس کسی کا تقاضا

کرے، اور جس سے جمعیت قلب زیادہ ہو، اس میں مشغول رہیں، زبان سے تکرار کلمہ طیبہ کرنے کی جانب زیادہ راغب ہوں، اور جو کہ حضرت ایشان (مجدد الف ثانی) قدس سرہ نے لکھا ہے کہ: مبتدی اپنے اوقات کو ذکر سے اس طرح معمور رکھے کہ سوائے ادا کے فرائض و سنن مؤکدہ کے، اور کسی چیز میں مشغول نہ ہو۔ یہ درست ہے لیکن تم اس حکم سے خارج ہو، یہ حکم تو مبتدیان کے لیے خاص ہے۔ تم تو وقت جو تقاضا کرے، اُمور مذکورہ میں سے، اور جس سے جمعیت پیدا ہو، اس میں مشغول ہو جایا کرو۔ کچھ باتیں جو نماز سے تعلق رکھتی ہیں، دونوں خطوں میں لکھی تھیں، ان کے مطالعہ سے بہت محفوظ ہوا، خصوصاً اس بات سے کہ: "نماز پڑھتے وقت جمعیت قلب اور حظ بہت حاصل ہوتا ہے، اور نماز کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ مشغول رہنے کو جی نہیں چاہتا اور جو حرف نماز میں اپنے مخرج سے نکلتا ہے وہ سرتوں کا اظہار کرتا ہے۔ وہ اُس وقت گویا کہ مجھے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا ہے۔" اس بات نے تو بہت ہی خوشوقت کیا، اور لذاتِ معنویہ بخشیں۔ کسی نے خوب کہا ہے یہ

اندر سخن دو سمت نہاں خواہم گشتن

تا برب او بوسہ زخم چو نشس بخواند

جو حالت نماز میں رونما ہوتی ہے، وہ تمام حالات سے اونچی ہوتی ہے اور اصل کا نشان دیتی ہے، بے ثائبہ ظلیت — نیز چہرہ کار سے پردہ ہٹا دیتی ہے۔ والسلام

مکتوب (۱۹۳۱) سیادت پناہ میر محمد یعقوب کے نام

(ذکر و طاعت کی ترغیب میں)

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ — تمہارا مکتوب مرعوب پہنچا۔ خوش وقت کیا۔ ذکر و فکر کے پابند اور مرضیاتِ الہی کے حاصل کرنے میں سرگرم

بہ غالباً یہ وہی میر محمد یعقوب ہیں، جن کا شمشیر خاں خطاب تھا، امرائے عالمگیری میں سے تھے۔

رہو، قوت و جوانی کو طاعات و عبادات میں صرف کرو۔ حدیث: **لَيْسَ شَابٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ** "تم نے سُنی ہوگی۔ ہم تم جیسے جوانوں پر رشک و غبطہ کرتے ہیں، ہمارے ایام جوانی تریوں ہی ہوا و ہوس میں گزر گئے، فی الحال حسرت و ندامت، نقد و قوت ہے۔ جوانی دوبارہ لوٹ کر نہیں آتی، خواہ مخواہ کی تمنا ہے، وہی قصہ ہے کہ کسی نے کہا تھا کہ:-  
**"لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُودُ"** (کاش جوانی لوٹ آتی)۔ تم ہجومِ خطرات سے پریشاں نہ ہرنا۔ اپنا کام کئے جاؤ اور استغفار کثرت سے کرو۔۔۔ والسلام

### مکتوب (۱۹۲) شیخ محمد باقر لاہوری کے نام

(اس بیان میں کہ مکان کو صاحب مکان سے ایک نسبت ہوتی ہے)  
**الْحَمْدُ لِلَّهِ وَ سَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ** — مکتوب شریف  
 پہنچا، مسرت بخش ہوا، خلیفہ موقت (بادشاہ) کی ملاقات کے متعلق جو کچھ لکھا تھا، مفصلاً معلوم ہوا، حق سبحانہ، انجامِ آموز بخیر کرے، اور خلیفہ موقت کو توفیقِ استقامت بخشے، اور اس کو اکابر کے برکات، اور ان کی نسبت سے حصہ مکمل عطا کرے۔  
 گرمی مجلس اور احوالِ یاراں کے متعلق جو کچھ لکھا تھا، وہ بھی بہ تفصیل واضح ہوا، اور سببِ خوشنودی و خوشوقتی ہوا، حق سبحانہ، دوستوں کو ہمیشہ ترقیات میں رکھے، اور ابوابِ فیوض مفتوح کرے۔ لکھا تھا کہ "جہان آباد میں جس جگہ میں نے منزل اختیار کی تھی، وہ جگہ اتنی بے فیض تھی کہ بیان نہیں کیا جاسکتا، اس کے بعد جب چند روز اس جگہ میں نے نشست و برخاست کی تو وہ مکان انوار سے گھر گیا۔ یہ انکشاف، محرماتِ ظاہری

لے یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے، جس میں سات ایسے اشخاص کا ذکر کیا گیا ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سامنے میں ہوں گے۔ منجملہ ان کے ایک وہ جوان ہے جس نے عبادتِ خداوندی میں نشوونما پائی ہے۔

کی مانند ہے، کہ گنجائش شک نہیں۔ — ضرور ایسا ہوا ہوگا

”وَاللَّارِضِينَ مِنْ كَاتِبِ الْكِتَابِ نَصِيبٌ“

مکان کو صاحب مکان کے ساتھ ایک خاص اتصال اور ہمسائیگی ہوتی ہے، اور وہ صاحب خانہ کے انوار و برکات کا امیدوار ہوتا ہے۔ یہیں سے بزرگی و عظمت بیت اللہ کو قیاس کرنا چاہیے، اور اس کے انوار و برکات کو سمجھنا چاہیے (اگرچہ) ”مَعَالِ التُّرَابِ وَ رِبِّ الْاَلَانِ بَابٍ“ (چہ نسبت خاک را با عالم پاک) ہمارے حضرت مجدد بھی خانہ ہائے سکونت کے انوار و برکات بیان فرمایا کرتے تھے اور ان مقامات کے عجائب و غرائب کا اظہار کیا کرتے تھے، جو مکانات ان مکانات کے پڑوس میں ہوتے تھے، ان کے برکات بھی بیان فرمایا کرتے تھے، بحالت سفر، جس جس منزل، جس جس بستی، اور جس جس شہر میں وہ فروکش ہوتے تھے، ان ”بلاد و قری“ کے حقائق ان پر ظاہر و منکشف ہو جاتے تھے۔

.. .. والسلام اولاد و آخراً

مکتوب (۱۹۵) شیخ محمد خلیل اللہ کے نام (درمیان سے)

.. .. تم نے لکھا تھا کہ اگرچہ ”اس حکم ببار یافتگان جناب قیومیت اہل بیت“ فقیر اس قسم کی عبارت سے — جو اس دور از کار کے بارے میں لکھی ہے، راضی نہیں ہے۔ خیر، جو بات گذر گئی، گذر گئی، آئندہ یہ لفظ نہ لکھیں .. ..

مکتوب (۲۰۳) میر سید اسراہیل کے نام

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ — اللہ تعالیٰ

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو روضۃ القیومیہ میں قیوم ثانی اور حضرت مجدد کو قیوم اول لکھا ہے۔ نہیں معلوم یہ القاب کس اصل کی بنا پر مقرر کئے گئے۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ تو اس مکتوب میں اس قسم کے لقب سے اظہارِ ناراضگی فرما رہے ہیں۔

ابواب فیوض کشادہ رکھے۔ نام نہ نامی و صحیفہ گرامی جو اس مسکین کے نام تھا، اس کے ورود سے مشرف ہوا۔ تم نے ظاہری جدائی و دوری پر اظہارِ افسوس کیا ہے۔ ہماری طرف سے بھی اظہارِ اشتیاق ہے۔ "اَلْمُؤْمِنُ مِنْ مِّنَاةِ الْمُؤْمِنِ" (مومن مومن کا آئینہ ہے) کو ملحوظ رکھو، کیا کیا جائے، دنیا تو محلِ فراق سے، محلِ بقا آخرت سے حق بتا احسن وجوہ کے ساتھ وہاں ہم کو جمع کرے، اور اس فراقِ ظاہری کی تلافی فرمائے۔ لہذا حق تعالیٰ بھی آخرت کے لئے موعود ہے۔

"مَنْ كَانَ يَنْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ" (عنکبوت)

یہ اس لئے ارشاد فرمایا جا رہا ہے، کہ موت مقدماتِ آخرت سے ہے، دنیا میں جن مشاہدات و معاینات سے تسلی حاصل کی جاتی ہے وہ تو سراب کی مانند ہیں، کہ پیاسا اُس کو پانی سمجھتا ہے اور عالی ہمت اُس پر فریفتہ نہیں ہوتا، اور اس سراب سے سیراب ہونے کی کوشش نہیں کرتا۔ مشاہداتِ دنیاوی تمام تر "ظلال" سے وابستہ ہیں، اور دائم خیال سے آزاد نہیں ہیں۔ جو کچھ دیکھا گیا، اور جو کچھ جانا گیا، وہ سب کا سب "غیر ہے"۔ ہاں! نماز چوں کہ معراجِ مومن ہے اور مصطفیٰ کامل چونکہ ادا ئے نماز کے وقت دنیا سے باہر اور عالمِ آخرت سے پیوستہ ہو جاتا ہے، اس لیے اگر ادائیگی نماز کے وقت میں اُس دولت کا نمونہ جو کہ آخرت کے ساتھ موعود ہے۔ رونما ہو۔ تو گنجائش ہے۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

اس جگہ جس قدر بھی زراعت میں افزائی کی جائے گی اُس کا اجر اتنا ہی بھر پور ملے گا، اور آخرت میں "مراتبِ قرب و شہود" بھی زیان سے زیان حاصل ہوں گے۔ افزونی زراعت یا تو کیفیت میں ہوتی ہے یا کمیت میں، اور معتبر وہ افزونی ہے جو کیفیت میں ہو، اُس لئے کہ کمیت میں افزونی تو عوام سے بھی ہو جاتی ہے، افزونی کیفیت، خواص کے ساتھ ہی مخصوص ہے، وجہ یہ ہے کہ خواص کے نفوس، دولتِ فنا و بقا کے ذریعے "اطمینان" کے

۱۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا امیدوار ہے، پس بیشک اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت (آخرت میں) یقیناً آنے والا ہے۔

ساتھ وابستہ ہو کر "اتارگی" سے چھٹکارا پائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس راستے سے طاعت و عبادت بھی رہا، اور "دقائق شرک" سے بعید، اخلاص سے قریب، اور قبولیت سے بہت زیادہ قریب ہو جاتی ہے۔ سلوک طریقہ "حقیقتِ اخلاص کے حاصل کرنے کے لئے ہے، تاکہ بے تکلف اخلاص حاصل ہو جائے۔ اور یہ بات فنائے نفس، ائینا نفس اور حصولِ حقیقتِ بندگی سے وابستہ ہے، اور یہ سب چیزیں دقائق شرک سے آزادی حاصل کرنے پر موقوف ہیں، تاکہ اسلام حقیقی ظاہر ہو اور حقیقتِ صلوات اور تمام طاعات کی حقیقت جلوہ نما ہو جائے۔ یہ نہیں ہے کہ مقسود حقیقی کو جال میں لائیں گے اور عنقا کا شکار لیں گے۔

"عنقا شکار کس نشود دام باز چیں"

بزرگوں نے کہا ہے کہ علم فنا و بقا صحتِ نین اور خلوصِ عبودیت پر مبنی ہے اور اس کے علاوہ مغالطہ و زندوقہ ہے۔ — اللَّهُمَّ ارِنَا حَقَائِقَ الْأَشْيَاءِ وَكَمَا هِيَ وَجَبْتَنَا عَنِ الْإِسْتِعْجَالِ بِأَمْلَاهِ بِمُحْرَمَةٍ مِنْ مَّا زَاغَ بَصَرُهُ وَمَا طَعَنَ عَلَيْهِ وَعَلَى إِلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ وَالسَّلَامُ أَوَّلًا وَآخِرًا

مکتوب (۲۰۶) حاجی محمد شریف خادم کے نام

(اس بیان میں کہ رضا بقضا اور طلب و دعا میں منافات نہیں ہے) بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلَاةِ وَتَبْلِيغِ الدَّعَوَاتِ — تمہارا خط جو کبیر نفسی کے الفاظ پر مشتمل تھا، پہنچا۔ سرت افزا ہوا۔ دریافت کیا تھا کہ حدیث "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ مَعَالِيَ الْأُمُورِ" (اللہ تعالیٰ عالی ہمتی کو پسند کرتا ہے) اس بات کی مقتضی ہے کہ "امورِ عالیہ" کو طلب کیا جائے اور مقامِ رضا و عبودیت کا تقاضا ہے کہ کچھ نہ طلب کیا جائے، کیونکہ دعا مانا ذرا عدمت درضا ہے۔

مخدوما! یہ سوال مطلق دُعا کے بارے میں ہوا کہ دُعا و طلب، منافیِ رضا و تسلیم ہے۔  
 راب یہ ہے کہ منافات نہیں ہے، یہ بات جائز ہے کہ ایک شخص موجود "پر راضی ہو، اور  
 لائبِ زیادتی بھی ہو۔ طلبِ زیادتی ————— مرہود پر عدمِ رضا نہیں  
 ہے۔ (دیکھو) وَقَالَ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا " اور " وَهَبْ لِي مَلَكًا لَا يَتَّبِعُنِي لِأَحَدٍ  
 مِنْ بَعْدِي " (ان دُعاؤں میں طلبِ زیادتی ہے، اور رضا کے منافی نہیں) دوستان  
 حق تعالیٰ اُس کی (فرستادہ) بلا پر راضی ہوتے ہیں، اس کے باوجود اس بلا کے دفع کرنے  
 کی بھی دُعا کرتے ہیں (دیکھو) "أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ"  
 (اس میں دفعِ بلا کی درخواست ہے) اگر رضا بقضا منافیِ طلب ہوا کرتی تو کیوں دُعا کا حکم  
 ادھر سے ہوتا۔ (چنانچہ قرآن مجید میں ہے) "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ"  
 پس معلوم ہوا کہ رضا و دُعا کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے۔ بشارت کے بارے میں  
 جو کچھ لکھا تھا، اُس کا جواب اپنے حاضر ہونے پر موقوف رکھیں۔ (فی الحال) قلم کو  
 معذور سمجھیں .. ..  
 وَاللُّغَاءُ وَالسَّلَامُ وَاللَّوْا وَالْأَخْرَا

### مکتوب (۲۰۸) شیخ خالد سلطان پوری کے نام

مکتوبِ مرغوب پہنچا۔ جو کچھ تنگیِ روزگار کے متعلق لکھا تھا، سب معلوم ہوا، از فکر کا  
 سبب ہوا، اللہ تعالیٰ عالمِ غیب سے کشادگی کرے اور امداد فرمائے فقیر اس بارے میں  
 دُعا کرتا ہے۔

مخدوما! رزق کا تنگ کرنا اور کشادہ کرنا، اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے، کسی کو اس میں  
 دخل نہیں ہے۔ "اللَّهُ يُبْسِطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ"  
 بندہ مقبول وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فعل، ارادے اور تقدیر سے راضی ہو، ماتھے پر بل نہ  
 ڈالے، کشادہ پیشانی اور خوش و خرم رہے۔ یہ فقر و فاقہ اور تنگیِ معیشت (کبھی) اپنے لیے  
 خاص بندوں کو عنایت کرتا ہے جو مقصودِ آفرینش دُنیا ہوتے ہیں، انسان کی سعادت ہے کہ

وہ کسی امر میں اُن برگزیدہ بندوں کے ساتھ شریک ہو جائے۔ اگر بندہ اس نعمت کی قدر جانے اور راہِ صبر و رضا اختیار کرے تو اُمید ہے کہ کل روزِ قیامت کو بھی ان بزرگوں کے انوار و برکات میں شریک ہوگا اور اُن کے دستِ خوان کا بچا ہوا اٹھائے گا۔ غمگین، پریشان اور اپنی زندگی سے بیزار نہ ہوں، وہ زندگی جو غفلت میں گزرے، ابدتہ قابلِ بیزاری ہے۔ دُنیا میں عیش و تنعم کے لیے نہیں لایا گیا ہے محلِ عیش تو آگے ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَةِ دُنْيَا فِي طَاعَتٍ وَعِبَادَةٍ كَيْلِ لَئِي هِيَ اَدْرِيهَا مَعْرِفَتِ حَقِّ مَطْلُوبٍ هِيَ۔ اگر ان امورِ مطلوبہ میں غفل و نقصان آئے، تو جائے افسوس ہے۔ دُنیا و ما فیہا اس قابل نہیں کہ اس کے فقدان پر زندگی سے تنگ آجائیں۔ اس لیے کہ دُنیا کی تنگی، آخرت کی کشادگی کا سبب ہے۔

والسلام اولاً و آخراً

### مکتوب (۲۱۹) مُلّا فصیح الدین کے نام (آخری سطر میں)

مخدوما! سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا اس امر کے ساتھ مشروط نہیں ہے کہ آپ کو اُسی صورت کے ساتھ دیکھا جائے، جس صورت میں دینہ منورہ میں آرام فرما رہے ہیں، جس صورت میں بھی دیکھا جائے، اُمید ہے کہ (حسبِ ارشادِ نبوی) شیطان سے تمہل نہ ہوگا، لیکن اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ دقائق و منامات، بشارات ہیں، استعداد کی خبر دیتے ہیں، حصولِ پردالت نہیں کرتے، معاملے کو جان کھپا کر، قوت سے فعل میں لایا جاتا ہے۔ والسلام

### مکتوب (۲۲۰) شیخ سیف الدین (اپنے صاحبزادے) کے نام

... جو کچھ بادشاہِ دیں پناہ ستارہ (اوزنگ زیب عالمگیر) کے بارے میں مرقوم تھا یعنی "اثراتِ ذکر در لطائف" "حصولِ سلطانِ ذکر در رابطہ" "قلبتِ خطرات" "قبولِ کلمہ حق" "رفعِ بعضِ منکرات" اور "ظہورِ لوازمِ طلب" یہ سب باتیں واضح ہوئیں۔ شکرِ خدا بجا ملاؤ۔ طبقہٴ سلاطین میں اس قسم کے امور حکمِ عنقا رکھتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے: مَنْ اخْتَبَى



سُنَّتِي بَعْدَ مَا أُمِينَتْ فَلَهُ أَجْرٌ مِثْلُ شَهِيدٍ“ (جس نے میری سنت کو اس کے مُردہ ہونے کی صورت میں زندہ کیا، اس کو تو شہیدوں کا ثواب ملے گا)۔ اَللّٰهُمَّ زِدْهُ تَوْفِيقًا وَطَلْبًا وَشَوْقًا وَتَرْقِيًّا حَتَّىٰ مَوَاتِبِ قُرْبِكَ — فقیر دُعا و ترجمہ فارغ نہیں ہے۔ بادشاہ کی ظاہری و باطنی صلاحیت کا خواستگار ہوں، اُن کے باطن کو نسبت اکابر سے محروم پاتا ہوں، اور اُمیدوار ہوں کہ وہ جلد ہی ”فنائے قلب“ کی دولت سے مشرف ہو جائیں گے، یہ فنائے قلب درجاتِ ولایت میں درجہ اول ہے۔

”باکریاں کار ہا دشوار نیست“

والسلام اولاد آخراً .. ..

### مکتوب (۲۲۱) سلطان وقت (اوزنگ زیب عالمگیر) کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اَوَّلٰی مَا یُقَدَّمُ حَمْدُ اللّٰهِ سُبْحٰنَهُ  
شَرَّ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامِ عَلٰی النَّبِیِّ وَاٰلِهِٖ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ  
مَتٰی السَّاعَةُ قَالَ وَیَلِّکَ وَمَا اَعْدَدْتُ لَهَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا اِلَّا  
اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنْسٌ فَمَا رَأَيْتُ  
الْمُسْلِمِیْنَ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرِحُوْا بِهَا مُتَّفِقٌ عَلَیْهِ .. ..

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قیامت کب آئے گی؟ آنحضرت نے ارشاد فرمایا: تجھ پر افسوس! تو نے قیامت کی تیاری کیا کی ہے؟ (جو قیامت کو دریافت کر رہا ہے) اس نے عرض کیا۔ میں نے تیاری تو کچھ نہیں کی ہے، مگر اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا:۔ تو قیامت میں اس کے ساتھ ہو گا جس سے محبت کرتا ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت کے اس ارشاد سے صحابہ کرام کو اتنی مسرت ہوئی کہ میں نے علاوہ اسلام کے کسی چیز سے اتنی مسرت نہیں دیکھی۔ (بخاری مسلم)

اما بعد۔ کترین دعا گویان محمد معصوم — کَفَيْتُ الْعَالَمِينَ ظَلَّ اللَّهُ عَلَى الْعَالَمِينَ،  
 حَضَرَتْ أَهْبَتِ الْمُؤْمِنِينَ أَنَا وَاللَّهُ تَعَالَى بَرَهَانَهُ كِ خِدْمَتِ مِیْنِ كِصْبَةِ كِ مَكْتُوبِ  
 عالی نشان، جو کمال عنایت و مہربانی، فلم عنبریں رقم سے مرقوم کیا گیا تھا۔ خواجہ محمد شریف  
 بخاری نے عزیز ترین زمانہ میں پہنچایا، اور فقرائے بے نوا کو تشریفاتِ علیہ سے نوازا۔  
 اس مکتوب سے راہِ طریقت کا شوق ہو رہا تھا۔ اسی لئے مقصد کے حاصل ہونے کی امید رہی  
 ہے۔ ایک درویش نے فرمایا ہے، اگر تخواستے داد، ندادے خواست، یعنی اگر اللہ تعالیٰ  
 کچھ دینا چاہتا تو طلب کا مادہ ہی نہ پیدا کرتا۔ صوفیاء کا یہ جو قول ہے کہ: "إِذَا بَكَى  
 الْقَلْبُ مِنَ الْفَقْدِ ضَمِحَكَ الرُّوحُ مِنْ التَّوَجِدِ" (جب کہ قلب گشگی سے  
 رہتا ہے تو رُوح یافت پر خوش ہوتی ہے)۔ (اس قول کی رو سے) گریہ دل کو جو کہ از راہ  
 طلب و شوق پیدا ہوا ہے، یافت روح پر دلیل قرار دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ  
 "لطائف خمسہ عالم امر" آپس میں پڑوسیوں کا حکم رکھتے ہیں، ان میں بعض لطائف ایک دوسرے  
 سے زیادہ لطیف ہیں اور جو بھی لطیف تر ہے عالم غیب سے نزدیک تر ہے اور حضرت  
 دہاب سے فیرض حاصل کرنے میں آگے بڑھا ہوا ہے، جب کبھی ان لطائف میں سے کسی  
 لطیف پر کوئی عطیہ وارد ہوتا ہے، تو دوسرا "لطیف" جو اس سے قریب ہے خبردار ہو جاتا ہے  
 اور اس دولت پر رشک و غبط کرتا ہے، اس کی طلب میں کوشش کرتا ہے اور اس کو  
 گریہ شوق دامنیگر ہو جاتا ہے۔ اگر کسی لطیف پر بھی "وارد غیبی" نمودار نہیں ہوتا، تو تمام  
 لطائف غافل رہتے ہیں، اور راہ طلب بند ہو جاتی ہے۔ پس گریہ قلب دلیل ہے اس  
 امر کی کہ رُوح کو کچھ مل گیا، اس لیے کہ قلب و رُوح کو آپس میں نسبت ہمسائیگی اور اتصال  
 حاصل ہے۔ ایک کی یافت سے دوسرا واقف ہے، اور اس دولت کے نہ پانے سے  
 نالاں اور اس کی طلب میں دواں ہے۔ الحمد للہ والمنة کہ فقیر زادہ (شیخ سیف الدین ہند)  
 "منظور نظر قبول" ہو گیا ہے اور اس کی صحبت مؤثر ثابت ہوئی ہے۔ امر بالمعروف اور  
 نہی عن المنکر جو کہ فقیر زادے کا شیوہ ہے، اس پر آپ نے اظہارِ شکر و رضامندی کیا ہے،  
 میں اس عطیے (اظہارِ شکر) پر شکر خداوندی بجالایا، اور یہ امر سبب از یاد دعا گوئی ہوا۔

کیا عجب نعمت ہے کہ اس طمطراقِ بادشاہت اور دبدبہ سلطنت کے ہوتے کلمہ حق،  
 سمع قبول میں آئے، اور ایک "نامراد" کا قول، مؤثر ثابت ہو۔ فَبَشِّرْ عِبَادَ الَّذِينَ  
 يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَأُولَئِكَ  
 هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ — (سورہ زمر) وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ  
 وَآلِهِ أَجْمَعِينَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ —

### مکتوب (۲۲۶) سلطان وقت (حضرت اورنگ زیب عالمگیر) کے نام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ — بعدِ حمد و صلوة — قَالَ اللَّهُ  
 تَبَارَكَ وَتَعَالَى — كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
 تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ — وَلَنِعْمَ مَا قَالَ لِبَيْدٍ أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا  
 خَلَا اللَّهَ بَاطِلٌ — حق تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فانی و لاشع محض ہے۔ ایک باطل  
 ہے، جو "حق نما" ہے، ایک عدم ہے جو "وجود آسا" ہے۔ ہر چیز کی ذات عدم ہے اور  
 عدم ہر شے و نقص کا ماویٰ و ملجأ ہے۔ کسی چیز میں صفات کمال کا پایا جانا "مرتبہ و جوہر"  
 سے مستعار و مستفاد ہے۔ پس خیر و کمال کا مرجع جنابِ قدس ہے، اور شر و نقص تمام تر  
 "مکن کی طرف راجع ہیں۔ آیہ کریمہ :- مَا آصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا

۱۔ پس مژدہ دید بجٹے میرے اُن بندوں کو جو بات کو سنتے ہیں، پس پیروی کرتے ہیں۔ نیکوترین بات  
 کی یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہدایت اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور یہ لوگ صاحبانِ عقل و خرد ہیں۔

۲۔ اللہ کی ذات کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔

۳۔ بید نے یہ بات کیا اچھی کہی ہے۔ آگاہ ہو جا، اللہ کے علاوہ ہر چیز باطل ہے (یعنی بے حقیقت  
 اور فانی ہے)۔

۴۔ جو بھی بھلائی تجھے پہنچتی ہے، وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور جو بُرائی تجھے پہنچتی ہے، وہ تیری ذات سے

أَحَابِلِكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ — اس معنی کی تائید کر رہی ہے۔  
 ممکن کہاں نادان سے اپنی ذات کو فراموش کئے ہوئے اور اپنی شرارت اور نقص  
 ذاتی سے آنکھ بند کئے ہوئے اپنے کمالات عاریتی کو خیر و کامل خیال کر رہا ہے اور اپنے  
 کو "مبداء حسنات" سمجھے ہوئے ہے۔ اس نے ایک بنیاد دراز "اسی بے بنیاد تخیل پر  
 رکھی ہے، اسی وجہ سے مولائے حقیقی سے دعویٰ ہمہری کرتا ہے، یہیں سے رعونت و  
 انانیت پیدا ہوتی ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ "اصل" جو کہ کمال و جمال کے ساتھ آراستہ  
 ہے، در پردہ ہے اور نظر سے پوشیدہ ہے، اور ظل" جو کہ منبع نقص و شرارت ہے اپنے  
 کو خواہ مخواہ عنوانِ اصل کے ساتھ ظاہر کر کے ناظرین پر جلوہ گر ہو رہا ہے۔

پری نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز

بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبیت

جب کوئی سالک، عنایات ربانی کی برکت سے اپنی عدمیت ذاتی پر اطلاع  
 پاتا ہے، اور اپنے صفات کمال کو حق تعالیٰ کے کمالات کا پُر تو یقین کرتا ہے اور ان  
 عارضی کمالات کو بالکل اصل کے حوالے کرتا ہے اور اپنے آپ کو، جو کہ آئینہ کمالات ربانی  
 ہے، محض خالی پاتا ہے، اور معدوم محض دیکھتا ہے، تب جا کر فنائے حقیقی سے مشرف  
 ہوتا ہے اور "انانیت امارہ" سے چھٹکارا پاتا ہے، پھر "نفس امارہ" تدریجاً "نفس مطمئنہ"  
 بنتا ہے۔ اسی وقت نعمت حق اُس کے حق میں کامل ہوتی ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

چوں بدانستی کہ ظل کیستی فارغی گر مردی دوز زیستی

اس کے بعد۔ عرض ہے۔ کہ مکتوب عالی شان نے سعید ترین زمانہ میں پر تو نزولِ ذال  
 کو فرمائے بے ثواب کو بھت و شرف سے نوازا ہے

از آدش چوں گل شکستم دامن دامن بہار رُفتم

آپ کے مکتوب کے فصاحت و رنگیں اور بلاغت معانی و نکات کا کیا بیان کروں

فَفِي كُلِّ لَفْظٍ مِنْهُ رَوْضٌ مِنَ الْمَنَى وَ فِي كُلِّ سَطْرِ مِنْهُ عِقْدٌ مِنَ الدُّرَى

اس کے ہر لفظ میں آرزوؤں کا ایک باغ مضمر ہے اور ہر سطر میں موتیوں کا ایک ہار پنہاں ہے

اس سے پہلے فقیر زادے (شیخ سیف الدین) کے خط میں "کیفیت سبق باطن" لکھ چکا ہوں، نظرِ عالی سے گذرا ہوگا۔ آپ نے دُعا و توجہ غائبانہ کی طلب اس "تسکنت" سے کی ہے، ہر چند پہلے بھی اکثر دُعا کرتا تھا، اور توجہ میں مشغول رہتا تھا، لیکن اس وقت جب کہ اس قسم کی مہربانیاں اور خصوصیات درمیان میں آگئی ہیں۔ جمع ہمت کے ساتھ سلسلہ علیہ نقشبندیہ کے طریق معہود پر ترقی باطن، ازویاد کیفیت استقامت، نیز نصرت ظاہر کے لیے دُعا کرتا ہوں، اور کسی طرح کوتاہی پر راضی نہیں ہوں۔ آپ نے بارگرا بنار جہانداری اور حسنِ خاتمہ کے متعلق بھی اظہار کیا تھا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے آپ کو اس بارہ میں خوف، عنایت فرمایا ہے، اس لیے بہت کچھ (اچھی) امیدیں ہیں۔ یہ خوف کارہائے مشکل کو آسان کر دیتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے: لَا يَجْتَمِعُ خَوْفَانِ خَوْفُ الدُّنْيَا وَ خَوْفُ الْآخِرَةِ — فقیر زادے کی ادائیگی خدمات اور لوازم خیر خواہی آپ کی نظر میں پسندیدہ ہیں، یہ بات اس کے لئے موجب سعادت و باعث امتیاز ہوئی۔ فقیر زادہ جو کہ صاحبِ صوری و معنوی ہے، عزت اور عدم اختلاط کی عادت رکھتا تھا، چند آدمیوں میں بیٹھنے کی بھی اس کو عادت نہ تھی، لیکن محض خیر خواہی نے اس کو اس بات پر آمادہ کیا ہے (کہ آپ کے پاس گیا) .. .. مرنے حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، وہ خود درود طلب دیتا ہے اور اپنی طلب میں دوڑاتا ہے اور خود راہِ وصل کھولتا ہے

ع "از ما دشما بہانہ بر ساختہ اند"

آفتابِ سلطنت و کوکبِ معدلت تابندہ در رخشاں باد .. ..

وَالسَّلَامُ أَوْلَاؤَ آخِرًا

مکتوب (۲۳۱) میرزا لطیف بخاری کے نام (آخری حصہ)

.. .. تم نے لکھا تھا کہ: "ایک دن آپ کے حقائق و معارف کا ذکر ہو رہا تھا"

لہ خوفِ دنیا اور خوفِ آخرت کسی شخص واحد کے اندر جمع نہیں ہوتے (یعنی اگر کسی کے اندر خوفِ آخرت ہوگا، تو خوفِ دنیا سے محفوظ رہے گا)۔

بات سلطان ذکر پر چلی، تو صدر اہل مجلس نے کہا کہ اب تک میں نے اس نام کا کوئی ذکر نہیں سنا۔ اور کتابوں میں بھی نظر سے نہیں گذرا، آیا یہ اولیائے سابق کی اصطلاح یا ان کی کوئی حالت ہے؟

مخدوما! سلطان ذکر ہمارے طریقے میں زبان زد اور شائع و ذائع ہے، اور ہم نے اپنے پیروں سے اس کو سنا ہے، ہمارا ایجاد کردہ نہیں ہے، جو کچھ بھی ہے بزرگوں کی چیز ہے... (قطب عالم) حضرت شیخ عبدالقدوس (کنگرہی) جو کہ اکابر مشائخ ہند سے ہوئے ہیں، اور جن کا زمانہ حضرت خواجہ احرار کے قریب قریب ہے... ان پر اخیر عمر میں "استغراق و بخودی" غالب ہو گئی تھی، چنانچہ اکثر استغراق میں رہتے تھے۔ اوقات نماز میں باواز بلند ان کو بیدار کیا جاتا تھا، اس راز کو ان سے معلوم کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ "میں نے دل کو ذکر سے کوٹا ہے، اس لیے سلطان ذکر ہر وقت غالب رہتا ہے، اور وہ مجھ کو مجھ سے اچک لیتا ہے۔"

تم نے یہ بھی لکھا تھا کہ :- "اگر دس آدمی خلفاء میں سے اس ملک (علاقہ پنجاب) میں رہیں تو گنجائش ہے، اس لئے کہ اس علاقے کی وسعت بہت ہے، طالبان حق کی خبر گیری آپ کے ذمے کی گئی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ربیع مسکوں کی خبر گیری آپ ہی کریں۔" مخدوما! یہ مسکین اپنے آپ کو کسی گنتی میں نہیں گنتا، اپنے کو لاشے خیال کرتا ہے۔ اسی وجہ سے کسی امر اہم کو انجام نہیں دے سکتا، اور بھلا میں مولائے حقیقی کے (ذریعہ) کام میں اپنے کو کیسے دخیل کر سکتا ہوں؟

من بیچم و کم ز بیچ ہم بیائے۔ از بیچ کم از بیچ نیاید کارے  
مرئی حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے، اور "ربیع مسکوں" اور سوائے اس کے اسی کے تحت تصرف  
ہیں

"از ما و شما بہانہ برساختہ اند"

اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے کہ کسی شخص کو اپنے دوستوں میں سے کسی سے فیض مند کرنے اور درجہ کمال تک پہنچا دے، تو اس شخص کو اس بزرگ کی صحبت میں پہنچا دیتا ہے یا اس

بزرگ کو اس طالب کے پاس پہنچا دیتا ہے .. .. خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہم جیسے مہجوران  
 دُور از کار کو تو سوگِ ہجر اور ماتمِ عصیاں کرنا ضروری ہے اور رعایتِ شریعت کے ساتھ  
 ساتھ گوشہ نامرادی کو اختیار کرنا اہم چیز ہے .. .. ہمیں خود مرضیاتِ خداوندی  
 میں کمر ہمت کو چُست باندھ لینا چاہیے وَ اذْکُرْ اِسْمَ رَبِّکَ وَ تَبْتَئِلْ اِلَیْهِ  
 تَبْتِیْلًا — اب جو بھی مناسبت رکھتا ہے، فیض حاصل کرے گا، ورنہ نہیں۔  
 وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَاٰخِرًا

### مکتوب (۲۳۲) اپنے صاحبزادے شیخ سیف الدین کے نام

(آخری حصہ جس میں مجالسِ سلطانی کا ذکر ہے)

.. .. لکھا تھا کہ: : مجالسِ سلطانی میں عجیب اسرارِ جلوہ گر ہوتے ہیں، جوں ہی کہ  
 اُن محفلوں میں داخلہ ہوتا ہے، عروج و نزول کی کیفیات کے ساتھ ممتاز کر دیا جاتا ہے۔  
 ٹھیک ہے، اہلِ کمال ہر قطعہ زمین سے وہ فیوض و اسرار جو اس کے مناسب حال ہیں،  
 مشاہدہ کرتے ہیں، اور ہر زمین سے اُس زمین کے مناسب، کمال کو حاصل کرتے ہیں۔  
 کسی زمین کو "معاملاتِ فنا کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے، اور کسی کو کمالاتِ بقا کے ساتھ  
 موافقت ہوتی ہے کسی قطعے کو عروج سے مناسبت ہے اور کسی کو نزول سے — حرمِ مکہ کے  
 کمالات و معاملات مجدا ہیں، حرمِ مدینہ کے فیوض و کاروبار جدا —

ہر خوشی پرے را حرکاتِ دگرست

تم نے بادشاہ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اُن کے اندر وسعتِ لطیفہٴ انخی  
 اور اس سے مناسبتِ نامر کا پتہ چلتا ہے۔ اس بات کے مطالعے سے خوشی ہوئی۔ لطیفہٴ انخی  
 سب سے بڑا لطیفہ ہے، اور اس کی ولایت سب ولایات سے اُوچی ہے۔ اس لطیفے  
 کو خاص سرورِ کائنات کے ساتھ خصوصیت حاصل ہے۔ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ الصَّلٰوٰتُ  
 وَالتَّسْلِیْمٰتُ وَالبَرَکٰتُ — فقیر بھی بادشاہ کے اندر لطیفہٴ انخی کی مناسبت پاتا ہے۔  
 وَالْغَیْبُ عِنْدَ اللّٰہِ

## مکتوب (۲۳۲) خواجہ محمد وفا حصارمی کے نام

بعد تسمیہ و حمد و صلوة — مکتوب مرغوب و وصول ہوا — جو کچھ حوادث روزگار کے بارے میں لکھا تھا، معلوم ہوا۔

مخدوما! — سب باتوں کو منجانب اللہ سمجھنا چاہئے، اور کشائش کار کو اسی کی طرف سے تلاش کرنا چاہئے — **وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ .. .**

مخدوما! — تم نے خط میں فقیر کے نام کو حق تعالیٰ کے نام کے اوپر لکھا ہے۔ یہ بات اچھی نہیں ہے۔ توبہ کرو۔ اس کے بعد ایسا نہ ہونا چاہئے، بظاہر تم نے ایسا سہواً کیا ہوگا۔ بہر حال توبہ و انابت درکار ہے۔ ابواب ترقیات مفتوح باد۔

## مکتوب (۲۳۶) امان بیگ کے نام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ — بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلَاةِ وَارِسَالِ الْحَيَّاتِ —  
مکتوب شریف پہنچا، خوش وقت کیا۔ تفرقات دنیائے دنی، کثرتِ قرض اور بدسلوکی اہل خانہ کی شکایت تم نے لکھی تھی، ان سب باتوں کو منجانب حق سمجھو، اور ان امور کے پیش آنے پر حق سبحانہ و تعالیٰ سے حجاب میں نہ رہو، بلکہ صوری حوادث کے ذریعے سے جمعیت معنوی کے اسباب مہیا کرو۔

دردِ ما غمِ دُنْيَا عَسَمِ مَعشوقِ شَدِيدِ — بادہِ گرغامِ بُو دِ نِخْتِ کُنْدِ شِيشِءِ مَا  
ایک طالبِ راہ نے ایک ماہرِ راہ سے شکایت کی کہ میں، ہجومِ خطرات سے پریشان ہوں۔  
اِس نے کہا، کہ آؤ: — **اَلَا اِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مَّحِيطٌ** کے معنی کے بموجب جب کہ  
احاطہ و شمولِ مطلوب معلوم ہے، تو خطرات کو اسبابِ وصل میں سے شمار کرنا چاہئے، نہ کہ  
موجباتِ فصل میں سے — اور ہمیشہ ابوابِ مشاہدہ کو مفتوح رکھنا چاہئے اور روزِ غفلت  
کو بند .. . اور خواب میں جو تم نے دیکھا ہے کہ "پیشِ فقیر، بساطِ شطرنج کھلی ہوئی رکھی ہے"



اور فقیر نے تم سے کہا ہے کہ تمام لوگ جو حاضر ہیں، وہ تو ہمارے ساتھ شطرنج کی بازی لگا چکے ہیں، اب تمہارا نمبر ہے۔ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو، اور تم نے کھیلنا شروع کر دیا، اس کے بعد تمہاری آنکھ کھل گئی۔“

مخدوما! بساطِ شطرنج اور اس کا کھیلنا عبارت ہے، راہِ حق میں وجودِ بشریت کی بازی لگانے سے۔ یعنی دوسرے تو اپنی جان کی بازی لگا چکے، اب تمہاری نوبت ہے یہ باطنی تعلقاتِ بشری سے آزادی اور صفاتِ بشری کی فنا کے معنی میں ہے۔

پارسا مارا مقامِ گفت و شنودِ راستِ گفت  
دید او ہر دو جہاں را من بیک جو با ختم

### مکتوب (۲۳۹) شیخ ابوالمنظفیر بلانپوری کے نام

(آخری حصہ)

.. مدت ہو گئی کہ فقیر ضعفِ بدن میں گرفتار ہے، اور اہم کاموں کی انجام دہی سے عاجز ہے، اس کے باوجود اہل طلب کو اطراف و اکناف سے مروج کی مثل، کثیر تعداد میں یہاں لایا جا رہا ہے۔ بقدرِ طاقت ان کے اسوال کی پروا خت کی جاتی ہے۔ آثارِ عظیم، مترشدین و مریدین میں پیدا ہو رہے ہیں، اور ان کا شعلہ شوق سر بلند ہو رہا ہے۔ وہ اول قدم میں علائقِ ماسوی سے آزادی حاصل کر لیتے ہیں (لیکن) ”خنگی و گرفتاری“ اس بے حاصل کے حصے میں آتی ہے، اور قرعہ ہجر و دوری اس (عاجز) کے نام پر نکلا ہے، مگر کیا ہو سکتا ہے؟

ہجریکہ بود مرادِ محبوب از وصل ہزار بار خوشتر

یہ ہجر، جمع کثیر کے وصل کا سبب اور یہ دوری، دوسروں کی حضوری کا باعث اور یہ ”گرفتاری“ خلقِ بسیار کے شوق کا وسیلہ بن رہی ہے۔ فہم من فہم

وَالسَّلَامُ وَالْوَآخِرُ

## مکتوب (۲۲۲) مخدوم زادہ عالی درجہ، شیخ سیف الدین کے نام

(شروع کا حصہ سلطان وقت سے متعلق تھا)

بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلَاةِ وَآيَاتِ السَّلَامِ التَّحِيَّاتِ — مکتوب مرغوب  
پہنچا۔ خوشوقت کیا۔ جو کچھ "بادشاہِ دین پناہ" کے حالات کے متعلق مرقوم تھا، وہ واضح  
ہوا۔ طبقہ سلاطین میں اس قسم کے امور، غرائبِ روزگار سے ہیں۔ اللہ ہرگز۔

## مکتوب (۲۲۳) شیخ سیف الدین کے نام

نامہ نامی آن فرزندِ گرامی رسیدہ بھت افزا گردید۔ محبت الفقراء کا مکار خاں کے  
خط کا جواب لکھ کر بھیجا گیا ہے، وہ جواب، فوائد و نصائح ضروریہ پر مشتمل ہے۔  
حق تعالیٰ تاثیر بخشے۔

نصیحت گوش کن جاں کہ از جاں دوست تر دارند

جو انانِ سعادت مند پند پیر دانا را

## مکتوب (۲۵۳) اپنے صاحبزادے خواجہ محمد اشرف کے نام

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَ سَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ — مکتوب مرغوب  
محبت اسلوب فرزندِ ارشدی نور چشمی رسیدہ خوش وقت ساخت و مضمون آن  
بوضوح پیوست۔ اپنے حالات لکھتے رہا کرو، اوقات کو وظائفِ طاعات و مراقبات  
سے معمور رکھو۔ "وال" سے "مدلول"۔ "ظل" سے "اصل"۔ "علم" سے "حیرت"۔  
"گفتگو" سے "خاموشی"۔ "پوست" سے "مغز" اور "لفظ" سے "معنی" کی طرف متوجہ  
ہو جاؤ۔

قوسے زو بود خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

... جو کچھ تم نے لکھا ہے کہ اپنے آپ کو "محمدی المشرب" پاتا ہوں۔ مبارک ہے  
سعادت آثار! فقیر بھی یہی معنی تمہارے بارے میں سمجھ رہا ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ  
وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ۔

### مکتوب (۲۵۴) اپنے صاحبزادے شیخ صبغۃ اللہ کے نام

(تربیت طلبہ اور رضامندی انخوان طریقت کی ترغیب میں)  
فرزندی توفیق آثاری لازالت کما امتہ واستقامتہ بحمیت باشندہ  
شکر خدا کہ عزیزم محمد حنیف تم سے بہت راضی ہیں۔ انخوان طریق کی رضامندی اللہ تعالیٰ  
کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے:۔ "مَنْ لَقِيَ شُكْرًا لِلنَّاسِ  
لَقِيَ شُكْرًا لِلَّهِ" (جس نے احسان کرنے والے لوگوں کا شکر یہ ادا نہیں کیا، اُس نے اللہ  
کا بھی شکر ادا نہیں کیا)۔

دوسری بات یہ کہنی ہے کہ طالب حق، مستورات کی ایک جماعت تم سے متعلق  
ہے، اپنے آپ کو ہر طریقے سے جمعیت کے ساتھ رکھ کر اس جماعت کی بھی جمعیت کا ذریعہ  
بنو، اور احوال لکھتے رہا کرو۔ واللہ مستجانبہم والذوق

### مکتوب (۳۵۵) (مکتوب الیہ کا نام درج نہیں ہے)

بعد حمد و صلوة ... آدمی جب تک ماسوی اللہ میں گرفتار ہے، اور

صاحبزادہ شیخ صبغۃ اللہ مرہندی۔ آپ حضرت خواجہ محمد معصوم مرہندی کے سب سے بڑے  
صاحبزادے تھے۔ ۱۳۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد سے علم و معرفت میں کسب کمال کیا۔  
۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ میں انتقال کیا۔ (نزہۃ الخواطر جلد ۶ بحوالہ تذکرۃ الانساب مؤلفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی)

اس کا صحیح سینہ ماسومی کے نعوش سے منقش ہے، تب تک وہ مرضِ باطن میں مبتلا ہے، اور قربِ حق تعالیٰ سے دُور و مہجور ہے، اس مرض کے ازالے کی فکر اور اس علتِ معنوی کے دفع کرنے کا علاج اس فرصتِ قلیل میں کر لینا سب سے زیادہ ضروری ہے، بزرگوں نے اس مرض کا ازالہ، ذکرِ کثیر کے ساتھ متعلق کیا ہے اور طہارتِ باطن کا حاصل کرنا یا دِحق پر موقوف رکھا ہے۔ (قرآن میں ہے) **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ذكروا لله ذكراً كثيراً وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلاً** ذکرِ کثیر اس وقت متحقق ہوتا ہے جب کہ غفلت اس کے پیچھے نہ ہو، غفلت اس راہ میں سببِ قائل ہے اور مرضِ باطن کی ممد و معاون ہے۔ ایک درویش کا مقولہ ہے، کہ اگر کوئی سعادت مند، اللہ تعالیٰ کی طرف تمام عمر متوجہ رہا، اور ایک لحظہ اس سے غافل ہو گیا، تو جو چیز اس سے فوت ہوئی وہ اُس سے زیادہ ہے جو اُسے حاصل ہوئی۔ اس ذکر کا کمال یہ ہے کہ ماسومی، میدانِ سینہ سے اپنا بوریا بستر باندھ کر رخصت ہو جائے، اور تمام مطلوبات سے سینہ پاک و مُصفا ہو جائے۔ نہ خوشی دُنیا سے خوش ہو، نہ غم دُنیا سے غمگین ہو۔ اگر تکلفاً بھی ماسومی کو اپنے سامنے لانا چاہے، تو وہ سامنے نہ آسکے، بوجہ اس نسیان کے جو باطن کو ماسومی سے حاصل ہو گیا ہے۔ اگر اس قسم کا نسیان حاصل نہیں ہوا تو پھر ذکرِ حق، یادِ ماسومی سے آمیزش کئے ہوئے ہوگا، اور جس چیز میں شرکتِ غیر ہو، وہ شایانِ بارگاہِ قدس نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ** ... اس حالت کو "فناء" سے تعبیر کرتے ہیں، یہ اس راہ کا قدمِ اول ہے۔ "سیر الی اللہ" اس مقام پر انجام کو پہنچ جاتی ہے، اس کے بعد "سیر فی اللہ" اور سیر در کمالاتِ اسمائی و صفائی شروع ہوتی ہے۔ یہ دوسری سیر، سیرِ معشوق در عاشق "کملانی" ہے، اس لیے کہ عاشق اس مقام میں سیر سے سیراب ہو چکا ہوتا ہے۔

آئینہ صورت از سفر دور است

کال پذیرائے صورت از نور است

اس سیر کا کمال عالمِ آخرت کے ساتھ متعلق ہے، اس دُنیا سے فانی کے معاملات اس

عالمِ باقی کے معاملات کے ساتھ جو نسبت رکھتے ہیں، وہ محض صورت ہی صورت ہیں اور

دریائے محیط کے مقابلے میں شبنم کا حکم رکھتے ہیں۔ پس عالی ہمت لوگوں کی نظر عالمِ آخرت پر ہوتی ہے، وہ اس عالمِ فانی کے (عارضی) کمالات سے دھوکے میں نہیں آتے، اور سیراب نہیں ہوتے۔ اسی بنا پر آن سرورِ انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حدیث میں خبر دی گئی ہے۔ "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَائِمًا الْعَزِيمُ مُتَوَاصِلًا الْفِكْرِ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود ان کمالات کے جو آپ کو حاصل تھے، دنیا سے خوش نہیں تھے، اس سے اعراض کئے ہوئے تھے۔ بِالْآخِرِ "اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى" زبان سے ادا فرماتے ہوئے آخرت کی طرف سدھار گئے۔ آخرت میں ظاہر ہے کہ آپ کا یہ حُزن و غم دُور ہی ہو جائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس لیے کہ مقامِ آخرت، مقامِ حُزن نہیں ہے، حُزن کا مقام تو دنیا ہے۔ آیہ ۱۔ "وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى" اس حقیقت کی گواہ ہے۔ وہ معاملہ جو آخرت کے لئے موعود ہے، اُس کا آغاز موت سے ہوتا ہے۔ (بزرگوں کا مقولہ ہے) :- الْمَوْتُ جَسَدٌ يُوقِصِلُ الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ۔ قرآن شریف میں مَنْ كَانَ يَتُجَّوِلُ الْقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لِآتٍ۔ یہ بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ یہ معاملہ اگر کسی کو نماز میں۔ جو کہ معراجِ مومن ہے، اور دنیا سے کٹنے اور آخرت سے بڑھنے کا ذریعہ ہے۔ رونما ہو۔ تو اس کی البتہ گنجائش ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ وقتِ نماز وہ حجاب جو درمیانِ بندہ و خدا اٹھ جاتا ہے۔ اور "أَرْضِيَّتِي يَا بَلَدُ" وَ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ" میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ "محلِ شادی و رضا" آخرت ہے، اور "محلِ درد و فقدان" دنیا ہے۔ اس عالمِ فانی کی بہترین پونجی اگر کچھ ہے، تو وہ درد و اندوہ ہے اور اس دسترخوان کی سب سے عمدہ نعمت سوز و گداز ہے۔ اس جگہ کی بے آرامی، آرام ہے اور یہاں کے

۱۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حُزن و فکر میں رہا کرتے تھے۔  
 ۲۔ اور عنقریب اللہ کی وہ عنایت ہوگی کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔  
 ۳۔ موت ایک پُل ہے، جو حبیب سے حبیب ملاتا ہے۔

سوز میں ساڑھے ہے۔ یہاں پر وصل طلب کرتا، دریا کو کوزے میں ڈھونڈھنا، اور آفتاب کو  
 "طشتِ آب" میں تلاش کرنا ہے۔ یہ عالم فانی ایک مزرعہ سے زیادہ حقیقت نہیں کہتا  
 یہاں پر "دہاں" کے لیے جس قدر افزونی زراعت کی جائے گی، ثمرات بے اندازہ کی امید  
 ہے۔ یہ "دارِ عمل" ہے۔ "دارِ اجر" تو آگے ہے۔ وقتِ عمل میں اجرت طلب کرنا بیکار  
 بات ہے۔ البتہ اگر کسی (خاص بندے) کو دنیا ہی میں حکمِ آخرت عطا فرمادیں کہ اس دنیا  
 ہی میں اس کے اخروی اجر برسائے جائیں، اور آخرت کے اجر میں بھی کمی نہ واقع ہو۔  
 تو یہ ممکن ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان  
 میں فرماتا ہے۔ **وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ**

اگر اس لحظہ ممکن کارِ شب نیست

ز بختِ مقبالاں اس ہم عجب نیست

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

والسلام اولاً و آخراً

# مختصر تذکرہ وزنگ زیب عالمگیرؑ

(جن کے نام اس مجموعہ میں متعدد اہم مکاتیب ہیں)

سلطان الہند اورنگ زیب عالمگیر — شاہجہان کے صاحبزادے تھے۔ ارجمند بانو ممتاز محل کے بطن سے ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۸ھ کو شب یکشنبہ میں بمقام دوحہ پیدا ہوئے۔ آفتاب عالمیاب تاریخ پیدائش ہے۔ ۳۹ سال، ۱۱ ماہ، ۲۰ یوم کی عمر میں ۱۰۶۸ھ کو تخت نشین ہوئے۔ اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ سے تاریخ جلوس نکلتی ہے۔ پچاس برس، ۲ یوم حکومت کر کے بتاریخ ۲۸ ذیقعدہ ۱۱۰۸ھ بروز جمعہ دکن میں انتقال کیا۔ رَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّةٌ بَعِيْرَةٌ سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ خلد آباد (دکن) میں مدفون ہوئے۔ اکانوے سال تیرہ یوم کی عمر ہوئی۔ خلد مکان، بعد وفات لقب پایا۔ مولانا سید محمد قنوجی اور علامہ سعد اللہ خاں اور دیگر فضلاء عصر سے عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ تفسیر و حدیث پر کافی عبور رکھا، ترکی بھی جانتے تھے۔ درویش مزاج، ماہر علم دین، عدل گستر اور انتہائی شجاع اور مدبر تھے۔ ان کے حسن سیرت اور تقویٰ شعاری کی ہر منصف مزاج ہم عصر مورخ و سیرت نگار نے تعریف کی ہے۔ حافظ قرآن بھی تھے۔ اور کمال یہ کہ تخت حکومت پر بیٹھ کر قرآن حفظ کرنا شروع کیا اور تیسوں پارے اپنے سینے میں محفوظ کئے۔ سنقر ٹک فلاقتسی سے تاریخ آغاز حفظ۔ اور لوح محفوظ سے اختتام حفظ کی تاریخ برآمد ہوتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؑ کی وفات کے سال ۵ برس کی عمر تھی، ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ سے بیعت تھے اور حضرت خواجہ سیف الدین سرہندیؒ وغیرہ حضرت مجددؑ سے سلوک ملے کیا تھا۔ خواجہ محمد نقشبندؒ (حجۃ اللہ) اور خواجہ محمد زبیرؒ

کی زیارت سے بھی (حسب قول صاحبِ روضۃ القیومیہ) مستفیض ہوئے۔

حضرت غلامکھاں (عالمگیرؒ) مذہبی معاملات کے بید پابند تھے، حنفی المذہب سنی تھے۔ اسلامی فرائض خمسہ کی پابندی اور ان کے اجراء میں بے حد کوشاں رہتے تھے۔ ہمیشہ بادشاہی رہتے اور کلہ طیبہ و دیگر اوراد و وظائف ہر وقت زبان پر جاری رہتے تھے۔ نماز اول وقت مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ جمعہ کی نماز مسجد کبیر میں عام آدمیوں کے ساتھ پڑھتے تھے۔ زکوٰۃ شرعی کی ادائیگی کا خاص اہتمام تھا۔ رمضان کا مقدس مہینہ ادا نئے صوم اور پابندی تراویح وغیرہ میں بسر ہوتا تھا۔ ہر ماہ ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ) کے روزوں کے بید پابند تھے۔ ہر ہفتے پیر، جمعرات اور جمعہ کا روزہ بھی رکھتے تھے۔ رمضان کے اخیر عشرے میں مسجد میں اعتکاف فرماتے تھے۔ حج بیت اللہ کے بے حد شائق تھے، مگر موقع نہ مل سکا۔ ہر سال اور کبھی ہر دوسرے سال حرمین شریفین کے غریب زائرین و مجاورین کے لیے رقم کثیر ارسال کرتے رہتے تھے، اور حجاج کا ایک گروہ بادشاہ کی نیابت میں طواف حج و سلام رسانی میں ہمیشہ مصروف رہتا تھا۔ مزا میر سے سخت پرہیز تھا۔ غیر مشروع لباس زیب تن نہیں فرمایا۔ چاندی سونے کے برتنوں سے اجتناب تھا۔ مجلس میں کبھی غیبت نہیں ہو سکتی تھی جھروکے میں درشن کی رسم موقوف کر دی، ہر روز دو یا تین مرتبہ منظر عام پر تشریف لاتے تھے، دادخواہ بغیر کسی روک ٹوک کے حاضر خدمت ہو سکتے تھے۔ بید کشادہ پیشانی سے ادخوال کی شکایات سننے، اور بید شفقت کے ساتھ تسلی فرماتے۔ بادشاہ رعیت نواز نے کبھی ایسا حکم نہیں دیا، جو رفاہ عام کے خلاف ہو۔ زمان بازار می اور فواحش و منکرات کے شیدائی دارالحکومت سے خارج کر دیئے گئے تھے اور تمام مالک محروسہ میں شرعی و اخلاقی احکام جاری کئے گئے تھے۔ احتساب کا محکمہ قائم تھا۔ عاملانِ احتساب، بحرین سے باز پرس کرتے تھے۔ غریبار اور مساکین کی راحت رسانی کے لیے دارالحکومت میں، نیز دیگر علاقوں کے بہت سے شہروں میں خیرات خانے قائم کئے۔ کثیر تعداد میں شفاخانے تعمیر کرائے، مسافروں کے لیے سرائیں تعمیر کرائیں، ایک سڑک اورنگ آباد سے اکبر آباد (آگرہ) تک، دوسری لاہور سے کابل تک، تیسری لاہور سے کٹیر تک بنوائی۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ امام غزالیؒ



وغیر ہم صوفیاء کی کتابیں زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ دو لاکھ روپے کے صرف سے فتاویٰ عالمگیری کو مرتب کرایا۔ علماء کے لیے وظائف مقرر کئے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ درس و افتادہ میں مشغول رہیں۔ مشائخ کے لیے بھی رقم مقرر کی، تاکہ وہ عبادتِ الہی میں دلجمعی کے ساتھ مشغول رہیں۔ وظائف میں وہ مسلم و غیر مسلم کا فرق نہیں کرتے تھے، چنانچہ حضرت عالمگیرؒ کے وہ فرامین آج تک بنارس اور دیگر بڑے شہروں میں موجود ہیں، جن سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔

نسخ، تملیق اور خطِ شکستہ میں خاص مہارت حاصل تھی، اپنے ہاتھ سے قرآن شریف لکھتے تھے۔ ایک قرآن جو بادشاہ بننے سے پہلے لکھا تھا، اس کو مکہ معظمہ بھجوا دیا، اور دوسرا قرآن جو بعدِ جلوس لکھا تھا سات ہزار روپیہ کی جلد بند ہوا کر مدینہ منورہ کو بھیجا۔

فنِ انشاء میں بھی خاص مہارت تھی۔ رقعاتِ عالمگیری ان کی انشاء نگاری کا بہترین نمونہ ہے۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے، ایک شعر یہ ہے:

غمِ عالم فراوان است و من یک غنچہ دل دارم  
چساں در شیشہ ساعت کُتُم ریگِ بیاباں را

زمانہ علالت میں بھی نماز باجماعت اور ادراد و وظائف کا اہتمام تھا۔ یومِ وفات یعنی اٹھائیسویں ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ (جموں) کی صبح کو فجر کی نماز کے لیے باہر آئے تھے۔ بیہوشی ہو جانے کے بعد بھی یادِ الہی سے غافل نہ تھے۔ عینِ عالم نزع میں کرب و اضطراب کے باوجود تسبیح و تہلیل میں مشغول رہے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس دارِ فانی سے سفر کرنے کے لیے جموں کا دن نہایت خوب و مبارک ہے۔ یہ آرزو پوری ہوئی۔ اسی روز ایک پہر دن گزرنے کے بعد یادِ الہی میں مصروفیت کے عالم میں رُوحِ پُرفورج نے روضہٴ جنت کی راہ لی۔ آپ کی وصیت کے مطابق جسمِ مبارک کو خلد آباد (دکن) میں سرگردوہ ارباب یقین حضرت شیخ زین الدین رح کے مقبرے کے اندر پونہ خاک کیا گیا۔

تمت بالخیر

۱۔ ماخوذ از مآثرِ عالمگیری و نزہۃ الخواطر، جلد ۶

# اشارہ

- الف آدم علیہ السلام، حضرت : ۱۷  
 آدم منوری، شیخ : ۱۲۹، ۱۲۳  
 آزاد بلگرامی : ۱۶۳  
 ابراہیم علیہ السلام، حضرت : ۱۸۵  
 ابراہیم تقانیسری : ۱۰  
 ابراہیم، میر : ۲۲۴، ۱۷۳  
 ابن عربی، محی الدین : ۸۷، ۱۸۵، ۲۸۱، ۲۸  
 ابوامامہ رضی : ۸۳  
 ابوالسحاق، حافظ : ۲۰۸  
 ابو محمد منازل : ۶۳  
 ابو محمد لاہوری : ۱۸۷  
 ابوالمعالی، مرزا : ۱۷۹  
 ابوالرضا دہلوی : ۱۶۳  
 ابوالقاسم بن محمد مراد لاہوری : ۴۰  
 ابوالقاسم، شیخ : ۶۰، ۶۹  
 ابو عبداللہ احمد مصری : ۶۴  
 ابوسعید ابوالخیر : ۶۲  
 ابوالفتح کالہوری : ۱۰  
 ابوالفتح قریشی : ۱۰  
 ابوالمنظف برہان پوری : ۲۲۳، ۲۱۲  
 احمد بن حنبل، امام : ۴۲  
 احمد بخاری، خواجہ : ۲۱۴  
 احمد سرہندی، شیخ، امام ربانی : ۱۳۱، ۱۰۷، ۸  
 ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹  
 ۱۵۸، ۱۴۸، ۱۴۷، ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۱  
 ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۲۸  
 ارادت خان : ۴۵  
 اسد اللہ بیگ : ۱۵۷  
 اسد اللہ افغان : ۹۳
- اسرائیل، سید : ۲۳۰، ۲۰۴  
 اسماعیل پشاوری، جامی : ۱۲۹  
 اسلام خان : ۱۷۳، ۱۷۲، ۱۷۱، ۱۷۰، ۱۶۹  
 اکبر بادشاہ : ۹۸  
 امام اعظم، ابوحنیفہ : ۱۱۸، ۱۲۲  
 امان اللہ خواجہ برہان پوری : ۲۰۱  
 امان اللہ، شیخ : ۱۸۷  
 امان اللہ میرزا : ۱۶۱  
 امان بیگ : ۲۲۲  
 امانت خان : ۵۱، ۵۰، ۲۴  
 امام الدین پنجابی، شیخ : ۱۹۹  
 انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ : ۲۳۵  
 اویس قرنی رضی : ۵۳  
 اوردنگ زیب عالمگیر : ۱۸، ۱۷، ۲۸، ۲۵، ۱۱، ۱۰، ۷  
 ۱۰۱، ۱۴۹، ۲۱۰، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷  
 ۲۵۰، ۲۴۹  
 امام غزالی : ۲۵۰
- ب  
 باقی باللہ، خواجہ : ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳  
 ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹  
 بایزید سہارن پوری : ۴۸  
 بدر الدین سرہندی، شیخ : ۱۰۴  
 بدیع الدین انصاری : ۴۸  
 برخوردار کابلی، مولانا : ۵۹  
 بشیر حافی : ۴۳  
 بلقیس، ملکہ : ۸  
 بوعلی قلندر : ۹
- پ، ت  
 پائیدہ محمد کابلی، ملا : ۲۲۶، ۱۸۱

د

دانیال : ۹۸  
دوست محمد بیگ : ۲۲۷  
دوست محمد قندهاری حاجی : ۱۱  
دینار ، خواجہ : ۷۶

ر، ز

رعایت خان : ۲۳ ، ۱۹۵  
رفت بیگ : ۱۸۹  
رکن الدین گنگوہی : ۸۵  
زین بدر عربی : ۹  
زین الدین خوانی : ۶۸ ، ۶۵

س

سلیمان علیہ السلام ، حضرت : ۸  
سجاد ، ملا ، عبدالحق : ۱۵۵  
سمرانداز خان : ۲۲۵  
سعد الدین شیخ : ۱۰  
سعدی مجددی لاہوری ، شیخ : ۱۲۹  
سکندر لودھی ، سلطان : ۱۰  
سیف الدین سرسندی ، خواجہ : ۱۲ ، ۱۳ ، ۲۱  
۲۲۹ ، ۱۵۳ ، ۲۳۲ ، ۲۳۶ ، ۲۳۹ ، ۲۴۱  
سیف الدین شیخ ، مخدوم زادہ : ۲۲۴  
سیف خان : ۵۵  
سید محمد : ۲۱۵  
سید علی (بارہہ) : ۵۵

ش

شجاع بن شایمان : ۱۰۸  
شیخ نور بن اخوان مدینہ : ۴۳  
شیخ عرب : ۴۳ ، ۴۴  
شرف حاجی : ۴۰  
شرف الدین حسین ، میر : ۲۱ ، ۳۰  
شرف الدین سلطان پوری : ۲۱۶  
شرف الدین یحییٰ منیرمی : ۱۹ ، ۱۹  
شمشیر خان : ۷۲ ، ۳۰ ، ۲۲۸

پاشدہ ، صوفی : ۱۹۳

تاج الدین ، مولانا : ۱۰

تربیت خان : ۱۴۵

تربیت خان میر آتش : ۲۳

تربیت خان شیخ برلاس : ۲۳

ج

جانان بیگم بنت خانمان : ۲۴ ، ۹۸  
جلال قمانگیری ، شیخ : ۱۰  
جلال الدین بخاری ، سید : ۸۵  
جمال الدین ، ملا : ۱۴۸ ، ۱۴۶  
جنید بغدادی ، سید الطائفہ : ۶۱ ، ۶۴  
۸۶ ، ۸۹

جہانگیر بادشاہ : ۲۸ ، ۲۵

ح

حبیب علیہ السلام : ۲۰۵  
حبیب اللہ بخاری ، شیخ : ۲۹  
حسن علی خان : ۵۵  
حسن علی ، مولانا : ۱۰۰ ، ۱۰۶ ، ۱۱۴ ، ۱۳۱

۱۲۹

حسن ، شیخ : ۱۲۳

حسن دہلوی ، مولانا : ۱۵۲

حسن پشاوری ، ملا : ۲۰۶

حمید الدین ، شیخ : ۱۰

حمید ، شیخ ، بنگالی : ۱۱۳ ، ۱۸۷

حسین ہروی ، خواجہ : ۶۸

حسین منصور جالندھری ، شیخ : ۲۰۴

حسین علی خان : ۵۵

خ

خلیل علیہ السلام ، حضرت : ۲۰۴ ، ۲۱۱

خالہ سلطان پوری ، شیخ : ۲۳۳

خاوند محمود عطاری : ۲۱۴

خواجہ خرد ، خواجہ محمد عبداللہ : ۱۶۲

خان جہان لودی : ۴۶

عبد القادر جیلانی، شیخ، غوث الاعظم، ۸۲

عبد اللہ، شیخ، ۶۴

عبد الغفور پشاوری، حافظ، ۱۲۹

عبد اللہ بن مبارک، ۶۲

عبد اللہ بن مسعود، ۸۹

عبد اللہ انصاری، شیخ الاسلام ہروی، ۹۶

عبد اللہ بن عمر، ۱۴۵، ۲۲۱

عبد اللہ کولابی، خواجہ، ۱۸۶

عبد اللہ خواجہ بن خواجہ محمد حنیف، ۲۱۹

عبد اللہ پشاوری، میر، ۲۲۶

عبید اللہ خواجہ، صاحبزادہ، ۲۰۶

عبد اللہ احرار، خواجہ، ۱۸۶، ۱۸۹، ۲۴۰

عبید اللہ بیگ، مرزا، ۸۰، ۷۸

عبد اللطیف لشکر خانی، شیخ، ۱۴۲، ۱۵۸

عبد البادی فاروقی بدایونی، شیخ، ۱۶۳

عثمان ہاروتی، خواجہ، ۸۱

عروۃ الوقتی، دیکھیں خواجہ محمد معصوم سرسندی

عطارد اللہ فاروقی، شیخ، ۱۰۷

علاؤ الدین، شیخ، ۱۰

علی خان ترین، ۳۵، ۲۲

علی کرم اللہ وجہ، حضرت، ۶۰، ۷۹

علی بن ابی بکر، ۶۲

علیم جلال آبادی، شیخ، ۱۳۱

علی سید، (بارتھہ)، ۱۹۱

عمر بن عبدالعزیز، ۳۸

عمر بن الجوع، ۸۴

عماد الدین محمد الحسینی ہروی، میر، ۲۱

عنایت اللہ، قاضی، ۱۷۱

غضنفر میر، ۳۸

غلام علی دہلوی، شاہ، ۱۱، ۱۵

فتح اللہ، ۷۷

فخر الدین احمد برلاس، ۱۴۵

شمس الدین بکھی، ۱۱۷

شمس الدین، قاضی، ۹

شاہجہان بادشاہ، ۲۸، ۲۵، ۲۶، ۱۷۹

شیر خاں، ۳۰، ۲۲

ص - ح

صدیق اکبر، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۶۰

ضیاء الدین حسین بن محمد حافظ بدخشی

دیکھیں: اسلام خان، ضیاء الدین حسین میر

ضیاء الدین حسین میر، ۷۸، ۱۴۸، ۱۷۲

ط - ظ

طاہر بیگ، مرزا، ۱۰۸

طاہر بدخشی، جونپوری، شیخ، ۱۱۲

ظہور الحسن دہلوی، سید، ۹۸

ع

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت، ۱۲۷

عبدالواحد، والد حضرت امام ربانی، ۱۰

۱۶۳، ۸۵

عبد القدوس گنگوہی، ۱۰، ۱۹، ۸۵

۲۴۰، ۸۶

عبد الوہاب، شیخ، ۸۵

عبد الحئی حسنی، سید، ۲۲، ۱۰۸

عبد الحق محدث دہلوی، شیخ، ۲۲

عبدالرزاق، ملا، ۳۶

عبدالرزاق خوافی، سید، ۲۲

عبد الکریم، حافظ، ۹۲

عبد الکریم سہارنپوری، ۱۰

عبدالرحیم خانخاناں، ۱۹۸، ۱۹۷

عبدالرحیم فاروقی دہلوی، شاہ، ۱۶۲

عبد الحکیم، ۶۱

عبد العظیم جلال آبادی، شیخ، ۲۰۹، ۲۱۰

عبد الحمید برہان پوری، ۱۰۹

عبد الغفور سمرقندی، مولانا، ۱۴۱

عبد الصمد خواجہ، کابلی، ۱۱۱، ۲۲۰

عبدالاحد، مخدوم زادہ، شیخ، ۶۸، ۶۹

غ

ف



مکرم خان، نواب : ۲۸  
 مسور شیخ : ۱۰  
 محمد نقشبند شیخ : ۸۱، ۶۹، ۶۳، ۲۹  
 محمد نعمان میر اکبر آبادی : ۱۲۰، ۱۱۶، ۱۴۳، ۲۲۲  
 موسیٰ علیہ السلام، حضرت : ۳۰  
 مومن، خواجہ، قاضی زادہ، برہان پوری : ۲۱۳  
 محمد مومن بیگ کابلی : ۱۰۵  
 میان معقول : ۱۹۳  
 میر حسن : ۵۱  
 میرک حسین : ۵۱  
 میرزا بدیع، قاضی محمد زاید کابلی : ۱۵۹، ۷۸  
 میر عبد اللہ : ۷۵  
 میرک عباد اللہ : ۱۵۹  
 میرک کمال : ۵۱  
 میر محمد خانی : ۱۳۴، ۹۴  
 میرزا والی : ۱۷۹  
 محمد وفا : ۲۲۲، ۹۲  
 محمد ہاشم کشمیر، خواجہ : ۱۱۸، ۲۷  
 محمد ہاشم خواجہ : ۶۴  
 محمد ہادی مرزا : ۱۸۹  
 محمد یعقوب، میر : ۲۲۸، ۳۰، ۲۲  
 محمد یوسف گردیزی : ۲۲۱  
 محمد یحییٰ : ۲۲۳

وہی

ولی اللہ دہلوی، شاہ : ۱۶۲  
 ہمت خان، میر علی : ۱۷۳، ۷۱  
 یحییٰ معاذ رازی : ۶۵

محمد عارف، حاجی : ۱۹۳، ۱۴۰  
 محمد عبد اللہ سرہندی : ۷۱، ۲۹، ۲۱  
 ۱۵۲، ۱۵۲  
 محمد فاروق، خواجہ : ۱۲۱، ۱۱۵، ۱۱۰  
 محمد فاروق ولد خواجہ عبد الغفور سمرقندی : ۱۲۰  
 محمد کاشف کاشغری : ۱۲۷، ۱۳۲  
 محمد کاظم، خواجہ : ۱۶۲  
 محمد گیسو دراز، سید : ۹  
 مبارک محدث بلگرامی، سید : ۱۶۳  
 محمد محسن دہلوی، حافظ : ۴۴  
 مراد بن عبد اللہ القرظی، شیخ : ۲۹، ۲۸  
 مرزا خان : ۵۷  
 مسافر، ملا : ۱۰۵  
 مشتاق بیگ، ملا : ۱۸۳، ۱۷  
 مصطفیٰ، حاجی : ۴۳  
 مظفر شیخ : ۴۷  
 مظفر بلخی، مولانا : ۹  
 مظہر جان جاناں، مرزا : ۲۹، ۱۵  
 محمد معصوم، خواجہ : ۱۲۳، ۱۱۳، ۱۱۱  
 ۲۲، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵  
 ۳۶، ۳۳، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۵  
 ۱۲۳، ۱۰۰، ۷۶، ۷۵، ۷۳، ۶۸، ۶۸  
 ۲۰۳، ۱۶۸، ۱۶۳، ۱۵۳، ۱۵۲، ۱۳۲  
 ۲۳۰، ۲۱۴، ۲۱۲، ۲۰۹  
 محمد معصوم : ۲۳۶، ۷۳  
 معین الدین چشتی، خواجہ : ۸۱  
 معین الدین احمد، میرک : ۵۰، ۲۲  
 ۵۳، ۵۲  
 معاذ بن جبل : ۱۷۰  
 منگل خان بن طاہر خان : ۲۲، ۲۳  
 محمد مقیم قصوری : ۹۷  
 مکی، خواجہ، جعفر خان : ۲۰۵، ۲۰۳

Marfat.com



# مکتوبات

خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

مشتمل بر سیرۃ السعادة کورة التاج اور مکتوبات معصومیہ

تلخیص و ترجمہ

نسیم احمد فریدی فاروقی

تقدیم و تصحیح

حافظ محمد افضل فقیر

اسلامک بک فاؤنڈیشن

۲۴۹- این سمن آباد- لاہور

واحد تقسیم کار: "المعارف"، گنج بخش روڈ، لاہور